دعوت کا انقلابی طریق کار

پروفیسر محمد رفیق

PUBLICATIONS AL-MADINA

المدینہ پبلیکیشنز

4- یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ 38- اردو بازار- لاہور ○ فون: 7320682

Marfat.com

دعوت کا انقلابی طریقِ کار

پروفیسر محمدّ رفیق

المدینہ پبلیکیشنز
4۔ یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ 38۔ اُردو بازار۔ لاہور ○ فون: 7320682

Marfat.com

111126

جُملہ حقوق بحق مصنّف محفوظ ہیں

نام کتاب : دعوت کا انقلابی طریق کار
مصنف : پروفیسر محمد رفیق
کمپوزنگ : المدینہ کمپوزرز' اردو بازار لاہور
ناشر : المدینہ پبلی کیشنز '4-یوسف مارکیٹ
غزنی سٹریٹ '38-اردو بازار لاہور '7320682
اشاعت اول : فروری 1996ء
اشاعت دوم : جون 1998ء
تعداد : ایک ہزار
قیمت : [redacted] روپے

Marfat.com

انتساب

داعی اعظم

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے نام

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

فہرست مضامین

پہلا باب..... دعوت کی ضرورت واہمیت		
-1	دعوت کا مفہوم	10
-2	مقصود دعوت	18
-3	دعوت کی اہمیت	19
-4	فرمودات نبویؐ	24
-5	ضرورت دعوت	27
-6	دعوت اور قومی حیات نو	28
دوسرا باب.....دعوت اسلامی کی پہچان		31
-1	پہچان	33
-2	تصور خدا	33
-3	تصور رسالتؐ	35
-4	تصور آخرت	39
-5	اسلامی معاشرہ کا قیام	41
-6	تصور تعریف	45
-7	نظام زندگی	49
-8	دعوت کا مزاج اور خصوصیات	51
-9	دعوت کے اوصاف	56
-10	دعوت کے مخاطبین	59
تیسرا باب.....چند غلط فہمیوں کا ازالہ		61
-1	جماعت کی ضرورت	63
-2	دعوتی سفر	65
-3	البلاغ کا مفہوم	66
-4	نتیجہ خیزی کی ضمانت	67
-5	دعوت کا دائرہ کار	70
-6	شعبہ ہائے دعوت	73
-7	ہیت اصلیہ اور ہیئت کذائیہ	77
چوتھا باب.....رکاوٹیں اور کمزوریاں		81
-1	دنیا پرستی	83
-2	شہوت پرستی	85
-3	دعوتی مزاج کی عدم موجودگی	86
-4	فکر ونظر میں عدم مطابقت	86

Marfat.com

-5	ناقص فہم دین	88
-6	تعصبات	89
-7	مطلوبہ صفات کی عدم موجودگی	90
-8	مقصود دعوت کی عدم واضحیت	91
-9	طریق کار کی غلطیاں	91
-10	مخالفانہ حربوں سے بے خبری	93
	پانچواں باب.....کار دعوت کے مسائل	95
-1	انبیاء کو درپیش مشکلات	98
-2	آزمائش ضرور ہو گی	101
-3	ایذارسانی کی مختلف صورتیں	103
	چھٹا باب.....اہداف اور ان کا حصول	105
	(الف) اہداف دعوت	107
-1	تعلق باللہ	107
-2	ربط رسالتؐ	110
-3	رجوع الی القرآن	112
-4	اتحاد امت	115
-5	غلبہ اسلام کی بحالی	118
	(ب) مرحل جدوجہد	121
-1	مرحلہ دعوت	121
-2	مرحلہ تنظیم	122
-3	مرحلہ تربیت	124
-4	مرحلہ تحریک	126
-5	مرحلہ انقلاب	126
	ساتواں باب.....دعوت اور تنظیم	129
-1	دعوت اور تنظیم	131
-2	دعوتی نظم ونسق	135
-3	دعوت کے میدان	137
-4	ترتیب دعوت	140
	(1) ذاتی اصلاح	140
	(2) بیوی بچوں کی اصلاح	141
	(3) عزیزواقارب کی اصلاح	142
	(4) بستی اور مضافات کی اصلاح	143
	(5) پوری دنیا کی اصلاح	144
	(6) ایک وضاحت	145

Marfat.com

5-	تصور حکمت	146
	(1) مفہوم	146
	(2) حکمت کی اہمیت	147
	(3) قرانی حکمت دعوت و تبلغ	150
	(4) عموی حکمت دعوت	154
6-	ذرائع دعوت	158
7-	موضوعات دعوت	161
آٹھواں باب.....داعی کے اوصاف		**165**
1	اخلاقی اوصاف	167
2	طبعی اوصاف	172
3	پرہیزگاری	175
4	متفرق اوصاف	178
نواں باب.....اسلوب دعوت		**185**
-1	آداب دعوت	187
	(1) طرز عمل	187
	(2) اہل ذکر کے انداز	195
	(3) تالیف قلب	197
	(4) سہولت ورعائت	197
	(5) جبر سے اجتناب	198
	(6) حسن سلوک	198
	(7) بالواسطہ اصلاح	200
	(8) دعوت عام	201
	(9) متفرق آداب	202
-2	مخاطب کے حالات کے لحاظ	203
3	دعوت کی نفسیات	212
	(1) نکتہ چینی سے پرہیز	214
	(2) دوستانہ ماحول	216
	(3) تعریف	218
	(4) تدریج	219
	(5) ذاتی روابط	222
	(6) متفرقات	223
	(7) چند عملی مثالیں	226
	چند عملی مثالیں	226
	داعی اعظم ﷺ کی زندگی	226
	رسول اکرم ﷺ کا دلپذیر انداز	229

Marfat.com

بندہ پر حضور ﷺ کی مہربانی	232
فتح مکہ کے موقعہ پر مہاجرین کا اپنے مکان واپس نہ لینا	233
صفوان ابن امیہ پر شفقت	234
ابولہب کے بیٹوں کے لئے وحی	239
حنین کے قیدیوں پر رحم وکرم	240
حضرت صفیہ کی دلجوئی	242
غیر معمولی مثال	245
مخاطب کا لحاظ	246
تحمل اور بردباری	247
کسب کا صلہ	249
جذبات واحساسات کا لحاظ	250
معاوضہ کی ادائیگی	252
وفد عبدالقیس	255
حضرت سفانہ کا اعزاز وکرام	256
سراقہ بن مالک کی معافی اور انعام	257
منافقین کے ساتھ حضور ﷺ کے اخلاق	259
عبداللہ ابن ابی کی نماز جنازہ	262
منافقین کی سازش اور حضور ﷺ کی معافی	264
حضرت مصعبؓ بن عمر کی تبلیغ	265
امام ابوحنیفہ کا صبر	266
بایزید بسطامی اور آتش پرست	267
خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور قاتل	267
ابوعثمان اور ایک دعوت	267
ابراہیم بن ادھمؒ اور سپاہی	268
مالک بن دینار اور یہودی	268
ابوالحسن نوری اور خلیفہ معتصم	269
ابوحنیفہؒ اور ایک دہریہ	271
بادشاہ اور قاضی	272

Marfat.com

پیش لفظ

نوعیت کے اعتبار سے دعوت دین ایسا اساسی کام ہے کہ ہر نبیؑ کا مقصود بعثت قرار پایا۔ جملہ انبیاؑ نے کما حقہ اس کا حق ادا کیا تا آنکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی آخر الزماں ﷺ کو داعی اعظم بنا کر بھیجا۔ اعلان نبوت کے اولین لمحہ سے لے کر دنیا سے پردہ پوشی فرمانے تک مسلسل تیئیس سال حضر و سفر جلوت و خلوت' صبح و شام غرضیکہ ہر حال میں دعوت دین کا کام جاری رہا۔ یہ ایسی عظیم الشان سنت ہے کہ دیگر تمام سنتیں اس کے ذیل میں آتی ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ دعوت دین حکمت کا تقاضا کرتی ہے۔ چند بنیادی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہر موقع و محل اور مخاطب کی نفسیات کے مطابق اجتہادی بصیرت سے کام لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لگے بندھے ضابطے ہر جگہ کارگر ثابت نہیں ہوتے تاہم نئے کام کرنے والوں کو اس میدان کے آزمودہ کار لوگوں کے تجربات سے آگاہی ہو جائے تو خالی از فائدہ نہیں کیونکہ اس طرح وہ نہ صرف کئی غلطیوں سے بچ جائیں گے بلکہ کام کی نئی جہتوں اور زاویوں تک رسائی بھی آسان ہو جائے گی۔

جب بارگاہ ایزدی سے اس خاکسار کو یہ کام کرنے کی توفیق ارزانی ہوئی تو اس موضوع پر لکھی گئی کتابیں پڑھنے کا شوق ہوا اردو' عربی اور انگریزی زبان میں جن کتابوں تک رسائی ہو سکی ان میں زیادہ تر مواد دعوت دین کی اہمیت اور اس کے چند بنیادی اصولوں پر مشتمل تھا زیادہ ضخیم کتابوں میں اصولی ضابطوں کے ساتھ ساتھ اسلامی عقائد' عبادات' اخلاقیات اور معاملات پر بھی روشنی ڈالی گئی تھی۔ مجھے دعوت کے طریق کار اور اسالیب دعوت کا پہلو تشنہ نظر آیا خاص طور پر انسانی نفسیات کے پہلو کو تو اکثر نظر انداز ہی کر دیا گیا ہے حالانکہ دعوت کے ضمن میں اہمیت کے اعتبار سے اسے سرفہرست ہونا چاہئے ، مخاطب کو نظر انداز کر کے دعوت کو موثر نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

بار بار دل میں یہ خیال چٹکیاں لینے لگا کہ اس موضوع پر خامہ فرسائی کرنی چاہئے

Marfat.com

پھر توفیق ایزدی سے دو ماہ میں اسالیب دعوت پر ایک کتابچہ تیار ہو گیا خیال تھا پاکٹ سائز میں طبع کرا لیا جائے لیکن اس دوران برطانیہ جانے کا پروگرام بن گیا اور وہاں کی مصروفیات کے باعث طباعت موخر ہو گئی۔ غیر مسلموں کو دعوت دینے کے حوالے سے کچھ نئے تجربات ہوئے۔ سوچا اردو کی بجائے کتاب انگلش میں طبع کرائی جائے لیکن ٹرانسلیشن کے لئے وقت نہ نکال سکا۔ ایک دوست نے مشورہ دیا کہ کتاب جامع ہونی چاہئے دیگر مباحث کو بھی شامل کتاب کیا جائے تاکہ تشنگی کا احساس نہ ہو کار دعوت سے متعلق دیگر پہلوؤں کو شامل کتاب کرنے کے لئے سارے مواد پر نظرثانی کرنی پڑی۔ مسودہ آخری مراحل میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت سے بہرہ ور کر دیا۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ شریف حاضری کے دوران اس کی تکمیل ہو گئی۔ فللہ الحمد۔

پروفیسر محمد رفیق

مدینہ منورہ
23 مئی 1995ء

Marfat.com

پہلا باب

دعوت کی ضرورت و اہمیت

Marfat.com

Marfat.com

دعوت کی ضرورت و اہمیت

دعوت کا مفہوم

دعوت کا مطلب ہے پکارنا' بلانا لیکن اصطلاحی معنوں میں دعوت سے مراد اللہ کی طرف بلانا ہے۔ بشری کمزوریوں اور نفسانی خواہشات کی بدولت انسان کا اللّٰہ سے تعلق بندگی ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی بحالی کی طرف متوجہ کرنا دعوت ہے مسجد میں وعظ اور تقریر کر دینا دعوت نہیں بلکہ عوام الناس کو مسجد میں آنے کے لئے تیار کرنا دعوت ہے دعوت صرف اسلامی تعلیمات سے آگاہ کر دینے کا نام نہیں بلکہ ان پر عمل پیرا ہونے کا داعیہ پیدا کر دینے کو دعوت کہتے ہیں۔ دعوت ایک ذمہ داری ہے ایک امانت ہے وعظ و نصیحت اور دعوت میں یہی فرق ہے کہ دعوت فکر دامنگیر کرتی ہے ایک لگن' شوق اور محویت کا عالم طاری کر دیتی ہے پھر آدمی پہلے جیسا آدمی نہیں رہتا اس کی نشست و برخاست' رفتار و گفتار' معاملات و معمولات غرضیکہ سب کچھ بدل جاتا ہے اور وہ بالکل ایک نیا انسان بن جاتا ہے اب اس کی دلچسپیاں اور ترجیحات دعوت کے تقاضوں کے مطابق طے پاتی ہیں۔ اہل ہوس کی ساری مصلحتیں بھول جاتی ہیں نہ دن کو چین نہ رات کو آرام بس دماغ میں یہی سودا سمایا رہتا ہے کہ کسی طرح مخلوق خدا اپنے خالق کی جانب متوجہ ہو جائے۔ نیکی اور بھلائی کے راستے پر گامزن ہو جائے کفرو شرک کے اندھیروں سے نکل کر اسلام کی روشنی میں آ جائے نفرتوں اور تعصبات کی تنگنائے کو خیرباد کہہ کر محبت اور سلامتی کی شاہراہ پر رواں دواں ہو جائے۔ جب یہ احساس' یہ جذبہ اور یہ سوزدروں کسی کو قریہ قریہ اور بستی بستی لئے پھرے تو پھر دعوت دعوت بنتی ہے۔ سورہ آل عمران آیت 104 اور 110 میں اس کا ذکر موجود ہے۔

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر۔ (آل عمران : 104)

"تم میں ایک جماعت ضرور ہونی چاہئے جو نیکی کی طرف بلایا کرے۔"

قرآن مجید میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے اسے کچھ اور عنوانات بھی دیئے گئے ہیں مثلاً" تبلیغ' تذکیر' تبشیر اور انذار وغیرہ۔ دعوت میں بیک وقت یہ ساری

Marfat.com

کیفیات شامل ہونی چاہئیں۔

یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔

(المائدہ : 67)

"اے رسول ﷺ! آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کی جانب جو نازل کیا گیا اسے پہنچا دیجئے۔"

اس میں تبلیغ کا ذکر ہے اور تذکیر کے حوالے سے فرمایا۔

و ذکر فان الذکری تنفع المومنین ○

(الذاریات : 55)

"اور آپ سمجھاتے رہیں بے شک یاد دہانی مومنوں کے لئے فائدہ مند ہے۔"

انذار اور تبشیر کے ضمن میں فرمایا۔

انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا ○

(الاحزاب : 45)

"بے شک ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔"

لوگوں کو خوشخبری سنانا اور اللہ کے عذاب سے ڈرانا آپؐ کے فرائض منصبی تھے۔ اور آپؐ نے یہ ذمہ داری امت پر بھی ڈالی۔

وانتم شھداء اللہ فی الارض

(بخاری)

"تم زمین پر خدا کے گواہ ہو۔"

ایک دوسرے مقام پر اس حقیقت کو یون بیان کیا گیا۔

اکان لناس عجبا ان اوحینا الی رجل منھم ان انذر الناس وبشر الذین امنوا۔

(یونس : 2)

"کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد پر وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈراؤ اور اہل ایمان کو خوشخبری دو۔"

بعض امور کی زیادہ اہمیت کے پیش نظر قرآن مجید میں انہیں بار بار دہرایا گیا ہے گویا اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، قول سے فعل سے حتی کہ حرکات و سکنات سے جو کچھ ظاہر ہو وہی آپ کی دعوت ہے یعنی جس چیز کو آپ نے ورد زباں اور حرز جاں بنا لیا اس

Marfat.com

کے لئے آپ سراپا دعوت بن گئے' بعض اوقات آدمی بولتا نہیں لیکن اس کا طرز عمل' اس کا لباس' اس کی رفتار' اس کا رہن سہن غرضیکہ بہت سی اشیاء خاموش زبان سے اشارتاً "کنایتاً" کسی نے کسی بات کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں۔ اس منزل پر پہنچ کر آدمی چلتی پھرتی دعوت اور متحرک (Mobile) تبلیغ بن جاتا ہے خیال رہے جس طرح بغیر وضو نماز نہیں ہوتی اس طرح دعوت کی شرائط پورا کئے بغیر مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کئے جا سکتے۔

راغب اصفہانی کے نزدیک "تبلیغ" کسی چیز کو اس کے مدعا و منشا کی آخری حد تک پہنچا دینے کا نام ہے' اگر آپ مبلغ بننے کے شوقین ہیں تو تقریر کرنے کے بعد وما علینا الا البلاغ کہہ کر فارغ نہیں ہو سکتے بلکہ ذمہ داری بنتی ہے کہ لوگوں کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے قدم قدم پر ان کے ساتھ رہیں اور ہر گھڑی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں۔ جس طرح ماں باپ بچے کو پال کر بتدریج جوانی کے کمال تک پہنچا دیتے ہیں تو اسے بالغ کہا جاتا ہے اسی طرح داعی کا کام انسان کی روحانی قوتوں کو درجہ کمال تک پہنچانا ہوتا ہے یہ بڑا محنت طلب اور تھکا دینے والا کام ہے مخاطبین کا ذہنی ارتقاء اور جلاء مسلسل توجہ کا متقاضی ہوتا ہے۔ اسلام کی طرف بلانے کے ضمن میں کم ازکم اتنی فکر تو دامنگیر ہونی چاہئے جتنی ہمیں بچوں کی شادی کی دعوت کے ضمن میں لاحق ہوتی ہے کس طرح کارڈ چھپوائے جاتے ہیں۔ خصوصی پیغام بھجوائے جاتے ہیں ذاتی ملاقاتیں کی جاتی ہیں روٹھے ہوؤں کو منایا جاتا ہے۔ بہترین کھانوں کا اہتمام اور مہمانوں کی پذیرائی کا انتظام ہوتا ہے۔ لانے لے جانے کا بندوبست اور آگے بڑھ کر استقبال کرنے کا سامان کیا جاتا ہے۔ آرائش و زیبائش کو دوبالا کیا جاتا ہے داعی اور مدعوئین کے تعلق کو بخاری کی اس حدیث سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

الذی یربی الناس بصغار العلم ثم بکبارھا	"جو لوگوں کی تربیت پہلے چھوٹے پھر بڑے علم سے کرے۔"

رب اسے کہتے ہیں جو رفتہ رفتہ درجہ کمال تک پہنچائے گویا داعی اللہ کی صفت ربوبیت کا مظہر بن جائے آیت "ادعوا الی سبیل ریک" میں الفاظ "سبیل ریک" بھی اسی امر کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ دعوت کے ایسے بیسیوں لوازمات ہم

Marfat.com

روزانہ دیکھتے ہیں۔ بے چینی' بے قراری' محنت' جدوجہد' اہتمام اور انتظام کے بغیر دعوت اسلام صحیح معنوں میں بھلا دعوت کیسے بن سکتی ہے اسلامی دعوت جاں سوزی' دلسوزی اور خون جگر کی متقاضی ہوتی ہے۔

کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

اگر آپ اپنے غیر اہم معمولات پر اسلامی سوچ اور فکر کو ترجیح دے سکتے ہیں تو سمجھ لیں آپ کا فکر آپ کی دعوت بن گیا اسلام سوچنے' اپنے آپ کو قوت میں بدلنے' کچھ کرنے اور بالاخر غلبہ اسلام کی بحالی کی جدوجہد میں شرکت کرنے کی دعوت ہے۔ یہ انفرادی اور اجتماعی اصلاح کی تبلیغ ہے کوئی مسلمان اپنے مخصوص نظریئے یا مسلک کی طرف بلاتا ہے تو اسے اسلامی دعوت کا نام دینا ظلم کے مترادف ہے۔ دعوت و ارشاد کا پورا نظام چار عناصر پر مشتمل ہے۔ (۱) دعوت (۲) داعی (۳) مدعو (۴) مدعو الیہ۔ طبیعات اور عقلیات کے سلسلہ میں تبلیغ کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ طبعی اور عقلی داعیہ پہلے سے موجود ہوتا ہے۔

مقصود دعوت

اسلامی دعوت کا بنیادی مقصد بنی نوع انسان کو کشاں کشاں اللہ کی بندگی کی طرف راغب کرنا ہے جو اس کی تخلیق کا مقصد وحید ہے بفحوائے قرآن مجید

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

"اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر یہ کہ وہ عبادت کریں۔"

(الذاریات : 56)

لیکن صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بننا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ پاکیزہ فضاء اور ماحول میسر نہ آئے جاہلانہ اور طاغوتی آلودگی کے خاتمے کے لئے ضروری ہے کہ اقتدار صالح اور مومن بندوں کے ہاتھ میں آئے لہٰذا غلبہ اسلام کی بحالی کی جدوجہد مقصد دعوت کے حصول کے لئے ناگزیر ٹھہری جس کی کامیابی چند شرائط پر منحصر ہے۔

1 - احیائے اسلام کے لئے فکری و نظری' علمی و عملی' اخلاقی و روحانی' سماجی و تعلیمی اور معاشی و سماجی سطح پر کام کرنا ہو گا۔

Marfat.com

2 - دعوت کے پس منظر' اہداف و مقاصد' مقاصد کے حصول کے طریق کار' مزاج اور خصوصیات کا واضح تصور دینا ہو گا۔

3 - اتحاد امت کے لئے کام کرنا ہو گا۔

4 - دعوت انسانی زندگی کے تمام اطراف و جوانب کو اپنے گھیرے میں لے لے۔

5 - جمود کو توڑنے اور تعطل کے خاتمے کے لئے اسلام کی سائنسی اور عقلی تعبیر کے ساتھ ساتھ اجتہادی صلاحیتوں سے کام لینا ہو گا۔

6 - مذہبی تعلیمات کو زندگی کے ہر میدان میں فیصلہ کن عامل کی حیثیت دینا ہو گی۔

7 - جہاد کے حوالے سے جوش و جذبہ اور تحرک پیدا کرنا ہو گا۔

احتیاط

جو کچھ بیان کیا جائے اس کی مشروعیت پر بھی غور کر لینا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ داعی خود ہی راہ راست سے ہٹ جائے۔ موضوع قصے' کہانیاں' محدثات' بدعات اور غیر سنجیدہ گفتگو مقصد سے انحراف کا باعث بنتے ہیں۔ تکلفات اور تصنع سے بچ کر بے تکلفی اور سادگی کا ماحول پیدا کرنا چاہئے۔ حضورؐ کے بارے میں فرمایا گیا۔

وما انا من المتکلفین (ص : 86)

"آپ کہہ دیجئے میں تکلف اور بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

پیشہ ور واعظین کے سطحی اشعار' بھونڈی حرکات و سکنات اور چٹخارے دار چٹکلے نفس کی لذت کا سامان تو فراہم کر دیتے ہیں۔ لیکن مقصود نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

دعوت کی اہمیت

قرآن کا بیان

اسلام دین دعوت ہے اور اپنے تمام تر لوازمات کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا صحیح

Marfat.com

تصور بھی اسلام کا عطا کردہ ہے ورنہ دیگر مذاہب عالم نے تو مذہبی تعلیمات کو خاندانی وراثت بنا کر رکھ دیا تھا اعلیٰ مذہبی تعلیم ایک مخصوص طبقے کی خوراک ہوا کرتی تھی جسے دوسروں تک پہنچانا مذہب کی توہین سمجھا جاتا تھا قرآن مجید میں رسول اکرم ﷺ کی داعیانہ حیثیت کو اجاگر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔

یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا ○ و داعیا الی اللّٰہ باذنہ و سراجا منیرا ○

"اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو شاہد' مبشر' نذیر' اس کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا"

(الاحزاب : 45 - 46)

آپ کا شاہد' مبشر' نذیر اور روشن چراغ (بے داغ سیرت و کردار) ہونا بھی دعوت کے حوالے سے ہے یہ بات قابل توجہ ہے کہ آپ حکمراں' سپہ سالار' سیاستدان' مدبر' مفکر' مفسر' جج' تاجر غرضیکہ سبھی کچھ تھے لیکن اللہ نے فرمایا میں نے آپ کو داعی بنا کر بھیجا ہے گویا آپ کے فرائض نبوت میں دعوت کا پہلو اساسی نوعیت کا حامل ہے اگرچہ منصب نبوت کے حوالے سے بعض اور فرائض کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے لیکن سب سے نمایاں حیثیت دعوتی پہلو کو دی گئی اور اس حوالے سے آپ کو خاص طور پر سراج منیر ہونے سے متصف کیا گیا تاکہ کسی کو انگلی اٹھانے کی جرات نہ ہو اور کوئی شکوک و شبہات کی گرد نہ اڑا سکے۔

امت مسلمہ کی وجہ تشکیل بیان کرتے ہوئے کہا گیا۔

کنتم خیر امة اخرجت لناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔

"تم ایک بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے برپا کیا گیا ہے تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے ہو۔"

(آل عمران : 110)

بہترین امت اس لئے کہ لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی طرف بلاتے ہو اور برائیوں سے منع کرتے ہو اگر یہ فریضہ نہ نبھایا گیا تو اعزاز چھن بھی سکتا ہے دعوت کی یہ عظیم ذمہ داری کسی دوسری قوم کو بھی سپرد کی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

وکذالک جعلنکم امۃ وسطا لتکوفوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداء (البقرہ : 143)

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پرگواہ ہو جاؤ اور رسولؐ تم پر گواہ ہو۔"

یہ گواہی اللہ کی توحید کی گواہی ہے ایک مسلمان تادم مرگ اس ذمہ داری سے فارغ نہیں ہو سکتا۔ کوتاہی کی صورت میں عنداللہ ماخوذ ہونا پڑے گا۔

داعی کے طرز عمل کی تعریف کرتے ہوئے دعوت الی اللہ کو قول احسن سے تعبیر فرمایا گویا بات کرنے والا جو بہترین بات کر سکتا ہے وہ اللہ کے دین کی طرف دعوت ہے۔

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین۔ (حم السجدہ : 33)

"اور اس شخص سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں۔"

یعنی داعی عاجزی و انکساری کا پیکر بن جائے اپنی بڑائی کا اظہار نہ کرے اپنے آپ کو ایک عام مسلمان سمجھے خصوصی مراعات اور ادب و احترام کا مستحق نہ جانے اور دوسروں کی اصلاح کے جوش میں دیگر نیک اعمال کو نہ بھول جائے۔

یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ (المائدہ : 67)

"اے رسول ﷺ! آپؐ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر جو اتارا گیا اسے پہنچا دیجئے اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپؐ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا۔"

غور کیجئے دعوت و تبلیغ کے بارے میں کتنی شدید تاکید کی گئی ہے۔ ویسے بھی بادنی تامل یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ آخر قرآنی تعلیمات نازل کس لئے کی گئی ہیں

Marfat.com

اگر ان پر عمل درآمد نہیں کرنا اور انہیں اس وقت تک عملی شکل نہیں دی جا سکتی جب تک کہ من و عن لوگوں تک پہنچ نہ جائیں۔ اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کی فکر مندی اور شب و روز محنت کا یہ عالم تھا کہ اللہ کو کہنا پڑتا۔

طٰهٰ ○ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی ○

(طٰہٰ : 1 - 2)

"طٰہٰ! ہم نے آپؐ پر قرآن اس لئے تو نہیں اتارا کہ آپؐ اپنے آپ کو مشقت میں ڈال لیں۔"

دوسرے مقام پر فرمایا۔

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین ○

(الشعراء : 3)

"اے نبی ﷺ! کیا آپؐ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیں گے اس غم میں کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔"

باری تعالیٰ کی طرف سے تسلی پر مبنی یہ پیار بھرے الفاظ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ دعوت کے کام میں اس قدر محو ہو چکے تھے کہ اپنی صحت اور جان کا خیال تک نہ تھا بس ایک ہی غم کھائے جا رہا تھا کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔

فلو لانفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون ○

(توبہ : 122)

"پھر کیوں نہ نکلے ہر قبیلہ سے چند آدمی تاکہ دین کی سمجھ حاصل کر سکیں اور جب ان کی طرف لوٹ کر آئیں تو ڈرا سکیں اپنی قوم کو تاکہ وہ نافرمانیوں سے بچیں۔"

اگر سب لوگ دین کا مکمل علم حاصل نہیں کر سکتے۔ تو ہر گروہ سے کم از کم کچھ افراد تو اس کام کے لئے اپنے آپ کو ضرور وقف کریں اور دین پر عبور حاصل کرنے کے بعد اپنے لوگوں کو دین سکھائیں اللہ کے عذاب سے ڈرائیں اور اس کی رحمت کی خوشخبری سنائیں۔

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف

"اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہئے جو نیکی کی طرف

11126

Marfat.com

دعوت دین کے کام میں ایک دوسرے کا دست و بازو بننے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا۔

والمومنون والمومنات بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر۔

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی اور مددگار ہیں نیکی کی نصیحت کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔"

(التوبہ : 71)

اس آیت کریمہ سے ایک نظم کے تحت مل جل کر دعوت کا کام کرنے اور اس کار خیر میں خواتین کو بھی شریک کرنے کی ترغیب ملتی ہے لہٰذا جہاں کہیں بھی دعوت دین کا کام ہو رہا ہو دست تعاون بڑھانا ضروری ٹھہرتا ہے۔

صاحب اقتدار طبقہ کے لئے تو ایک پورا نظام العمل دے دیا گیا ہے جس کی بجا آوری اور نفاذ کے بعد ہی عنداللہ ماخوذ ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ منکرات کو قوت کے ساتھ مٹا دینا حکمرانوں کی ذمہ داری ہے ارشاد ہوتا ہے۔

الذین ان مکنهم فی الارض اقاموا الصلوٰة واتوا الزکوٰة وامرو بالعروف و نهوا عن المنکر۔

"صاحب ایمان لوگوں کو اگر ہم زمین پر اقتدار بخشیں تو نظام صلوۃ قائم کریں گے زکوۃ ادا کریں گے نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔"

(الحج : 41)

ایسی ہی دیگر سینکڑوں آیات اس امر پر ناطق ہیں کہ دعوت دین کا کام نوعیت کے اعتبار سے عظیم الشان اہمیت کا حامل ہے جسے ہر حال جاری رہنا چاہئے بحیثیت امت یہ سب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ عدم ادائیگی کی صورت میں کسی بستی کو تباہ کرنے کا فیصلہ ہوا تو فرشتے نے عرض کیا باری تعالیٰ اس بستی میں ایک نیک شخص بھی

وینهون عن المنکر و اولئک هم المفلحون ○

(آل عمران : 104)

بلائے بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے یہ کام کرنے والے لوگ ہی کامیاب ہوں گے۔"

Marfat.com

بستا ہے اسے الگ کر لیا جائے تو حکم ہوا اسے پہلے تباہ کیا جائے کیونکہ اس کے سامنے برائی ہوتی رہی اور اس نے کبھی کسی کو منع نہ کیا۔

فرمودات نبویؐ

کار دعوت کی اہمیت کا انداہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سرور کونین ﷺ نے اعلان نبوت سے لے کر تادم واپسیں جلوت ہویا خلوت کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزارا کہ یہ مقصد آپ کی نظروں سے اوجھل ہوا ہو ذاتی اور نبوی حیثیت کے فرق ختم ہو گئے تھے اسی لئے کہا گیا کہ

وما ینطق عن الھوی ○ ان
ھو الا وحی یوحی ○
(النجم : 3 - 4)

"وہ تو اپنی مرضی سے بولتے ہی نہیں۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔"

یہی وجہ تھی آپ کی زندگی اسوہ حسنہ بنی اور کہا گیا کہ

کان خلقه القرآن۔

"آپ کا اخلاق سراپا قرآن ہے۔"

(مسند احمد بن حنبل)

اور خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر آپؐ نے اللہ اور بندوں کو گواہ بنا کر اعلان کیا کہ آپؐ نے دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری نبھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ لوگوں نے جواب دیا تھا کہ

نشھد انک قد بلغت وادیت و نصحت

"ہم گواہی دیں گے آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور ہمارے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کی تھی۔"

(بخاری)

اپنے مشن کے ساتھ لگن، دلچسپی اور انہماک (Involveoment) کی اس سے بہتر مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حوالے سے آپؐ کا ارشاد ہے۔

والذی نفسی بیده لتامرون بالمعروف ولتنھون عن

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ

Marfat.com

المنکر او لیوشکن اللّٰہ ان یبعث علیکم عذابا من عندہ ثم لتدع عنہ فلا یستجیبلکم۔

(ابن ماجہ)

تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے منع کرتے رہو ورنہ اس بات کا امکان ہے کہ گنہگاروں کے ساتھ اللہ تم پر بھی اپنا عذاب نازل کر دے پھر تم خدا سے دعا مانگو گے لیکن قبول نہ ہو گی۔"

معلوم ہوا دعوت و تبلیغ کا کام فرائض دینی کے ساتھ کوئی اضافی ذمہ داری نہیں ہے کہ موج میں آئے تو کہیں تقریر کر دی کسی کو وعظ و نصیحت فرما دیا پھر مدتوں خاموشی اختیار کر لی۔ یہ ایک مسلسل ذمہ داری ہے جو اوقات کی پابند نہیں بلکہ حسب موقعہ ہر وقت اور ہر جگہ نبھانے کی گنجائش نکالنا پڑتی ہے کبھی خاموش رہ کر' کبھی بول کر' کبھی حرکات و سکنات کے ذریعے غرضیکہ جیسے بھی بن پڑے اسے جاری رکھنا ہے۔

آپؐ کے خطبات میں سے ایک خطبہ کے چند الفاظ پر غور فرمائیں جن میں داعی کو رائد (قافلے کو راستہ دکھانے والا) سے تشبیہ دی ہے۔

ان الرائد لا یکذب اھلہ واللّٰہ لو کذبت الناس جمیعا ماکذبتکم ولو غدرت الناس جمیعا ماغدرتکم

"تمیں معلوم ہے کہ رائد قافلے والوں سے جھوٹ، نہیں بولتا خدا کی قسم بفرض محال اگر میں تمام انسانوں سے، جھوٹ کہہ سکتا پھر بھی تم سے کبھی جھوٹ نہ بولتا اور اگر تمام انسانوں کو دھوکا دے سکتا تب بھی کبھی تمہیں دھوکا نہ دیتا۔"

یعنی ہمدری' خیر خواہی اور بھلائی کا جذبہ اس قدر غالب ہو کہ کوئی شک و شبہ اور بدگمانی کا تصور بھی نہ کر سکے۔ ایک داعی پر لوگوں کے اعتماد کی یہ انتہا ہوتی ہے اس ضمن میں اپنے آسائش و آرام کو تج کر دن رات ایک کرنا پڑتا ہے ایک داعی اور مبلغ کے لوگوں کے ساتھ تعلق کی نوعیت کو ایک اور خوبصورت مثال کے ذریعے یون بیان کیا گیا۔

Marfat.com

انما مثلی ومثل امتی کمثل رجل استوا قدنارا فجعلت الدواب والفراش یقعن فیه و انا اخذ بحجرکم. وانتم تقحمون فیه

(مسلم)

" میری اور میری امت کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے ایک آدمی نے آگ جلائی تو اس میں کیڑے مکوڑے پتنگے گرنے لگے میں تمہاری کمروں کو پکڑے ہوئے ہوں اور تم ہو کہ اس میں گرتے پڑتے ہو۔"

یہ غلط فہمی بھی دور ہو جانی چاہئے کہ دعوت و تبلیغ صرف علماء کے کرنے کا کام ہے ہاں البتہ اتنی بات ضرور درست ہے کہ یہ فریضہ کماحقہ تو اہل علم ہی ادا کر سکتے ہیں لیکن ایک عام مسلمان بھی کسی صورت میں اس ذمہ داری سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا ہر کوئی اپنے علم اور حال کے مطابق مکلف ہے حضور ﷺ کا ارشاد اس حقیقت پر گواہ ہے۔

بلغوا عنی ولوا آیة

(بخاری)

"میری طرف سے آگے لوگوں تک پیغام پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔"

کار دعوت و تبلیغ اس قدر مؤکد اور متواترہ سنت ہے کہ اس پائے کی کوئی اور سنت نہیں ہو سکتی امت چودہ سو سال سے اسے زندہ رکھے ہوئے ہے جس میں کبھی انقطاع واقع نہیں ہوا۔ دعوت و تبلیغ کا کام تاقیامت جاری رہے گا اور امت بحیثیت مجموعی اس فریضہ سے اس وقت تک سبکدوش نہیں ہو سکتی جب تک کہ تمام مسلمان صحیح معنوں میں فرمانبرداری کا راستہ اختیار نہیں کر لیتے اور کرہ ارض پر بسنے والا آخری غیر مسلم بھی اسلام قبول نہیں کر لیتا۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع

"تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو قوت کے ساتھ روکنے کی کوشش

Marfat.com

فبلسانه وان لم یستطع
فبقلبه وذالک اضعف الایمان
(مشکوٰۃ)

کرے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو
زبان سے منع کرے اور اگر اس کی
بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے
ضرور برا سمجھے اور یہ ایمان کے
کمزور ہونے کی نشانی ہے۔"

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ دعوت کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانے اور کامیابی کے ساتھ ہمکنار کرنے کے لئے قوت کا استعمال ناگزیر ہے تاہم زبان کی حد تک روکنے سے بھی کچھ گزارہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن معاملہ صرف دل کی ناگواری تک رہے تو کمزور ایمان کی نشانی ہے اس کے بعد ایمان کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ یہ فرمودات نبوی ﷺ اس بات پر گواہ ہیں کہ کار دعوت کو جاری رکھنا ہے۔ حیثیت ذاتی ہو یا جماعتی' انفرادی ہو یا اجتماعی' جملہ احکامات عام ہیں جن میں کوئی تخصیص نہیں پائی جاتی لہٰذا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی غیر مقید حکم کو مقید کر دے۔ بعض لوگ منظم ہو کر دعوت کے کام پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ مندرجہ بالا حدیث سے تو اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ممانعت کا کوئی حکم بھی موجود نہیں۔ پھر بھی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہنا کوئی اچھی روش نہیں۔

ضرورت دعوت

یہ دعوت دین کا کمال ہے کہ اسلام کو ہر دور میں نیا خون میسر آتا رہتا ہے جو امت کی عروق مردہ میں تازگی پیدا کر دیتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے عین مطابق صنم خانوں سے پاسباں فراہم کر دیتا ہے کیونکہ امت مسلمہ کا قیام اور بقا فریضہ دعوت کی ادائیگی میں مضمر ہے اس سے غفلت کی صورت میں نتیجہ ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

اذان بھی دعوت کا ایک انداز ہے اور مذہبی دنیا میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے پوری دنیا میں دن بھر کے اذان کے پانچ بار ہونے کے سبب اور وقت کے ہیر پھیر کے باعث کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جب جگہ جگہ یہ آواز نہ گونجتی ہو کہ اللہ کے

Marfat.com

سوا کوئی معبود نہیں تم اس کی عظمت اور بڑائی کا اندازہ نہیں کر سکتے محمدؐ اللہ کے رسول ہیں نماز کی طرف لپکو ہم تمہیں کامیابی کی ضمانت فراہم کرتے ہیں دن میں پانچ بار اذان لازمی قرار دینے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ انسان نسیان کا شکار ہو جاتا ہے اسے دن میں کئی بار یاد دہانی کی ضرورت ہوتی ہے مبلغین کے لئے اس حقیقت میں بڑے اسباق پوشیدہ ہیں دعوت چند بار کر کے چھوڑ دینے والا کام نہیں یہ تسلسل اور دوام چاہتا ہے بار بار رابطہ کی ضرورت ہوتی ہے کسی بھی سٹیج پر مایوس ہو کر کام نہیں چھوڑا جا سکتا اس ضمن میں انبیاءؑ کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں کس طرح صعوبتیں برداشت کر کے قوم کو نجات کا راستہ دکھاتے رہے اور حضرت نوح علیہ السلام نے تو ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی پھر بھی چند لوگ ہی ایمان لائے۔ خسارے سے بچنے اور کامیاب ہونے کے لئے تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا حکم دیا گیا ہے۔

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر

(العصر: 1-3)

اسی لئے اسلام نے جہاں ذاتی تہذیب نفس کے لئے علم و عمل کا ایک پروگرام دیا وہاں اس پروگرام کی تشہیر، تلقین اور دعوت کا ایک نظام بھی دیا۔

دعوت و تبلیغ کی اسی ضرورت کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقعہ پر صحابہ کرامؓ کے عظیم الشان اجتماع سے خطاب فرماتے ہوئے کہا تھا۔

الا فلیبلغ الشاهد الغائب (بخاری)

"جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ غیر موجود تک پہنچا دیں۔"

نظام دعوت برپا کر دینے سے مردہ قوموں کو زندگی کی ضمانت ملتی ہے۔ ابتداء بھی دعوت سے ہوتی ہے دعوت ہی استحکام بخشتی ہے اور اسی میں بقا کا راز مضمر ہے۔ دین کا کام کسی بھی مرحلے میں ہو کار دعوت سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا یہ جاری و ساری رہتا ہے۔

دعوت اور قومی حیات نو

کسی مردہ قوم کے زندہ ہونے کا پیام ہی انقلاب ہے۔ انقلاب کے لئے فضاء

Marfat.com

سازگار کرنے کا عمل دعوت سے شروع ہوتا ہے۔ چونکہ انسانی زندگی شعور سے عبارت ہے اور شعور دعوت سے بیدار ہوتا ہے۔ انس و محبت کی فضاء پیدا کی جائے پہلے جذبات کو اپیل کیا جائے پھر عقل میں بات آئے گی۔ تاریخی اعتبار سے یہ بات بڑی مصدقہ اور عجیب ہے کہ مردوں کے زندہ ہونے کے واقعات ہمیشہ کسی صاحب دعوت کی دعا سے منظرعام پر آئے۔

احیائے موتی کے اس اصول پر مردہ قوم آج بھی زندہ ہو سکتی ہے۔ اہل دعوت ضروری تقاضے پورے کر دیں تو اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر اور غالب ہے کہ قوم کو پھر زندگی عطا کر دے وہ گوشت کے منتشر ٹکڑوں کو زندہ کر سکتا ہے تو قوم کے اجزائے منتشر کے احیاء پر بھی قادر ہے۔

واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتی قال اولم یومن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی قال فخذ اربعة من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علی کل جبل منھن جز ثم ادعھن یاتینک سعیا واعلم ان اللّٰہ عزیز حکیم ○

(البقرہ : 260)

"اور یاد کرو جب عرض کی ابراھیمؑ نے کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے فرمایا اے ابراھیمؑ کیا تم اس پر یقین نہیں رکھتے عرض کیا ایمان تو ہے لیکن دلی اطمینان چاہیئے فرمایا تو چار پرندے پکڑے لے پھر اپنے ساتھ مانوس کر کے رکھ دے ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا پھر انہیں بلا تیرے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان لے اللہ سب پر غالب بڑا حکمت والا ہے۔"

معلوم ہوا پہلے کسی کو مانوس کر لیا جائے تو بعد میں ذبح کر ڈالنے پر بھی چوں چرا سنائی نہیں دیتی۔ ذات سے انس و محبت بڑی اہمیت کی چیز ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

والذین امنوا اشد حب للّٰہ (البقرہ : 165)

"ایمان والے اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔"

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین

(بخاری : - 7)

"تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ میرے ساتھ اپنے والد' اولاد اور سارے لوگوں سے زیادہ محبت نہ رکھے۔"

داعی اخوت و محبت اور جمال کا پیکر بن جائے اور لوگوں کو اس میں روشنی کی کوئی کرن نظر آ جائے تو اس کے اردگرد جمع ہونے لگیں گے انہیں اس کے قرب میں سکون محسوس ہو گا اس لئے پہلے رغبت پیدا کریں پھر شعور آئے گا محنت کرنے سے تو جانور بھی مانوس ہو جاتے ہیں لیکن ان میں شعور نہیں ہوتا جو کہ انس سے پیدا ہوتا ہے محبت سے دلوں کو جیت لیا جائے تو کٹ مرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے ذاتی رابطہ اعتماد پیدا کرتا ہے ساتھ جذبات محبت بھی شامل ہو جائیں تو ناگوار باتیں بھی مانی جا سکتی ہیں تکالیف بھی گوارا ہوتی ہیں۔ دعوت میں جلال ہی ٹپکتا ہو تو کون قسمت کا مارا قریب پھٹکے گا۔

کہتے ہیں حضرت ابراھیم علیہ السلام نے جو چار پرندے ذبح کئے تھے وہ چار نفسانی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہیں مور تکبر و خود پسندی' مرغ شہوت پرستی' کوا حرص و لالچ اور کبوتر جلدی بازی کی علامت ہے پہلے ان رذائل اخلاق کو ذبح کر کے میدان عمل میں اتریں تو دعوت سے زندگی آئے گی۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے قوموں کی نئی زندگی کا ثبوت ملتا ہے۔

او کالذی مر علی قریۃ و ھی خاویہ علی عروشھا قال انی یحی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا فاماتہ اللّٰہ مائۃ عام ثم بعثہ

(البقرہ : 259)

"یا اس شخص کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اس حال میں کہ وہ گری پڑی تھی اپنی چھتوں کی بل کہنے لگا اسے ہلاک کرنے کے بعد اللہ کیسے زندہ کرے گا۔ سو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو سال تک پھر زندہ

Marfat.com

دوسرا باب

دعوت اسلامی کی پہچان

Marfat.com

Marfat.com

دعوت اسلامی کی پہچان

حق ہو یا باطل دعوت دونوں کی ہو سکتی ہے اس لئے شناخت کا مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے انسانی تاریخ کے جس دور میں بھی حق سے انحراف شروع ہوا راہنمائی کے لئے انبیاءؑ بھیجے جاتے رہے اور قوموں کے عروج و زوال کو اس دعوت کے قبول و انکار کے ساتھ منسلک کر دیا گیا۔ لاعلمی اور بے خبری کے باعث انسانی اور رحمانی دعوت کی شناخت میں غلطی کا ارتکاب موت کے مترادف ہوتا ہے۔ اسلامی دعوت بلا امتیاز رنگ و نسل آفاقی نوعیت کی حامل ہوتی ہے اس کی بنیاد وحدت الہ' وحدت انسانی اور وحدت کائنات پر استوار ہوتی ہے۔ اب چونکہ قیامت تک سلسلہ نبوت منقطع ہو چکا لہٰذا تجدید و احیاء کا کام امت کے باصلاحیت افراد نے کرنا ہے۔ اللہ جس سے چاہتا ہے دین کی خدمت لے لیتا ہے اور امت مسلمہ اس حوالے سے بڑی زرخیز اور مردم خیز ہے۔ اصلاح احوال کے نام پر لوگوں کو آسانی کے ساتھ دھوکا بھی دیا جا سکتا ہے لہٰذا اسلامی دعوت کے خدوخال اور اس کے مخصوص کردار سے واقفیت ازبس ضروری ہے کیونکہ انبیاءؑ کا انکار کرنے والے لوگ ایسا طرز عمل دانستہ اختیار کیا کرتے ہیں حق کا واضح نہ ہونا کبھی مسئلہ نہیں ہوا کرتا پہلے وہ جانتے بوجھتے ہٹ دھرمی' تکبر اور تعصب کے باعث انحراف کا راستہ اختیار کیا کرتے تھے لیکن اب اس کے علاوہ آدمی خلوص' دیانتداری اور عقیدت کے باوجود شناخت میں کوتاہی کے باعث مارا جاتا ہے۔

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر راہرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ابھی راہبر کو میں

گویا راہبر کی عدم پہچان جدوجہد کو ضائع کر دیتی ہے۔ دعوت کے مزاج کو سمجھنے کے لئے چند باتیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

1- تصور خدا

دنیا میں خدا کو ماننے اور اس کے وجود کا انکار کرنے والے ہر طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں پھر ماننے والے ذہنوں میں بھی اپنے اپنے ذوق کے مطابق الگ الگ

Marfat.com

تصور پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر تصورات خدا کے شایان شان نہیں۔ اللہ تو وہ ہستی ہے جو ہر نقص سے پاک ہے اور حاکمیت مطلقہ کا حامل ہے وہ ایک ہے جہاں دوئی کا تصور بھی محال ہے ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہو سکتا۔ وہی نفع و نقصان کا مالک ہے جہاد زندگانی میں بس اسی کی رضا درکار ہوتی ہے جو دعوت خود ساختہ تصورات خدا کی نفی کر کے قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق تصور خدا کی حامل نہ ہو وہ اسلامی دعوت نہیں ہو سکتی۔ یہ جاننا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس کے عدم شعور کے باعث انسان اور کائنات اور انسان اور خدا کا تعلق بھی سمجھ میں نہیں آتا اور انسان ہر محاذ پر ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

ایاک نعبد وایاک نستعین ○
(الفاتحہ : 4)

"ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔"

واعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئا
(النساء : 4 - 36)

"اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرو۔"

وما خلقت الجن والأنس الا لیعبدون ○
(الذاریات : 56)

"اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ عبادت کریں۔"

قل ھو اللّٰہ احد ○ اللّٰہ الصمد ○ لم یلد ولم یولد ○ ولم یکن لہ کفوا احد ○
(الاخلاص : 1 - 4)

"کہہ دیجئے اللہ یکتا ہے۔ اللہ صمد ہے نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ جنا گیا اور نہ ہی کوئی اس کی برابری کرنے والا ہے۔"

معلوم ہوا وہ کسی کا محتاج نہیں ہر کوئی اس کا محتاج ہے کوئی چیز اس کے دائرہ اختیار سے باہر نہیں۔ اس کی صفت رحمت جملہ صفات پر غالب ہے۔ وہ اقتدار اعلی کا مالک ہے لہٰذا سارے اختیارات کا سرچشمہ ہے بندوں کے لئے صرف نیابت کا مقام ہے انبیاء علیہم السلام مرضی الٰہی معلوم کرنے کا واحد ذریعہ ہیں لہٰذا ان کی بلا چوں چرا اطاعت کا حکم ہے۔ مشرکین اور کفار مکہ خدا کو مانتے تھے لیکن ان کا تصور خدا مسخ شدہ تھا صحیح معنوں میں خدا کا وہی تصور درست ہو سکتا ہے جو بواسطہ انبیاءؑ ہم تک

Marfat.com

پہنچا۔

2- تصور رسالت

اللہ تعالیٰ نے بندوں کی راہنمائی اور ہدایت کے لئے انسانوں میں سے کچھ افراد کو منتخب کر کے منصب نبوت و رسالت پر سرفراز فرمایا۔ ہر رسول اللہ کا برگزیدہ بندہ ہوتا ہے اور وہ اس حال میں بندہ ہی رہتا ہے الوہیت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا دوران معراج سرور کائنات ﷺ زمان و مکاں کی قیود سے آزاد ہو کر اور ساری بلندیوں کو چھو کر بھی بندے ہی رہے وہاں جو گفتگو ہوئی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

فاوحی الی عبدہ ما اوحی ○ "اس نے جو چاہا اپنے بندے کی طرف وحی کی۔"

(النجم : 10)

اس ضمن میں بھی انسانی سوچ نے ٹھوکر کھائی یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا ڈالا۔ انبیاءؑ کا انکار کرنے والوں نے کہا ایک انسان بھلا رسول کیسے بن سکتا ہے کوئی فرشتہ ہونا چاہئے تھا۔ ماننے والوں میں سے بعض نے کہا رسول کا کام صرف پیغام پہنچانا ہے کام مکمل ہوا اب اس کے ساتھ کسی جذباتی یا روحانی تعلق کی ضرورت نہیں جتنے منہ اتنی باتیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جسے اس منصب کے لئے منتخب کیا جاتا ہے وہ مثالی کردار کا مالک ہوتا ہے جملہ خوبیاں اس کی ذات میں جمع کر دی جاتی ہیں اس کے قول و فعل میں تضاد نہیں پایا جاتا۔ انبیاءؑ مافوق الفطرت ہستیاں نہیں ہوتیں اگر وہ فرشتوں میں سے ہوتے تو انسان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے لئے سینکڑوں بہانے تراش لیتا۔

سرور دو عالم ﷺ سردار الانبیاء اور خاتم النبیین ہیں آپ رحمتہ اللعلمین ہیں اور سلسلہ رحمت منقطع نہیں ہوا۔ دین کی تکمیل ہو گئی اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اس میں کمی بیشی کی ضرورت باقی نہ رہی مقاصد بعثت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

Marfat.com

يتلوا عليهم اياته ويزكيهم
ويعلمهم الكتاب ولحكمه
(الجمعہ : 2)

"نبیؐ ان پر آیات تلاوت کرتا ہے
وہ انہیں پاک کرتا ہے اور ان کو
کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

هوالذی ارسل رسوله
بالهدی ودین الحق لیظهره
علی الدین کله

"اللہ نے اپنا رسولؐ ہدایت اور
دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اسے
تمام ادیان پر غالب کر دے۔"

(الصف : 9)

معلوم ہوا آپؐ کی دعوت جہاں ایک طرف تعلیم و تزکیہ اور حکمت و اسرار دین پر مبنی تھی وہاں غلبہ دین حق بھی اس کے مقاصد میں شامل تھا آپ نے ساتھیوں کو مکارم اخلاق اور زہد و تقویٰ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ جہاد کے لئے بھی تیار کیا۔ کوئی دعوت اس وقت تک صحیح اسلامی مزاج کی حامل نہیں ہو سکتی جب تک اس میں جہاد کا عنصر شامل نہ ہو۔ منصب رسالت کے فرائض و اختیارات کے حوالے سے بھی اکثر اہل علم و دانش نے ٹھوکر کھائی اور اپنی نگارشات میں راہ اعتدال پر قائم نہ رہ سکے۔ دنیا کا مسلمہ اصول ہے۔

(No Responsibility Without Authority) اختیار کے بغیر کسی ذمہ داری کو نبھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ کیسے ممکن ہے کہ انسانیت کی فلاح و بہبود اور راہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے والی اولوالعزم ہستیوں کو بغیر کسی اختیار کے اتنی عظیم الشان ذمہ داری سونپ دی گئی ہو قرآنی آیات اور احادیث کی تعبیر اور تشریح کے حوالے سے اختیارات کی نوعیت اور حدود پر تو قیل و قال کی گنجائش ہے لیکن اس حقیقت کا کلیتاً انکار جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

يا مرهم بالمعروف وينهم
عن المنكر ويحل لهم
الطيبت ويحرم عليهم
الخبٰئث

"وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے بدی
سے روکتا ہے ان کے لئے پاک
چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو
حرام قرار دیتا ہے۔"

(الاعراف : 157)

Marfat.com

معلوم ہوا اشیاء کو حلال و حرام قرار دینا نبی کے دائرہ اختیار میں ہوتا ہے فرشتوں کو مختلف اختیار دیئے گئے جیسے عزرائیل علیہ السلام کو جان نکالنے کا اختیار ہے لیکن ایسے اختیارات اللہ کے عطا کردہ ہوتے ہیں وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے کسی کا کوئی ذاتی اختیار نہیں ہوتا۔ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں قرآن مجید میں دو طرح کی آیات ہیں ایک قسم مقام بندگی اور دوسری مقام رسالت کو اجاگر کرتی ہے۔ اختیارات و کمالات کی نفی پر مبنی آیات سے آپ کا بندہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی طریق بندگی بلکہ کمال بندگی ہے کہ مالک کے سامنے عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کیا جائے جبکہ مقام رسالت کے حوالے سے جابجا آپؐ کے کمالات کو بیان کیا گیا ہے اس طرح ذات مصطفیٰؐ ایمان کا مرکزو محور قرار پاتی ہے۔ خدا کے حضور اپنے ہر کمال کی نفی کرنا ہی شان بندگی ہے مقام عبدیت میں اس بات کا بیان ہوتا ہے کہ بندہ اپنے آپ کو کیسے دیکھتا ہے مقام محبوبیت یہ ہے کہ اللہ اپنے بندے کو کیسے دیکھتا ہے۔ آپؐ کی بشریت اور مثلیت مسلم لیکن اہل ایمان زور افضلیت اور محبوبیت پر دیتے ہیں بشریت اور مثلیت پر زور دینے سے ایمان مرجھا جاتا ہے۔ ایک طرف فرمایا گیا۔

لوکنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء۔ (الاعراف : 188)	"اگر مجھے غیب کا م ہوا تو میں بہت کچھ خیر حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔"
انا بشر مثلکم (حم السجدہ : 6)	"میں تمارے ہی جیسا بشر ہوں۔"
ما ادری مایفعل بی ولا بکم۔ (الاحقاف : 9)	"میں نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہو گا۔"

اور دوسری جانب آپ کی شان کو دوبالا کرنے والی آیات ملاحظہ ہوں۔

وما ھو علی الغیب بضنین۔ (التکویر : 24)	"اور وہ رسول غیب بیان کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتا۔"
و للاخرۃ خیر لک من الاولی (والضحیٰ : 4)	"اے نبیؐ! آپ کی آخرت پہلی زندگی سے بہتر ہو گی۔"

Marfat.com

وما ارسلنک .الارحمة للعالمین ○ (الانبیاء : 107)

"اور ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔"

تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض۔ (البقرہ : 253)

"ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضلیت دی۔"

مقام عبدیت کا اظہار صرف انبیاءؑ کے شایان شان ہے امتی کا کام اوصاف اور کمالات کو بیان کرنا ہے تاکہ ایمان سلامت رہے ورنہ گمراہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں پر راضی ہوتا ہے اور وہ اس سے راضی ہوتے ہیں آیت رضی اللّٰہ عنهم و رضوا عنه اس پر گواہ ہے سادہ سی بات ہے کوئی شخص راضی اس وقت ہوتا ہے جب اس کی بات مانی جائے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے دعا کا مطلب ہاتھ اٹھا کر ہی دعا کرنا نہیں ہوتا بلکہ کبھی دل میں خیال آنے کی دیر ہے اللہ تعالیٰ کام کر دیتا ہے قرآن مجید میں چند استثنائی صورتوں کے ذکر سے یہ باور کرانے کی کوشش کرنا کہ اللہ کی بارگاہ میں انبیاء کی کوئی حیثیت ہی نہیں سراسر حماقت پر مبنی تصور ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وجاہت کا ذکر یوں کیا۔

کان عند اللّٰه وجیها (احزاب : 69)

"وہ اللہ کے ہاں صاحب وجاہت تھے۔"

قوم لوط کا عذاب ٹالنے کے ضمن میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کا اللہ کی بارگاہ میں اصرار کا تذکرہ ان کی عظمت کو بیان کرتا ہے جب خلیل اللہ کا لقب عطا کر کے اللہ نے اپنا دوست بنا لیا تو دوست اپنے دوست سے کسی بات پر اصرار اور ضد بھی کر سکتا ہے۔ اگر دوست کی نگاہ میں اپنے دوست کی کوئی وقعت ہی نہ ہو کبھی اس کی بات ہی نہ مانے تو دوستی کس بات کی؟ ہاں البتہ کبھی کسی معقول سبب کی بنیاد پر دوست انکار بھی کر دے تو برا نہیں منایا جاتا نبی اخرالزمان ﷺ تو مقام محبوبیت پر فائز اور صاحب معراج ہیں ان کا معاملہ سب سے مختلف ہے ان کی بارگاہ میں حاضری کے آداب اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں بیان کئے۔

Marfat.com

لا تقدموا بین یدی اللّٰہ ورسولہ لاتر فعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ ان الذین ینا دونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون (الحجرات ،1-4)

"اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے نہ بڑھا کرو۔ اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو جو لوگ آپؐ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر نا سمجھ ہیں"۔

اس امر کے بعد بھی کسی کی آنکھوں پر پردے پڑے رہیں تو اس کی بدبختی کی علامت ہے مقام مصطفیٰؐ کے حوالے سے محتاط اور معقول نقطہ نظر یہ ہے کہ آپؐ کا درجہ اللہ سے کم اور مخلوق سے بڑھ کر ہے۔

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس کے علاوہ کسی اور پیمانے سے تعین مقام کے ضمن میں ٹھوکروں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا لہٰذا دعوت کے حوالے سے بنیادی تصورات بڑے واضح ہونے چاہئیں۔ ورنہ ساری کاوش تضادات کا مجموعہ اور ناکامیوں کی داستان بن جاتی ہے۔

3- تصور آخرت

مرنے کے بعد جی اٹھنے اور اعمال کی جوابدہی کا تصور عقیدہ آخرت کہلاتا ہے کفار و مشرکین کو اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد ہڈیاں تک گل سڑ جائیں گی تو دوبارہ زندگی کیسے ممکن ہے اس کا سادہ سا جواب تو یہ ہے کہ کسی چیز کو پہلی بار تخلیق کرنا مشکل ہوتا ہے جبکہ دوبارہ بنا لینا (Reproduction) کوئی تعجب کی بات نہیں اللہ کے لئے ایسا کرنا اور بھی آسان ہے کیونکہ

ان اللہ علی کل شی قدیر۔ "اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

(بقرہ : - 106)

اور وہ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو صرف "کن" کہنے کی دیر ہوتی ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی قیامت کا برپا ہونا اس زندگی کا منطقی نتیجہ ہے۔ اللہ کا کوئی کام بے مقصد نہیں ہوتا اور تخلیق انسان کا مقصد عبادت بیان کیا گیا ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا "اور میں نے انسانوں اور جنوں کو

Marfat.com

لیعبدون ○ (الذاریات : 56)

اپنی عبادت کے سوا کسی اور مقصد کے لئے پیدا نہیں کیا۔"

تعین مقصد کے بعد کامیابی و ناکامی کا جائزہ لینا ضروری ہو جاتا ہے۔ مہلت زندگی عمل کے لئے ہے اس لحاظ سے دنیا دارالعمل قرار پائی جبکہ آخرت کو دار الجزاء بنا دیا گیا۔ ویسے بھی جزا سلسلہ عمل منقطع ہونے کے بعد ہی دی جا سکتی ہے اس دنیا میں مکمل جزاء اور سزا ممکن ہی نہیں کیونکہ بعض اعمال کے اثرات مرنے کے بعد بھی جاری رہتے ہیں جو اس بات کو متقاضی ہیں کہ ایک بار کاروبار حیات کی بساط لپیٹ کر مکمل حساب کتاب کیا جائے۔ بعض اوقات جرائم کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ انسانی معاشرہ کما حقہ سزا دے ہی نہیں سکتا۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے بم مار کر کئی انسانی جانوں کو ضائع کر دیا اب اسے زیادہ سے زیادہ جو سزا دی جا سکتی ہے وہ پھانسی ہے ایک آدمی کے قتل پر بھی سزا پھانسی اور سینکڑوں آدمیوں کے قاتل کو بھی پھانسی کچھ قرین انصاف نہیں ایسے حالات اور واقعات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ایک اور جہاں ہونا چاہئے جہاں انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں۔

عملی اعتبار سے عقیدہ آخرت زیادہ اہمیت کا حامل ہے مسولیت اور جوابدہی کے احساس کے زیر اثر آدمی لاپرواہی اور سستی کا مرتکب نہیں ہوتا بلکہ ایک ذمہ دار شخص کا رویہ اپناتا ہے قبر' برزخ' پل صراط' جنت اور دوزخ کے تصورات اسے آمادہ عمل کئے رکھتے ہیں گناہوں سے پرہیز اور نیکیوں کی حرص عادت ثانیہ بن جاتی ہے۔ وہ خوف خدا کے باعث تقویٰ و پرہیز گاری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ ورنہ احتساب کا ڈر نہ ہو تو آدمی شتر بے مہار بن جائے عقیدہ آخرت کے انکار اور اقرار کی بنا پر ہم شب و روز دو قسم کے کرداروں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ منکرین آخرت نے دنیا میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ ہر زیادتی اور ظلم روا رکھے ہوئے ہیں دوسری قسم کے لوگ خدا ترسی کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ امن و آشتی کے علمبردار ہیں انسانیت کی فلاح و بہبود کی فکر دامن گیر رہتی ہے عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں اور ظلم و جور سے پرہیز کرتے ہیں کیا دونوں کا انجام ایک جیسا ہونا چاہئے یقیناً" نہیں۔ دور حاضر میں تو نیکی کی قوتیں دبی ہوئی ہیں اور ظلم و ناانصافی کو فروغ مل رہا ہے۔ ظالمانہ اور استحصالی قوتیں دندناتی

Marfat.com

پھرتی ہیں۔ نیکی اور بھلائی کو کہیں سر چھپانے کی جگہ نہیں ملتی یہ صورتحال ایک اور جہاں کا تقاضا کرتی ہے جہاں ہر ایک اپنے کئے کے مطابق پھل پا سکے۔ قیامت کے دن اسلامی تعلیمات کے انحراف پر مبنی سارے تعلقات اور رشتے ٹوٹ جائیں گے کسی کو کسی کی پرواہ نہ ہو گی نفسا نفسی کا عالم ہو گا سارے غرور پیوند خاک ہو جائیں گے نیک اعمال کی پونجی ہی کام آئے گی اس لئے آخرت کا استحضار بہت ضروری ہے ورنہ موت کا کسے علم نہیں لیکن علم ہونے کے باوجود موت کی تیاری کرنے سے غافل ہیں بار بار یاد دہانی کی ضرورت پڑتی ہے لہٰذا موت اور آخرت کو بار بار یاد کرنے کی شعوری کوشش کرتے رہنا چاہئے عقیدہ آخرت جس قدر مضبوط ہو گا نیک اعمال کا صدور بھی اتنا ہی زیادہ ہو گا۔

ع عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

لیکن ہر عمل کے پیچھے کوئی خیال' کوئی تصور اور کوئی عقیدہ کارفرما ہوتا ہے۔ انسانی اعمال عقائد کے تابع ہوتے ہیں اگر آپ کسی فرد کی زندگی میں کوئی حقیقی تبدیلی لانے کے خواہاں ہیں تو سب سے زیادہ توجہ نظریات تبدیل کرنے پر دیں اعمال میں مطلوبہ تبدیلی خود بخود آ جائے گی۔ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے چونکہ مادی مفادات وابستہ نہیں لہٰذا دنیوی علائق پاؤں کی زنجیر بن جاتے ہیں۔ اصل میں دلوں کو گرمانے کی ضرورت ہے جس طرح گرمی محسوس ہونے پر آدمی گرم کپڑے اتار پھینکتا ہے یونہی مادی مفادات کے لبادے اتار پھینکنا مشکل نہیں رہتا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ جو اللہ کے پاس ہے دنیا سے کہیں بڑھ کر قیمتی ہے لہٰذا مادی نقصانات پر افسوس نہیں ہوتا بلکہ اعزاز سمجھا جاتا ہے۔

اسلامی معاشرہ کا قیام

اسلام امن و سلامتی اور انسانیت کی فلاح و بہبود کا دین ہے انسانی فکر کے ساختہ جملہ نظامہائے حیات آزمائے جا چکے لیکن

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

پوری دنیا میں انسانیت سسک رہی ہے بے یقینی کے سائے گہرے ہو رہے ہیں

Marfat.com

اور دنیا پر ایک خوفناک عالمگیر جنگ کے بادل چھائے ہوئے ہیں بحیثیت مجموعی انسان خوشحالی و فلاح کی جانب نہیں بلکہ تباہی کی سمت بڑھ رہا ہے انسانیت کا آخری نجات دہندہ صرف اور صرف اسلامی طرز زندگی ہے پوری دنیا کے اہل نظر اس حقیقت کو سمجھ چکے ہیں لیکن تعصبات اور مفادات آڑے آتے ہیں اس لئے اظہار اور اقرار نہیں کرتے اکا دکا من چلے کبھی کبھار نعرہ حق بلند کر کے مغربی دنیا کے علمی اور مذہبی ایوانوں میں زلزلہ پیدا کر دیتے ہیں لیکن کچھ دنوں بعد پھر خاموشی چھا جاتی ہے۔

کون سنتا ہے فغان درویش
قہر درویش برجان درویش

مسلمان ایسے بیانات پڑھ کر خوش ہو لیتے ہیں لیکن کہیں بھی ان کی کوئی حقیقی شنوائی نہیں کوئی ان کی بات ماننے کے لئے تیار ہی نہیں دنیا میں بات اس کی مانی جاتی ہے جس کے پاس قوت ہو اور مسلمانوں کے پاس طاقت نہیں لہٰذا کوئی پوچھتا نہیں۔ چونکہ مسلمانوں کی کثیر تعداد نہ تو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہے اور نہ ہی اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے کوشاں ہے اس لئے دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہونے کے باوجود ان کی وجود کے کوئی اہمیت نہیں۔ بین الاقوامی معاملات میں ان کی رائے کو کوئی وقعت نہیں دی جاتی۔ اسلام کے پھیلاؤ میں ان کا اپنا طرز عمل رکاوٹ ہے دنیا میں کوئی ایک انچ جگہ ایسی نہیں جہاں اسلام پورے کا پورا نافذ ہو مختلف ممالک میں حسب خواہش جزوی طور پر چند قوانین رائج کر کے عوام کو خاموش کر دیا جاتا ہے۔ دنیا اسلامی نظام کی برکات کا بچشم سر مشاہدہ کرنا چاہتی ہے جبکہ ہم انہیں وعظ و نصیحت اور خوبصورت الفاظ سے مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نظریات کی بات کرتے ہیں اور وہ عملی اسلام (Islam in Practice) کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہمارا قول و فعل کا تضاد ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے ورنہ دنیا کا بیشتر حصہ مسلمان ہو چکا ہوتا۔

وہ لوگ جنہیں عملی اسلام سے کچھ دلچسپی ہے اس کا بیشتر حصہ بھی مذہب کو چند مراسم عبودیت میں محصور سمجھتا ہے اور دین اسلام کے ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے کا شعور نہیں رکھتا ان کے نزدیک کاروبار معیشیت اور سیاست کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں گویا مذہب کے مغربی تصور کو لاشعوری طور پر اپنا کر اسے ایک

Marfat.com

پرائیویٹ مسئلہ تصور کر لیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں سے ایک قلیل تعداد جب اسلامی نظام' حکومت الہیہ اسلامی انقلاب یا مصطفویؐ انقلاب کی بات کرتی ہے تو اس پر عام مسلمانوں کو تعجب ہوتا ہے اور وہ دین کے علمبرداروں کو اقتدار کا بھوکا سمجھ کر ناپسند کرنے لگتے ہیں۔ یہ اس قوم کا بہت بڑا المیہ ہے کہ تصورات کو گڈمڈ کر کے بالواسطہ طور پر مسلمانوں کو اسلامی تصور حیات سے دور کر دیا گیا ہے۔ دین کے بارے میں اللہ نے فرمایا۔

ان الدین عنداللہ الاسلام۔ "اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔"
(ال عمران : - 19)

اور یہ غالب ہونے کے لئے آیا ہے اسے غالب کرنا رسول اکرم ﷺ کے فرائض منصبی میں سے تھا اور آپؐ نے ایسا کر کے دکھایا۔ اب یہ امت کی ذمہ داری ہے کہ غلبہ اسلام کی بحالی کے لئے جدوجہد کرے۔ یہ بھاگ دوڑیوں تو فرض کفایہ ہے بایں صورت کہ دنیا کے کسی خطہ میں اسلام غالب حیثیت میں ہو لیکن اس کی عدم موجودگی میں اسے فرض عین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور ہر مسلمان سے تقاضا کرتا ہے کہ اس جدوجہد میں حصہ لے بصورت دیگر وہ گنہگار ہوتا رہے گا۔ اتنا عظیم الشان کام چند آدمی سرانجام نہیں دے سکتے اس کے لئے جماعت اور تنظیم کی ضرورت ہو گی اندریں حالات ایک مسلمان کے لئے دو اختیار (Option) رہ جاتے ہیں۔

1 - اس مقصد کے لئے کام کرنے والی کسی جماعت میں شامل ہو جائے۔
2 - اطمینان نہ ہونے کی صورت میں خود جماعت قائم کرے۔

تیسری کوئی صورت باقی نہیں رہتی ہاں البتہ جب تمام تر کاوشوں کے باوجود کامیابی کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو پھر استثنائی صورتیں زیر بحث آ سکتی ہیں۔ جو لوگ انقلابی جدوجہد کے حوالے سے شکوک و شبہات کا شکار ہیں ان کی تسلی کے لئے صرف اتنا بتا دینا مفید ہو گا۔

1 - سرمایہ دارانہ نظام آزادی کا نعرہ لگاتا ہے اور کمیونسٹ مساوات کو امتیازی وصف (Slogan) کے طور پر پیش کرتے ہیں جبکہ اسلام عدل کا علمبردار ہے اور یہی اس کی امتیازی شان ہے عدل و انصاف کی فراہمی اس وقت تک ممکن نہیں

Marfat.com

جب تک آپ کے پاس اقتدار نہ ہو۔ سیاسی اقتدار کے بغیر اسلامی معاشرے کا قیام ممکن نہیں۔

2 - آپ اپنے مکان کو صاف ستھرا رکھیں حتیٰ کہ کھڑکیاں دروازے بھی بند کر لیں۔ لیکن گردو پیش صاف نہیں تو گردو غبار اور جراثیم اندر پہنچ ہی جائیں گے آپ روک نہیں سکتے۔ صحت کی حفاظت کے لئے ماحول کو آلودگی سے بچانا ضروری ہوتا ہے اس طرح روحانی صحت کے لئے جہاں انفرادی طور پر نیک ہونا ضروری ہے اس سے کہیں بڑھ کر معاشرہ کو گناہوں کی آلودگی سے محفوظ کرنا ضروری ہے ورنہ کوئی پارسا شخص بھی گناہوں کے جراثیم اور گردو غبار سے نہیں بچ سکے گا۔

3 - اگر دین کو ہم ایک عمارت سے تشبیہ دیں تو ایمان اس کی بنیاد قرار پائے گا جس کی مضبوطی پر پوری عمارت کی مضبوطی کا دارو مدار ہوتا ہے۔ ارکان اسلام اس کے ستون اور دیواریں ہوں گی جن کے بغیر عمارت قائم نہیں رہ سکتی ذکر اذکار اور نفلی عبادات کو آرائش (Decoration) سے تعبیر کیا جا سکتا ہے گویا ایمان اور فرض عبادات کا ایک ڈھانچہ کھڑا کر کے سارا زور زینت پر صرف ہو رہا ہے۔ اور چھت کی فکر ہی نہیں اسلام کا سیاسی غلبہ پوری عمارت کی چھت ہے جس طرح چھت کی عدم موجودگی سے عمارت کا بقیہ حصہ سردی گرمی بارش اور دیگر موسمی تغیرات کی دستبرد سے زیادہ دیر تک محفوظ نہیں رہ سکتا اور زیبائش پر کی گئی محنت ضائع ہو جاتی ہے ایسی ہی صورتحال سے مسلمان دوچار ہیں قوت نافذہ ہاتھ میں نہ ہونے کے باعث اسلامی نظام کی برکات اور ثمرات سے محروم ہیں باطل اور طاغوتی طاقتوں کے غلبہ کے باعث جو کچھ نہیں دیکھنا چاہئے دیکھنے پر مجبور ہیں جو نہیں سننا چاہتے زبردستی کانوں میں ٹھونسا جاتا ہے جو کام نہیں کرنے چاہئیں مجبوراً کرتے ہیں۔ معاشرتی فضاء گناہوں سے آلودہ کر دی گئی ہے وہ محسوس کرتے ہیں لیکن خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں کیونکہ بے بس ہیں کچھ کر نہیں سکتے۔ جس دن غلبہ اسلام کی چھت میسر آ گئی نیکی اور بھلائی نشوونما پائے گی شر کی قوتیں کونوں کھدروں میں چھپ جائیں گی امن و

Marfat.com

سکون اور خوشحالی کا دور دورہ ہو گا۔ لوگ حقیقی آزادی اور مساوات سے ہمکنار ہوں گے عدل و انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں گے۔ ظلم و استحصال کے سارے دروازے بند ہو جائیں گے لیکن ان سارے فیوض و برکات سے متمع ہونے سے قبل انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

انسانی نفس بے قید آزادی کا خواہاں ہوتا ہے خواہشات نفس پر قدغن برداشت کرنا انتہائی شاق گزرتا ہے اسی لئے امربالمعروف کی نسبت نہی عن المنکر اور فرائض کی بجا آوری کی نسبت گناہوں سے پرہیز تقویٰ کے زیادہ قریب ہے کیونکہ اس میں نفس کی مخالفت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک سطح پر جا کر کبھی ادائے فرائض میں لذت بھی محسوس ہوتی ہے لیکن منکرات سے اجتناب کی صورت میں کسی حظ اور لذت کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ دیگر اعمال کی نسبت جہاد میں زیادہ مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا آدمی اس سے جی چراتا ہے اور طرح طرح کے بہانے تراشتا ہے قرآن و حدیث کے معانی اور مفہوم کو توڑ موڑ کر پیش کرتا ہے۔ غزوات' سرایا اور جنگوں کے بارے میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر کے مجاہدین اسلام کے کارناموں پر پانی پھیرنے کی کوشش کی جاتی ہے کچھ تو جہاد کی فرضیت کے ہی منکر ہیں کوئی لکھتا ہے کہ جو انقلاب حضور اکرم ﷺ کے پیش نظر تھا وہ اقتدار کا انقلاب نہیں بلکہ انسان کی تبدیلی کا انقلاب تھا۔ کسی کے نزدیک اسلام صرف وعظ و نصیحت اور تبلیغ کا نام ہے۔ کسی کی نظر انفرادی اصلاح سے آگے اجتماعی اصلاح تک نہ جا سکی اور کسی نے اجتماعی اصلاح کے جوش میں ذاتی اصلاح کو نظر انداز کر دیا لہٰذا بنیادی تصورات واضح ہونے چاہئیں اسلامی دعوت کا مطمح نظر عقائد' اعمال' اخلاق' احوال اور معاملات کی اصلاح کے ساتھ ساتھ سیاسی اقتدار کے حصول کی جدوجہد بھی ہے تاکہ اسلامی معاشرے کا قیام ممکن ہو سکے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ بزور شمشیر مزاحم قوتوں کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جا سکے۔

8- تصور تعریف

ہر شخص کو تعریف پسند ہوتی ہے اور تنقید ناپسند۔ یہ کوئی غیر معقول بات نہیں

Marfat.com

بلکہ فطرت کا تقاضا ہے البتہ اس میں افراط و تفریط کے رجحانات سے گریز کی ضرورت ہے دوسروں کی تعریف اور حوصلہ افزائی تو دل کھول کر کرنی چاہئے۔ لیکن اپنی تعریف کی توقع کو بھول جایئے۔ حوصلہ شکنی کے حالات میں بھی کام جاری رہے کام کی پذیرائی نہ بھی ہو تب بھی ماتھے پر شکن نہ آئے اللہ نے ارشاد فرمایا۔

وما قدر الله حق قدره "اور انہوں نے جیسا حق تھا اللہ کی قدر نہ کی۔"
(الانعام : 91)

جب انسان کماحقہ اپنے خالق و مالک کی قدر بھی نہیں کرتا تو ہماشما کس شمار قطار میں ہیں۔ کسی سے اپنی تعریف کی توقع نہیں رکھنی چاہئے اللہ تعالیٰ بہترین قدر دان ہے اس حقیقت کا احساس ہو جائے تو تعریف و ستائش کے فطری جذبہ کی تسکین کا سامان ہو جاتا ہے اس طرح ریا سے پاک ہونے کے باعث ہر عمل بابرکت بھی ہو گا اور عنداللہ شرف قبولیت بھی پائے گا۔ اس کے برعکس دوسری قسم کی صورتحال سے بھی واسطہ پڑ سکتا ہے۔ ڈر' خوف اور دباؤ کا مقابلہ کرنا اتنا مشکل نہیں جتنا کہ ترغیبات سے بچ نکلنا۔ مفادات کی ترغیبات کا آغاز تعریف سے شروع ہوتا ہے اگر آدمی ایسی باتوں کے دام فریب میں آگیا تو پھر سمجھ لیں دلدل میں پھنستا چلا جائے گا۔ اذیت ناک سزائیں قوت مدافعت میں اضافہ کر دیتی ہیں ان سے بچ نکلنا آسان ہے۔ کیونکہ

ع بڑھتا ہے اور ذوق جنون یاں ہر سزا کے بعد

لیکن تعریفات' نوازشات اور انعام و اکرام کے جال میں انسان اپنے آپ کو زیادہ بے بس محسوس کرتا ہے۔ اس طرح دعوت کے میدان میں اصلاح احوال کم اور فتنہ و فساد زیادہ ہوتا ہے یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ اس فساد کو دین کے نام پر جاری رکھا ہوا ہے۔

ع دین ملا فساد فی سبیل اللہ

دعوت کے نام پر جہاں کہیں کچھ کام ہو رہا ہے اس میں کچھ نہ کچھ خیر کا پہلو ضرور پایا جاتا ہے اسے مکمل شر سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اگر وقتی طور پر ناپسندیدہ امور کو نظرانداز کر کے خیر کے پہلو کی تعریف کرنا شروع کر دیا جائے تو حیرت انگیز نتائج نکلنے کی توقع ہے۔

Marfat.com

دعوت خالصتاً" اللہ کی جانب پکار ہوتی ہے مقبولیت کے باعث نمایاں شخصیت بعض اوقات خود ایک بت بن جاتی ہے اور ایک نیا فرقہ معرض وجود میں آ جاتا ہے۔ اصل میں جب ہر طرف سے تعریف کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں تو داعی کئی غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ منہ پر تعریف کرنا کسی کو قتل کرنے کے مترادف ہے اور جسے ہاں میں ہاں ملانے والے عقید تمندوں کی ایک کثیر تعداد میسر آ جائے تو دماغی فتور سے محفوظ رہنا بہت مشکل ہے۔ قوم کو مزید انتشار سے بچانے کے لئے آغاز کار سے ہی اس فتنے کا سدباب کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔ تواضع اور انکساری سے کام لیا جائے اگر دعوت اسلام کی ہو کسی فرقے یا مسلک کی نہ ہو تو تصادم کا خطرہ پیدا نہیں ہوتا یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ کسی کی تعریف کرنے میں غلو سے کام نہ لیا جائے لیکن اچھے کام کی مناسب تعریف نہ کرنا بھی بخل کے مترادف ہے کیونکہ انسان اپنی خوبیوں کی تعریف سننے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ مناسب حوصلہ افزائی نہ ہونے کے باعث بد دل بھی ہو سکتا ہے۔ دوسروں کی معقول تعریف کر کے آپ ذہنی قربت اور احترام کی فضاء پیدا کر سکتے ہیں۔ آپ قریب ہونے کی کوشش تو کریں وہ اپنا دل کھول کر رکھ دیں گے برے سے برا شخص بھی اپنے بارے میں اچھی رائے ہی رکھتا ہے۔ جرائم اور گناہوں میں لت پت شخص بھی اپنے افعال کی کوئی نہ کوئی جوازیت پیش کرتا ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہر وقت تعریف ہی کرتے رہیں اور کمزوریوں کی نشاندہی نہ کی جائے بس ذرا یہ احتیاط کرنا ہے کہ نکتہ چینی اس انداز سے کی جائے کہ دوسرے کو ناگوار محسوس نہ ہو بلکہ ایک ہمدرد کی آواز سمجھ کر قبول کی جا سکے۔ کسی کے خلوص اور قابل اعتماد ہونے کا یقین ہو جائے تو اس کی کڑوی باتیں بھی برداشت کی جا سکتی ہیں۔ صرف وعظ و نصیحت کر دینا ہی کافی نہیں دوسروں کی مشکلات کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ کسی کو دلدل سے نکالنے کے لئے مثبت انداز کی ضرورت ہوتی ہے۔ کام میں کیڑے نکالنا اور خامیاں تلاش کرنا دوسروں پر چھوڑ دیں ساری توجہ خوبیوں پر مرکوز کر کے خوب قدر دانی کیجئے۔ جب آپ اپنی حوصلہ افزائی اور قدر افزائی کی خواہش رکھتے ہیں تو دوسروں کے بارے میں بخل سے کیوں کام لیتے ہیں۔ دل کھول کر داد دیجئے اس سے آپ کا کیا بگڑتا ہے اللہ تعالیٰ خود بہترین قدر دان

Marfat.com

ہے اس کی سنت پر عمل کیجئے لیکن اتنی احتیاط ضرور کیجئے کہ مخاطب میں تکبر کے جراثیم پیدا ہونے شروع نہ ہو جائیں اور تعریف اپنے مقام رفیع سے گر کر خوشامد کی پستیوں تک نہ پہنچ جائے۔ متکبر شخص کی تعریف اور تعظیم کرنا گناہ میں شریک ہونے کے مترادف ہے کیونکہ یہ طرز عمل اس کے تکبر میں مزید اضافہ کا سبب بنتا ہے۔

مخاطب اپنے معتقدات' مزعومات اور سوچ کے بارے میں کچھ نہ کچھ دلائل رکھتا ہے۔ دوسروں کے دلائل کا رد نہ کیجئے بلکہ متبادل دلائل پیش کر کے غور و فکر پر آمادہ کیجئے اس طرح دوسرا شخص اپنی بڑائی اور اہمیت محسوس کرے گا بس یہی چیز اس کو آپ کی دعوت کے بارے میں اپنے موقف پر از سر نو غور کرنے پر آمادہ کر سکتی ہے البتہ یہ بات اہم ہے کہ آپ کا موقف دوٹوک اور واضح ہو اس میں کوئی ابہام نہ ہو۔ اصل کام احساس زیاں پیدا کرنا ہوتا ہے اور کسی کو ناراض کر کے آپ یہ مقصد حاصل نہیں کر سکتے گرانے کے لئے ایک دھکا کافی ہے لیکن تعمیر خاصا وقت لیتی ہے آپ کا ایک تعریفی جملہ بعض اوقات دوسرے کی تقدیر بدل سکتا ہے کسی کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھایئے ایک بار داعیہ پیدا ہو جائے تو انسان قوت ارادی سے کام لے کر اپنے آپ کو بدل ڈالتا ہے۔ تعلقات استوار کرتے وقت انسانی کمزوریوں سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ اور تعریف سننا انسانوں کی بہت بڑی کمزوری ہے نیک آدمی اجر و ثواب پر بڑا حریص واقع ہوا ہے لہٰذا اس معاملہ میں بھی شیطان خفیہ چالیں چلتا ہے کبھی کم اہم کاموں کی جانب لگا دیتا ہے کبھی اجر و ثواب کو چند مخصوص عبادات میں محصور کر کے دکھاتا ہے سوچنے کی بات ہے صحابہ کرامؓ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں کیوں پھیل گئے حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ کے برابر اور مسجد نبوی میں ایک نماز کی ادائیگی کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے معلوم ہوا دعوت دین کا کام اس سے کہیں بڑھ کر قدر و قیمت کا حامل تھا۔ تعریف کے بھوکے لوگ سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے کیا کیا ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں لیکن نیک لوگ کسی کی پرواہ نہیں کرتے اللہ کی رضا جوئی کے لئے کام جاری رکھتے ہیں۔

Marfat.com

6- نظام زندگی

اسلام میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی غیر مشروط اطاعت کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ چونکہ اللہ براہ راست بندوں سے مخاطب نہیں ہوتا لہٰذا اس کی اطاعت رسول ﷺ کی اطاعت سے وابستہ ہے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ — "جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

(الانعام : - 91)

انسان مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے اس طرح مختلف ادارے وجود میں آتے رہتے ہیں۔ جن میں ریاست طاقتور ترین ادارہ ہے۔ اسلامی ریاست کے قیام کے بغیر اسلامی نظام زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی ریاست میں ایسا سربراہ منتخب کیا جاتا ہے جو تقویٰ و پرہیز گاری میں یکتا اور نظام حکومت کو دوسروں سے بہتر سمجھنے میں ممتاز ہو۔ سربراہ ریاست ایک طرف اللہ کے سامنے اور دوسری جانب عوام کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے اس کا کام قانون الٰہی کو نافذ کرنا ہوتا ہے عوام کی اکثریت تو درکنار سارے لوگ مل کر بھی کسی ایک قانون کو تبدیل نہیں کر سکتے آپس کے معاملات شورائی طریقے سے حل ہوتے ہیں اور عوام کی آراء کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے۔

وامرھم شوری بینھم۔ — "ان کے معاملات باہمی مشاورت سے طے ہوتے ہیں۔"

(الشوریٰ : 38)

اسلامی اجتماعیت شرف انسانی اور خوف خدا پر استوار ہوتی ہے عدل و انصاف اس کا طرہ امتیاز ہوتا ہے عمومی اعتبار سے ہر شخص اللہ کا خلیفہ ہے لہٰذا حکمرانوں کی اطاعت کے سلسلہ میں معروف کی شرط پورا کئے بغیر آدمی پابند نہیں ہوتا۔ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔

لا طاعة المخلوق فی معصیبة الخالق۔ — "خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہو سکتی۔"

(مشکوٰۃ: 331)

Marfat.com

حکمران راہنمائی کرتے ہیں اور عوام نگرانی۔ نظم جماعت کا یہ عالم ہو کہ نقصان برداشت کر کے بھی اطاعت امیر سے منحرف نہ ہوں اور دوسری جانب ایک عام آدمی بھی خلیفہ وقت کا محاسبہ کرتا نظر آئے۔

اس لئے سارے امتیازات کو ختم کر کے فضیلت کا ایک جامع معیار دے دیا گیا۔

ان اکرمکم عنداللہ اتقکم۔ "اللہ کے ہاں عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے۔" (الحجرات : 13)

سرداری' مالداری اور نسلی تفاخر کے سارے بت ٹوٹ گئے کمزور سے کمزور اور غریب سے غریب آدمی کے لئے بھی بلند ترین مناصب پر پہنچنا ممکن ہو گیا حتی کہ منصب کی خواہش کو نااہلیت کی علامت قرار دے دیا گیا۔

؎ ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اس نظام کے پروردہ لوگ استقامت اور عزیمت کے بلند مقام پر فائز ہو جاتے ہیں ان کے پیش نظر رسول اکرم ﷺ کا وہ جواب ہوتا ہے جو آپؐ نے چچا کے ذریعہ قریش کے اس وفد کو دیا تھا جو آپ کے پاس اقتدار کی پیش کش لے کر آیا تھا۔

"میرے ایک ہاتھ پر اگر چاند اور دوسرے پر سورج بھی رکھ دیا جائے تب بھی دعوت دین سے باز نہ آؤں گا خواہ اس میں میری جان کیوں نہ چلی جائے۔"

وہ نہ دباؤ اور لالچ میں آتے ہیں اور نہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرتے ہیں اخلاقی حدود کے اندر ضابطوں کی پابندی ان کا شعار ہوتا ہے ایسا باحمیت اور جرات مندانہ انداز جدوجہد شاید ہی کہیں اور نظر آئے۔

اس نظام کے تحت آپ کو لاتعلقی اور بے نیازی کے مظاہر نہیں بلکہ اخوت و محبت کا معمول نظر آئے گا۔ مناصب کی کشمکش اور مادی مسابقت کے برعکس خیر خواہی اور ہمدردی کا التزام ملے گا جس کا آغاز سرور دو عالم ﷺ نے مواخاۃ مدینہ کے ذریعے کیا بھائی چارے کی ایسی فضاء چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہو گی۔ یہ ایسا نظام ہے جس میں نیکی اور بھلائی کو نشوونما ملتی ہے جبکہ برائی کی قوتیں دب جاتی ہیں زکوۃ اور صدقات کے ذریعے دولت امیروں سے غریبوں کی طرف منتقل ہوتی ہے حتی کہ خوشحالی

Marfat.com

کا ایسا دور آ جاتا ہے کہ کوئی زکوۃ لینے والا نہیں ملتا۔ مخالف اسلام قوتوں کے سامنے ناقابل شکست جذبوں کے باوجود فراخدلانہ رویہ اور صابرانہ طرز عمل ہی دعوت کے چہرے کا حسن ہوتا ہے یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے۔

دعوت کا مزاج اور خصوصیات

اسلامی دعوت اپنے مزاج اور خصوصیات کے اعتبار سے منفرد مقام کی حامل ہے دعوت کے میدان میں اترنے سے قبل اس کے مزاج اور امتیازی خصائص سے واقفیت ازبس ضروری ہے نمایاں اوصاف سے واقفیت کے بغیر کوئی شخص اچھا داعی ثابت نہیں ہو سکتا جس شخص پر اپنی ہی دعوت کے خدوخال واضح نہ ہوں۔ وہ بھلا دوسروں کو کیا خاک متاثر کر سکے گا۔ اسلامی دعوت درج ذیل خصوصیات کی حامل ہوتی ہے۔

1- عالمگیریت

اسلامی دعوت اپنی نوعیت کے اعتبار سے عالمگیر شان کی حامل ہے اس کے مخاطب کسی خاص خطے یا علاقے کے لوگ نہیں بلکہ پوری انسانیت ہے اس کے ذریعے خیر کی مختلف النوع اور منتشر کاوشوں کو ایک رخ پر جمع کیا جاتا ہے۔ علاقائی' قومی اور بین الاقوامی سطح پر ہر طبقے اور تنظیم کے دروازے پر دستک دی جاتی ہے تاکہ سلیم الطبع لوگ اسے قبول کر کے اس کے دست و بازو بن جائیں۔ اس کا آفاقی مزاج اسے کسی مخصوص علاقے میں محصور اور محدود رہنے سے باز رکھتا ہے۔ جغرافیائی سرحدیں اس کے راستے کی دیوار نہیں بن سکتیں۔ دنیا میں واحد یہی دعوت ہے جو سب کے لئے قابل قبول ہو سکتی ہے۔ کیونکہ نظریاتی اعتبار سے فطرت کے عین قریب اور عملی اعتبار سے نظام کائنات سے مطابقت رکھتی ہے۔

2- جامعیت

زندگی کا کوئی قابل ذکر شعبہ اس کے دائرہ کار سے باہر نہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر دینوی اور اخروی نجات حاصل کی جا سکتی ہے رموز حکمرانی اور معاشرتی پیچیدگیوں سے لے کر کھانے پینے اور چلنے پھرنے کے

Marfat.com

آداب تک غرضیکہ ہر قسم کی راہنمائی موجود ہے انسانی زندگی کے جس جس شعبہ میں بگاڑ کا امکاں ہے اس کی اصلاح کا طریق کار پہلے سے بیان کر دیا گیا ہے ہر بیماری کا علاج مل جائے گا۔ جامع تعلیمات کے ساتھ ساتھ سیرت پاک کو اسوہ حسن قرار دیا گیا۔ اخلاقی' روحانی' اعتقادی' نظریاتی' ذہنی' نفسیاتی' نفسانی' معاشرتی' سیاسی' معاشی' تعلیمی' تربیتی' قانونی' ازدواجی غرضیکہ ہر شعبہ زندگی کی اصلاح کا سامان موجود ہے۔

3- خالصیت

یہ دعوت قرآن و سنت سے ماخوذ اسلامی تاریخ کے خالص دینی تصورات کی حامل ہے۔ فکری و علمی سطح پر اس خالصیت کا حصول اس کا نمایاں وصف ہے جس کا حکم آیت

لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین ○ — "اس کے دین میں خالصیت کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو۔"

(البینہ : 5)

میں دیا گیا ہے۔

لوگوں کو متحرک کرنے کے لئے حب الٰہی' حب رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ پر زور دیا جاتا ہے تاکہ تقوی و طہارت' صدق و اخلاص اور ایثار و قربانی ان کا شعار بن جائے۔ پانی چشمہ سے نکل کر جوں جوں آگے بڑھتا ہے گدلا ہوتا چلا جاتا ہے۔ لہٰذا عملی زندگی کے وہی احوال و کیفیات درست قرار پائیں گے جو سیرت مصطفوی ﷺ کے قریب تر ہوں گے۔ اس طرح ذات مصطفوی ﷺ کے چشمہ صافی کے فیوض و برکات سے استفادہ ممکن ہو سکے گا۔

یوم اکملت لکم دینکم — "آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔"

(المائدہ : 3)

کے اعلان کے بعد کسی کمی بیشی کی ضرورت باقی نہیں رہی عقائد ہوں یا نظریات' اعمال ہوں یا اخلاق جس کی سند قرآن و سنت سے نہ لائی جا سکے سمجھ لیں مرور ایام کے ساتھ اس میں کچھ نہ کچھ آمیزش ہو چکی ہے۔ نظریاتی اور عملی خالصیت کو برقرار رکھنا بہت

Marfat.com

ضروری ہے۔

4- صالحیت اور روحانیت

نیکی و پرہیزگاری صرف ظاہری طور پر اعمال کے بجا لانے کا نام نہیں بلکہ ساتھ ساتھ احوال و کیفیات کی تبدیلی بھی ضروری ہے۔ ہر عمل کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن ہر ایک کے تقاضے جدا جدا ہوتے ہیں اور ان کی یکجائی کا نام کمال ہے۔ نماز کے بارے میں ارشاد باری ہے۔

قدا افلح المومنون ○ الذین
هم فی صلوا تهم خاشعون
(المومنون : 1 - 2)

"وہی مومن کامیاب ہوں گے جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔"

خشوع کا تعلق باطنی کیفیت سے ہے گویا ظاہرا" تمام تر لوازمات کے ساتھ ادا کی گئی نماز بھی کامیابی کی ضمانت فراہم نہیں کرتی جب تک کہ باطن میں خشوع کی کیفیت پیدا نہ ہو گویا منہ کعبہ کی طرف ہو تو دل رب کعبہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ خوشنما الفاظ اور شعلہ نوائیوں سے کام نہیں چلتا۔ اسلامی دعوت اپنے مزاج کے اعتبار سے دل اور روح کے دروازے پر دستک دیتی ہے کیونکہ تاثیر باطنی کیفیات سے جنم لیا کرتی ہے۔ دل شان استغناء سے محروم اور قلب رقت سے خالی ہوں تو وعظ و نصیحت اور دعوت و تبلیغ میں اثر کہاں سے آئے یہی وجہ ہے کہ ہمارے دور میں وعظ و نصیحت کی کمی نہیں دھڑا دھڑ مذہبی لٹریچر چھپ رہا ہے ذرائع علم پہلے سے کہیں بڑھ کر میسر ہیں مسجدوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے لیکن اثر باقی نہیں رہا۔ لوگ دن بدن اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ تعلیمات کے ڈھانچے سے روح محمدؐ نکال کر ہم صالحیت کے پھل کا مزہ چکھنا چاہتے ہیں۔

ع ایں خیال است و محال است و جنوں است

محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ قیل و قال سے نکل کر جب تک حال نہ بن جائے اعمال کے مردہ جسم کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ فکر و عمل کی یہ

Marfat.com

اثر آفریں کیفیات ہی دعوت اسلامی کا نمایاں وصف ہیں۔

4- انسانی مساوات

دعوت اسلامی بحیثیت انسان سب کو برابری کی سطح پر رکھتی ہے لہٰذا ہر فرد انسانی حقوق کا یکساں حق دار ہے۔ یہ کسی قسم کے امتیازات کو روا رکھنے کی قائل نہیں اونچ نیچ کے سارے فرق مٹا کر صرف تقوی و پرہیز گاری کو معیار فضیلت قرار دیا۔ قرب الٰہی کے حصول کے دروازے بھی سب کے لئے یکساں کھلے ہیں اپنی اپنی ہمت کے مطابق ہر کوئی رضائے الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔ مساوات کا یہی تصور حقیقی اور فطری نوعیت کا حامل ہے ورنہ جبری مساوات زیادہ عرصہ نہیں چل سکتی۔ یہ دعوت خالص نظریاتی بنیادوں پر قائم ہے لہٰذا کسی شخص کا درجہ اور مقام اسی حوالے سے پرکھا جاتا ہے کہ کون کتنا مخلص ہے فخر و افتخار کے سارے بتوں کو توڑ ڈالا گیا۔

5- دین و دنیا کی وحدت

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مذہب بندے اور خدا کا ذاتی معاملہ ہے رہے امور دنیا اور کاروبار حیات تو ان میں مذہب کا کیا دخل؟ نظام سیاست و معیشت تو انسان اپنی عقل کے مطابق استوار کرتا ہے۔ اس تصور کی بنیاد پر انسانی زندگی دوئی کا شکار ہو کر تضادات کا مجموعہ بن گئی۔ اسلامی طرز حیات نے اس دوئی اور تضاد کا خاتمہ کیا حکمرانی کا ایک صالح تصور پیش کیا عدل پر مبنی نظام معیشت استوار کیا اور حکمران ہوں یا رعایا ہر ایک کو مسئول ٹھہرایا۔ اصل میں دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے اور انسانی زندگی کا ہر پہلو اس کے دائرہ اختیار میں آتا ہے کسی امر کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا تعلق دین کے ساتھ نہیں۔ اسلام نے دین و دنیا کی یکجائی کا تصور دیا ہے۔

6- اخلاقی قدروں کی حفاظت

اسلامی دعوت تمام انسانی اخلاقی قدروں کی حامل ہوتی ہے۔ مسلمان حاکم ہوں یا محکوم اخلاقی قدروں کی حفاظت ہر حال میں کرنا ہوتی ہے۔ حتی کہ میدان جنگ اور

Marfat.com

مفتوح علاقوں میں بھی اخلاقی اصول پامال کرنے کی اجازت نہیں۔ جہاں کہیں بھی اسلامی دعوت اٹھے گی سب سے پہلے انہی مٹی ہوئی قدروں کی بحالی کا سامان کرے گی کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔

"مجھے تکمیل اخلاق کے لئے مبعوث کیا گیا۔"

(بیہقی : 10 - 192)

اور آپ ﷺ کے بارے میں قرآن ناطق ہے کہ

انک لعلی خلق عظیم

"آپ اخلاق کے اونچے درجے پر فائز ہیں۔"

(القلم : - 4)

معاملہ بدترین دشمنوں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو یا ناقابل تلافی جانی و مالی نقصان کا احتمال ہی کیوں نہ ہو اخلاقی اصولوں کا دامن تھامے رکھنے کا اہتمام تاریخ انسانی میں اسلامی دعوت کے سوا کہیں اور نہ ملے گا۔

7 - انقلابیت

یہ ایک جامع انقلابی دعوت ہے۔ اثر و نفوذ' پھیلاؤ اور قوت اس کے مزاج میں شامل ہے چراغ سے چراغ جلتا ہے اور پھر سیل رواں بن کر رکاوٹوں کو دور کرتی ہوئی جانب منزل بڑھتی چلی جاتی ہے۔ محبتوں' جذبوں' قربانیوں کے اس سیلاب کے سامنے بند باندھنا ممکن نہیں رہتا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ نئی آن بان کے ساتھ جلوہ گر ہوتی رہتی ہے۔ یہ ہمہ گیر انقلاب کی دعوت ہے جس میں ہر شخص کو عزت و آبرو کی ضمانت ملتی ہے حقوق اور جائز مفادات کا تحفظ ملتا ہے۔ فکر و عمل کے پیمانے بدل جاتے ہیں معاشی تعطل دور ہوتا ہے اور دیانتداری پر قائم رہ کر رزق حلال کے ذریعے اپنا وجود برقرار رکھنا ممکن بن جاتا ہے۔ استحصالی اور طاغوتی قوتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے لہٰذا کوئی کسی کا حق سلب نہیں کر سکتا۔

8 - راہ اعتدال

افراط و تفریط سے بچنا اور اعتدال کی روش اپنانا اسلامی شعار ہے یہاں انتہا

Marfat.com

پسندی کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے اور معتدل مزاجی پسندیدہ فعل ٹھہرتا ہے راہ اعتدال اختیار کرنے سے انسان بہت سی پریشانیوں اور ٹھوکروں سے بچ جاتا ہے اسی لئے مسلمانوں کو امت وسط کے لقب سے موسوم کیا گیا۔

کذالک جعلنکم امة وسطا
(البقرہ : 143)

"اور اس طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا۔"

یسے بھی " خیر الامور اوسطھا" یعنی بہترین کام وہ ہوے ہیں جو اعتدال پر ہوں۔

دعوت کے اوصاف

قرآنی منہاج اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق دعوت پانچ اوصاف کی حامل ہونی چاہئے۔

1- تبلیغ

قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

بلغ ماانزل الیک
(المائدہ : 67 -)

"اے نبی! جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا اسے لوگوں تک پہنچا دیجئے۔"

آپ ﷺ نے کار نبوت کے تیئس سالوں میں ایسی تبلیغ کی جیسا کہ تبلیغ کرنے کا حق تھا آپ ﷺ نے آخری خطبہ میں یہ ارشاد فرما کر کہ جس نے مجھ سے ایک آیت بھی سنی ہو اسے آگے پہنچائے اس ذمہ داری کو امت پر ڈال دیا کیونکہ دعوت کے لئے تبلیغ کا ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ ہر ایک کے حسب حال بات کو پہنچایا جائے اور اس طرح رابطہ رکھا جائے کہ ساتھ ساتھ یاد دہانی ہوتی رہے اور کوئی سبق بھولنے ہونے نہ پائے۔

2- دعوت

دعوت کا لفظی مطلب تو بلانا اور پکارنا ہے لیکن اصطلاحاً" اللہ کی جانب بلانا ہے اس بلاوے میں خیرخواہی' ہمدردی اور دلسوزی کوٹ کوٹ کر بھری ہونی چاہئے۔ دوڑ

Marfat.com

دھوپ میں سچی تڑپ اور لگن کا اظہار ہو۔ دینوی مفادات کی پرچھائیاں بھی قریب پھٹکنے نہ پائیں۔ عوام الناس کو راہ راست کی جانب لانے کے لئے ہر ممکن طریقہ آزمایا جائے تاکہ لوگ جوق در جوق اللہ کی جانب متوجہ ہو جائیں۔

3- تذکیر

انسان طبعی غفلت اور گوناں گوں مصروفیات کے باعث شیطانی وساوس کا شکار ہو جاتا ہے اسے یاد دہانی کی کس قدر ضرورت ہے اس بات کا اندازہ پانچ وقت کی اذان سے لگایا جا سکتا ہے۔ دعوت میں یاد دہانی کا عنصر غالب ہونا چاہئے آدمی کو بار بار متوجہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے نسیان اور ذہول عام مشاہدے کی باتیں ہیں اسی لئے فرمایا گیا۔

فذکر انما انت مذکر (الغاشیہ - 21)

"اے نبی ﷺ! آپ یاد دہانی کرواتے رہا کریں بے شک آپؐ یاد دہانی کروانے والے ہیں۔"

4- تبشیر

خوشخبری دل کو بھانے والی چیز ہے اچھی خبر کی طرف دل مائل ہوتے ہیں اس لئے حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "آسانی پیدا کیا کرو تنگی نہ کرو۔" دین کو آسان کر کے پیش کرنا چاہئے ورنہ لوگ متنفر ہو جائیں گے۔ دعوتی مقاصد کے لئے لوگوں کو اللہ کے غضب سے ڈرانے کی نسبت اس کی رحمت کی امید زیادہ دلانی چاہئے کیونکہ اللہ کی صفت رحمت دیگر تمام صفات پر غالب ہے اس لئے دعوت کے اوصاف میں سے ایک بشارت دینا بھی ہے۔

5- انذار

سب لوگ ایک جیسے نہیں بلکہ طبیعت اور مزاج مختلف ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ رحمت مغفرت اور بشارتیں سن کر گناہوں پر جری ہو جاتے ہیں ان کو اللہ کے غضب اور عذاب سے ڈرانے کی ضرورت ہوتی ہے اسی لئے فرمایا گیا کہ

Marfat.com

انا ارسلنک شاھدا ومبشرا و نذیرا۔

(الفتح : 8 -)

"بے شک آپ کو شاھد، مبشر اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا۔"

دعوت کے حوالے سے چونکہ امانت اور ذمہ داری کا تصور ابھرتا ہے مایوسیوں کو ختم کر کے امید کے چراغ روشن کرنے کے لئے رحمت و مغفرت کی بشارت درکار ہے جبکہ لاپرواہی اور غفلت کے سدباب کے لئے اللہ کے عذاب سے ڈرانا اشد ضروری ہے کیونکہ غلط راستوں سے باز رکھنے کے لئے ڈر اور خوف مجرب نسخے ہیں۔

ذمہ داری کی نوعیت

دعوت کے حوالے سے ذمہ داری تین طرح کی ہوتی ہے۔

1- انفرادی

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایسا فریضہ ہے جس سے کوئی مسلمان مستثنیٰ نہیں حسب استطاعت منکرات کو قوت سے روکنا ہے اور اس کا ادنیٰ ترین درجہ دل سے برا سمجھنا ہے ورنہ اس کے بعد ایمان کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا۔

2- اجتماعی

انفرادی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ من حیث الامت بھی یہ فریضہ سرانجام دینا ضروری ہے کیونکہ امت کا احیاء اور اس کی بقا دعوت کے ساتھ وابستہ ہے کار دعوت سے غفلت کے باعث امت سکڑتے سکڑتے معدوم بھی ہو سکتی ہے ویسے بھی قوت جمعیت سے ہے اور قوت کے بغیر برائی کا قلع قلمع کر کے عامتہ الناس کو نیکی اور بھلائی کی جانب موڑ دینا ممکن نہیں۔

3- گروہی

اگر پوری امت یہ فریضہ سرانجام نہ دے رہی ہو تو کم از کم ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو پوری امت کی نمائندگی کرتے ہوئے دعوتی کام کو بطریق احسن جاری رکھے

Marfat.com

مجموعی طور پر تو پوری امت ذمہ دار ہے لیکن ایک گروہ اس کام پر لگ جائے تو فریضہ ٹل جائے گا اس کے دو درجے ہیں۔

(الف) تبلیغ

یعنی حالات سازگار بنانا لوگوں کو تیار کرنا۔ پیار و محبت سے سمجھانا اس حوالے سے نبی علیہ الصلوۃ واسلام کو فرمایا گیا "آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں گویا تذکیر اور تبلیغ کے حوالے سے سختی نہیں ہو گی۔ بنیادی طور پر اس فلسفہ کا تعلق غیر مسلموں سے ہے جنہیں اسلام کی جانب متوجہ کرنا ہے لہٰذا قوت کا استعمال نہیں کیا جائے گا ضمنی طور پر اس کا اطلاق بگڑے ہوئے مسلمانوں پر بھی کیا جا سکتا ہے۔

(ب) تنفیذ

دوسرا درجہ تنفیذ کا ہے اس ضمن میں کسی کا لحاظ کئے بغیر اسلامی نظام کو طاقت کے ذریعے نافذ کر دیا جائے گا۔ اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دی جائے گی اور یہی مطلب ہے۔

ان مکنھم فی الارض وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔

"جب ہم ان کو زمین میں اقتدار دیتے ہیں تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔"

(الحج : - 41)

اس ضمن میں صرف غیر مسلموں کو ان کے خصوصی حقوق کی رعایت کے علاوہ مسلمانوں کے لئے کوئی استثناء نہیں ہوتا۔

دعوت کے مخاطبین

دعوت کے مخاطبین میں مختلف قسموں اور ہر سطح کے لوگ شامل ہوتے ہیں سب کے ساتھ ایک جیسا معاملہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک کم پڑھے لکھے یا ان پڑھ آدمی کے سامنے منطق و فلسفہ کی بحثیں بے معنی ہیں۔ مخاطب کی ذہنی سطح اور عمر کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے عام طور پر جن مخاطبین سے واسطہ پڑتا ہے ان کی ...ح ذیل

Marfat.com

قسمیں ہیں۔

پہلی تقسیم

1- شہری اور دیہاتی
2- غریب' متوسط اور امیر لوگ
3- اعلیٰ' متوسط اور کم تعلیم یافتہ لوگ
4- بچے' جوان' بوڑھے
5- مرد اور خواتین

دوسری تقسیم

1- حق کے متلاشی
2- حق کے مخالفین اور ہٹ دھرم
3- غیر جانبدار
4- صاحب منصب لوگ
5- بے خبر اور لاپرواہ
6- اہل کتاب
7- کفار و مشرکین
8- آزاد خیال اور بے دین
9- کم چور

Marfat.com

تیسرا باب

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

Marfat.com

Marfat.com

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

1- جماعت کی ضرورت

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دعوت و تبلیغ کا کام انفرادی سطح پر جاری رہنا چاہئے اس مقصد کے لئے جماعت بندی کی ضرورت نہیں جماعت کی اہمیت اور ضرورت سے متعلق احادیث کو وہ سیاسی ہیئت اجتماعیہ سے منسوب کر کے دعوتی مقاصد کے لئے اس کی ضرورت کی نفی کر دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں ہر مسلمان حسب استطاعت فریضہ تبلیغ ادا کرنے کا مکلف ہے۔ لہٰذا انفرادی سطح پر بھی تبلیغ کا کام جاری رہے گا لیکن قیام جماعت کی نفی کم علمی کے باعث کی جاتی ہے۔ یہ بات بادنی تامل سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اسلام دین اجتماعیت ہے اور یہ شان اس کی جملہ عبادات میں نظر آتی ہے کار دعوت کی انجام دہی کے لئے قیام جماعت کا براہ راست حکم بھی دیا گیا ہے جس کی موجودگی میں کسی دوسری تاویل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر۔
(آل عمران : 104)

"اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہئے جو نیکی کی طرف بلائے۔"

رسول اکرم ﷺ نے بھی التزام جماعت اور سمع و طاعت کا حکم دیا۔

آمرکم بخمس اللہ امرنی بھن بالجماعة والسمع والطاعة والهجرة والجهاد۔
(مسند احمد)

"میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں ان کا حکم مجھے اللہ نے دیا ہے قیام جماعت' سمع' طاعت' ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ۔"

یہی وجہ ہے کہ دعوت و تبلیغ کے قواعد و ضوابط کی تعلیم بحیثیت فن دی جاتی ہے کیونکہ اسلام اپنے نام اور کام کے اعتبار سے جامعیت' ہمہ گیریت اور عالمگیریت کا حامل ہے جس میں پھیل جانے کی صلاحیت پائی جاتی ہے لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دعوت و ارشاد کا ایک پورا نظام دے دیا۔

داعین کی تعداد میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا چلا جائے گا ان کا جھٹلانا مشکل بن

Marfat.com

جائے گا۔ جیسا کہ ایک بستی کا ذکر آیا ہے۔

اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبو ھما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون۔

(یسین:14)

"جب ہم نے ان کے پاس دو رسول بھیجے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے کا اضافہ کر کے ان کو معزز کیا اور انہوں نے کہا ہم تمہاری جانب بھیجے گئے ہیں۔"

مسند احمد میں ہے۔ "اگر کہیں تین آدمی جمع ہو جائیں تو ضروری ہے کہ ایک کو اپنا امیر بنا لیں۔"

دعوت دین کے لئے جماعت اور تنظیم کا انکار وہی کم ہمت لوگ کرتے ہیں جو خود کوئی تنظیم کھڑی کرنے کے اہل نہیں ہوتے جبکہ کسی دوسری تنظیم میں شمولیت اس لئے اختیار نہیں کرتے کہ پندار نفس آڑے آتا ہے لہٰذا طرز فکر اور نفس کی اصلاح کے بجائے ضرورت جماعت اور تنظیم بندی کے خلاف دلائل دینا شروع کر دیتے ہیں بالفرض تنظیم کار دعوت کی شرعی ضرورت نہ بھی ہو تب بھی اس دور کے مبلغین کی تمدنی ضرورت بن چکی ہے جسے درجہ استحباب سے تو کوئی خارج نہیں کر سکتا۔ جس طرح دور اوّل میں کالج اور یونیورسٹیاں نہ ہونے کے باوجود تعلیم تو دی جاتی تھی اسی طرح جماعت بندی کی موجودہ داخلہ فیس رکنیت فارم اور دیگر مظاہر کی عدم موجودگی کے باوجود قدیم دور میں تنظیم کا وجود بھی پایا جاتا تھا بلکہ اس سے کہیں بہتر طور پر موجود تھا۔ اصل چیز اجتماعیت کا احساس' اخوت و محبت' اطاعت امیر ہے شکایت نہ کی جائے خامیوں کی اصلاح کی جائے باطل قوتوں نے تنظیم سازی کا کام شروع کر دیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسلام اس کا مخالف ہے جماعت مقصد' جدوجہد' اطاعت اور راہنمائی سے بنتی ہے۔ بعض لوگ تنظیم کی اہمیت کو تسلیم کرنے کے باوجود حیلے بہانوں سے شمولیت اختیار نہیں کرتے اللہ کے ہاں بہانے نہیں چلیں گے۔ اولو الامر سے مراد صرف حکمران نہیں بلکہ صاحب علم افراد بھی ہیں اطاعت امیر سے متعلق جملہ احادیث کو حکمرانوں سے متعلق کر دینا بہت بڑی ناانصافی ہے خصوصاً" موجودہ دور کے بدکردار اور سیکولر ذہن کے حامل مسلمان حکمران قطعاً" اطاعت کے لائق نہیں۔ سیاسی اقتدار حاصل ہونے

Marfat.com

سے قبل مکی دور میں بھی تو صاحب امر لوگوں کی اطاعت واجب تھی۔ یہ صاحب حیثیت اہل علم مسلمان ہی ہو سکتے ہیں۔ ورنہ وہاں تو کسی مسلمان کی حکمرانی کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔

2- دعوتی سفر

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اپنے گھربار اور قریبی ماحول کو چھوڑ کر دور دراز کے دعوتی اور تبلیغی اسفار کی آخر کیا جوازیت ہے؟ دعوتی حکمت عملی کے تحت کام کا آغاز یقیناً" گھر سے کرنا چاہئے پھر قریبی ماحول اور رشتہ داروں میں اور اس کے بعد دور دراز علاقوں میں۔ لیکن یہ طریق کار اس کے وجوب پر دلالت نہیں کرتا دوسری اہم بات یہ ہے کہ کسی دور دراز مقام پر قبول حق کے امکانات زیادہ ہوں تو اقرباء کا انکار وہاں جا کر تبلیغ کرنے میں مانع نہیں ہو سکتا۔ سنت نبوی ﷺ اس پر گواہ ہے کہ مکہ میں ابھی چند لوگ ہی ایمان لائے تھے کہ پہلے آپؐ نے طائف کا سفر کیا اور پھر مدینہ ہجرت فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ اسلام مدین میں تھے حکم ہوا مصر جا کر فرعون کو دعوت دو۔

اذھب الی فرعون انه طغی۔ (طه: 24)

"فرعون کی طرف جاؤ بے شک اس نے سرکشی اختیار کی ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حجاز سے عراق جا کر نمرود کو دعوت دینے کا ارشاد ہوا۔ اسی طرح علم اور عبرت حاصل کرنے کے لئے بھی سفر کرنے کا حکم ہے۔

افلم یسیروا فی الارض

"کیا یہ لوگ دنیا میں سفر نہیں کرتے؟"

ممانعت اسی صورت میں ہے جبکہ حق داروں کا حق مارا جائے جیسا کہ اہل قرابت وغیرہ۔ اہل خانہ' رشتہ داروں اور قریبی ماحول میں اتمام حجت کے بعد دیگر علاقوں میں دعوت کے کام کی نہ صرف کوئی ممانعت نہیں بلکہ ایسا کرنا بے حد ضروری ہے سستی اور لاپرواہی قابل مواخذہ ہو گی۔ جو کچھ کسی کو معلوم ہے اسے آگے پہنچانا ہر مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

Marfat.com

3- البلاغ کا مفہوم

وما علینا الا البلاغ (یسین: - 17)

"اور ہم پر پیغام پہنچا دینے کے علاوہ اور کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔"

یہ جملہ اکثر مذہبی تقاریر کے آخر میں سننے کو ملتا ہے لفظ "بلاغ" کے مفہوم کے تعین کے بارے میں بہت غلط فہمی پائی جاتی ہے اکثر واعظین نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ان کا کام صرف تقریر کرنا ہے دعوت و تبلیغ کے ضمن میں ان کی اپنی ذات اور دوسروں کے حوالے سے کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اس کا ادراک نہیں کرتے بلکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ معلومات اور تعلیمات پھینکی جاتی ہیں خیر خواہی اور دلسوزی کے آثار دور دور تک نہیں پائے جاتے۔

اگر صرف معلومات پہنچانا ہی کافی ہوتا تو قرآن مجید میں کچھ اصول اور ضابطے شق وار درج کر دیئے جاتے کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو اس کے برعکس طریق استدلال اور اس کی انواع و اقسام کا ذکر نہ ہوتا۔ حکمت اور موعظت کی بات نہ ہوتی، مخاطب کے مزاج' ذہنیت اور احوال کا لحاظ نہ رکھا جاتا۔ فصاحت و بلاغت کو در خور اعتناء نہ سمجھا جاتا۔ آتش شوق بھڑکانے کی سبیلیں نہ کی جاتیں۔ ایک ایک مضمون کو بیسیوں پیرائیوں میں بیان نہ کیا جاتا تنوع مضامین کی رعایت نہ کی جاتی۔ معلوم ہوا مخاطب کے حالات' آمادگی اور صلاحیت قبول کا لحاظ رکھنا آداب دعوت کا تقاضا ہے بعض اوقات کچھ لوگوں کو تبلیغ نہ کرنا ہی مصلحت شرعی ہوتی ہے کیونکہ مخاطب ضد میں آکر ہمیشہ کے لئے قبول دعوت سے محروم ہو سکتا ہے معلوم ہوا "بلاغ" کا مطلب تعلیمات کو کانوں میں صرف ٹھونسا نہیں بلکہ خیر خواہی اور دلسوزی بھی مقصود ہے۔ دعوت قبول کرنا یا نہ کرنا اگرچہ مخاطب کی مرضی پر منحصر ہے اور ہدایت کا اختیار تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اللہ یھدی من یشاء

"اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے۔"

لیکن اس کا قطعاً" یہ مطلب نہیں کہ داعی جانفشانی کا مظاہرہ نہ کرے نبی اکرم

Marfat.com

ﷺ کفار کے انکار اسلام پر سخت رنجیدہ ہوتے آپؐ کی پوری کوشش ہوتی کہ یہ لوگ حق قبول کرلیں آپ نے اس دعوتی جذبہ خیر خواہی کو نکتہ عروج تک پہنچا دیا تھا۔ ہدایت دینا اگرچہ داعی کے اختیار میں نہیں لیکن چارہ جوئی کی آخری حدود تک جانا اس کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ اپنی ساری توانائیاں اور صلاحیتیں کھپا دینا تو اس کی ڈیوٹی بنتی ہے۔ جب تمام تر مساعی کے باوجود دعوت کی قبولیت کے آثار پیدا نہ ہوں سارا زور لگا دینے کے باوصف کوئی ماننے کے لئے تیار نہ ہو تو اس کے بعد رنجیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں تبلیغ کا حق ادا کر دیا گیا کیونکہ لغوی اعتبار سے تبلیغ کا مطلب کسی چیز کو اس کے مدعا و منشاء کی آخری حد تک پہنچا دینے کا نام ہے۔ جس طرح ایک کسان کھیتی کو ہموار اور تیار کر کے چھوڑ نہیں دیتا بلکہ بیج ڈال کر پھل پھول آنے اور برگ و بار لانے تک مسلسل نگرانی کرتا ہے کسی بھی سطح پر اس کی غفلت اور لاپرواہی ساری محنت پر پانی پھیر سکتی ہے۔ "اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی شخص اپنی محنت کا پھل نہیں کھا سکتا۔" اس اعتقاد کے باوجود کسان کھیتی پر پوری جان ماری کرتا ہے اس مثال سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے کہ داعی کو مخاطب کی ہدایت کے لئے عملی اعتبار سے کسان کی طرح محنت کرنی چاہئے صرف زبان سے کہہ کر اپنے آپ کو بری الذمہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔ آنحضرت ﷺ کے دعوت میں غیر معمولی انہماک نے آپؐ کو جب انتہائی رنجیدہ اور غمزدہ کر دیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے از راہ محبت اتنی مشقت کرنے سے منع فرمایا۔ آج کل اکثر واعظین ذرا سا بھی درد سر لئے بغیر صرف قولی تبلیغ پر اکتفا کر کے بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔

4- نتیجہ خیزی کی ضمانت

بعض لوگ یہ موقف بڑی شدد مد کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ اس دنیا کی کامیابی یا ناکامی کوئی معنی نہیں رکھتی یہاں ناکام ہو کر بھی کامیاب ہوا جا سکتا ہے کیونکہ اصل کامیابی تو آخرت کی کامیابی ہے یہ موقف اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے یا انہیں سند جواز فراہم کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے اسلامی تعلیمات اس موقف کی نفی کرتی ہیں۔ آخرت کی کامیابی یقیناً" فوز عظیم ہے کوئی مسلمان اس کا انکاری نہیں لیکن اس

Marfat.com

سے دنیا میں فوزو فلاح کی نفی پر استدلال بہت بڑا ظلم ہے بعض مصلحین نے تو انبیاء پر ناکامی کا الزام لگانے کی جسارت بھی کر ڈالی حالانکہ قرآن مجید کا بڑا واضح ارشاد ہے۔

كتب الله لا غلبن انا و رسلی ان الله قوی عزیز ○
(المجادلہ :21)

"اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ﷺ ہر حال میں غالب ہوں گے۔ بے شک اللہ قوت اور غلبے والا ہے۔"

اس آیت میں جس غلبہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ مطلق ہے مقید نہیں مقابلے کا کوئی بھی میدان ہو فکری، علمی، عسکری غرضیکہ ہر میدان میں حق غالب ہوتا ہے اور باطل مغلوب کیونکہ

ان الباطل كان زهوقا
(اسرا : 17)

"بے شک باطل نے بھاگنا ہی ہے۔"

اس کا تعلق اس دنیا سے ہے کیونکہ آخرت میں کوئی معرکہ آرائی نہ ہو گی اس اصول کی روشنی میں حق کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا۔ غلبہ کی صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں کیونکہ کامیابی اور غلبہ کا تعین مقصود کے حوالے سے ہوتا ہے انبیاء مقصود بعثت کو پا لیتے ہیں کبھی فیصلہ میدان جنگ میں ہوتا ہے تو کبھی اللہ تعالیٰ اپنا عذاب بھیج کر مخالفین کو تباہ کر دیتا ہے۔ قوم عاد و ثمود کا تذکرہ اسی ضمن میں کیا گیا ہے۔

وانتم الاعلون ان كنتم مومنين ○
(آل عمران : 3 - 139)

"اور تم ہی غالب رہو گے اگر سچے مومن بن گئے۔"

اسی حقیقت کی جانب اشارہ ہے مطلوبہ شرائط پوری کر دی جائیں تو کامیابی قدم چومتی ہے جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ضمانت فراہم کر دی ہے اس میں قطعاً" شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

لنهلكن الظالمين ○ لنسكننكم الارض من بعد هم ذالک من خاف مقامی و

"یقیناً" ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد تمہیں زمین میں آباد کریں گے. یہ وعدہ اس کے

Marfat.com

خاف وعید ○ (ابراھیم : 13 - 14)

لئے جو میرے مواخذہ سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے۔"

اب تاقیامت جو شخص بھی اس راہ کو اختیار کرے گا اللہ کے وعدے کو سچ پائے گا اس بارے میں کسی کی تخصیص نہیں اور نہ زماں و مکاں کی کوئی قید ہے۔

وعظ و نصیحت سے کام نہ چلے تو تلوار اٹھانا ضروری ہو جاتا ہے اس امر کو یوں بیان کیا گیا۔

وکاین من نبی قاتل معه ربیون کثیر فما وھنو۔ (آل عمران : 144)

"اور کتنے ہی ایسے نبی گزرے ہیں کہ بہت سے اللہ والوں نے ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور قطعی" نہ گھبرائے۔"

مسلمانوں کو جہاد کے بارے میں یوں متوجہ کیا گیا۔

ومالکم لا تقاتلون فی سبیل الله (النساء : 75)

"اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں قتل نہیں کرتے۔"

دعوت کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لئے جہاد اور قتل تک نوبت بھی پہنچتی ہے کیونکہ اس کے بغیر فتنہ و فساد اور کفرو شرک کی عملداری کا خاتمہ ممکن نہیں ہوتا انقلابی جدوجہد کے منکرین کی یہ منطق سمجھ سے بالاتر ہے کہ داعیین کا کام صرف امت کے مختلف طبقوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرنا ہے حالانکہ اسلام مغلوب ہو تو اسے غالب کرنے کے لئے جدوجہد کرنا تو فرض عین ہے۔ حکمران بدکردار ہوں اور وہی سب سے بڑی رکاوٹ ہوں تو ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ اگر باطل کے ساتھ معرکہ آرائی دعوت کا کوئی حصہ نہیں تو پھر رسول اکرم ﷺ مسلسل آٹھ سال تک کفار کے خلاف کس لئے برسرپیکار ہے۔ مطلوبہ نتائج کے حصول کے یقین سے ہی تو جدوجہد میں سرگرمی پیدا ہوتی ہے۔ حصول مقصد میں ناکامی کا علم ہونے کی صورت میں دلجمعی اور تندہی باقی نہیں رہتی بالواسطہ اثرات یقیناً" منتقل ہوتے رہتے ہیں لیکن انسان کامیابی کو روز روشن کی طرح عیاں دیکھنے کا متمنی ہوتا ہے مخالف

Marfat.com

دین عناصر اسی دنیا میں کامیابی کی ضمانت فراہم کریں اور حق کے داعی وعدہ فردا پر ٹرخا دیں تو دعوت کون قبول کرے گا۔ متجددین یہ نرالی منطق بھی پیش کرتے ہیں کہ داعی کی کامیابی اور اسلامی دعوت کی کامیابی دو الگ الگ چیزیں ہیں ہم ناکام ہو کر بھی کامیاب ہیں اور مخالف کامیاب ہو کر بھی ناکام حالانکہ دعوت ہمیشہ داعی کے حوالے سے پہنچانی جاتی ہے داعی اور دعوت لازم و ملزوم ہو جاتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے پہلے اپنی ذات پر اعتماد کا ووٹ لے کر پھر دعوت پیش کی تھی۔

5- دعوت کا دائرہ کار

مسلمان دنیا کے مختلف علاقوں میں انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے اپنے حالات کے مطابق دعوت دین کے کام میں مصروف ہیں منظم کام جہاں بھی ہو گا اپنے مخصوص طریق کار کے باعث یکسانیت اور یک رنگی کا شکار ہو جاتا ہے جس کے باعث منسلک افراد اس مخصوص نہج کے علاوہ دیگر ذرائع دعوت کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے غلو اور تشدد کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ لہٰذا دعوت اسلام کے دوسرے کاموں کی بے قدری ہوتی ہے ایک دوسرے پر بے جا تنقید شعار ٹھہرتی ہے نااہل داعیوں کے باعث ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے موجودہ طریق کار کی خیرو القرون میں عدم موجودگی کے اعتراضات وارد کئے جاتے ہیں کچھ لوگ مساجد اور مدارس میں بیٹھ کر وعظ و نصیحت اور درس و تدریس کو ہی کار دعوت سمجھے بیٹھے ہیں جبکہ بعض دعوت و تبلیغ کو دنیا بھر میں ایک مخصوص چلت پھرت میں محصور تصور کئے ہوئے ہیں اس سے آگے کچھ سوچنے، سمجھنے اور سننے کے لئے تیار نہیں۔

دعوت دین اگرچہ حسب استطاعت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

و اوحی الی هذالقرآن لانذرکم به ومن بلغ۔
(الانعام : 19)

"اور یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا کہ میں اس کے ذریعے تمہیں ڈراؤں اور جن تک یہ پہنچے وہ بھی ڈرائیں۔"

لیکن ہر حال میں واجب نہیں بلکہ مشروط ہے بعض اوقات خاموشی بہتر ہوتی ہے

Marfat.com

تاکہ فتنہ و فساد پیدا نہ ہو مناسب وقت کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ جسے معلوم نہیں اسے آگاہ کرنا واجب ہے صاحب علم کو یاد دھانی احسان ہے۔ جہاں پہلے تبلیغ ہو چکی وہاں کار دعوت کی انجام دہی درجہ استحباب میں ہے۔ عام مسلمانوں کے لئے دعوت عام ہے وعظ و نصیحت اور تحریر و تقریر جیسے بن پڑے پیغام پہنچایا جائے لیکن جن لوگوں پر آپ کا بس چلتا ہے ان کے لئے دعوت خاص ہو گی ترغیب کے ساتھ ترہیب سے بھی کام لینا ہو گا۔

کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ (مسلم)

"تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور اسے اس کی رعیت کے بارے میں جوابدہی کرنی ہو گی۔"

کے تحت کار دعوت درجہ وجوب کو پہنچ جاتا ہے کیونکہ اس ضمن میں مواخذہ ہو گا متعلقہ افراد انکار کریں تو حسب ضرورت سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ حکومت کے پاس قوت نافذہ ہوتی ہے لہٰذا اسلامی حکومت کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے جبر کا عدم استعمال تذکیر کے حوالے سے ہے خاص طور پر اس کا اطلاق غیر مسلموں پر ہوتا ہے۔ جبکہ تنفیذ کے حوالے سے قوت کا استعمال عین تقاضائے انصاف ہے کسی ضابطہ یا قانون کو تسلیم کر لینے کے بعد اس کی خلاف ورزی پر سزا کا نفاذ ایک مسلمہ اصول ہے جس سے انحراف نہیں کیا جا سکتا لہٰذا بیوی بچوں اور ماتحتوں پر مناسب سختی کا جواز پایا جاتا ہے۔ غیر مسلموں کے حوالے سے فلسفہ لا اکراہ فی الدین پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی قوانین کے نفاذ کے ضمن میں حضورؐ نے کبھی کسی مسلمان کے ساتھ رعایت نہیں کی حتی کہ ایک چور قریشی عورت کی جب سفارش کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کٹوا دیتا۔

کوئی ایسا طریق کار جس کی شرعاً" صریح ممانعت نہ کی گئی ہو اس کے اپنانے میں کوئی حرج نہیں اس ضمن میں قیل و قال اپنی حدود سے تجاوز ہے جس کا کسی کو اختیار نہیں مثبت اور منفی پہلو ہر طریق کار کا حصہ ہوتے ہیں کیفیت (Quality) اور کمیت (Quantity) کا فرق ہو سکتا ہے۔ کچھ لوگ عمق، گہرائی اور پختگی پر زیادہ توجہ دیتے

Marfat.com

ہیں جبکہ دوسرے پھیلاؤ' تعداد اور تیز رفتاری کے دلدادہ نظر آئیں گے۔ کہیں بادصبا کے جھونکے ملیں گے تو کہیں آندھی اور طوفان کی جولانیاں' اپنا اپنا رنگ اور اپنا اپنا آہنگ ہے۔ کوئی حضر میں عافیت سمجھتا ہے تو کسی کو سفر میں کامیابی نظر آتی ہے۔ جدا جدا طبیعتیں اور الگ الگ صلاحیتیں ہیں کوئی چند قدم چل سکتا ہے کسی میں دوڑنے کا حوصلہ ہے اعتراض کرنا آسان ہے جبکہ کام کرنا مشکل' جو کوئی جتنا کچھ کر رہا ہے غنیمت ہے تعلیم و تربیت' وعظ و نصیحت' درس و تدریس' تحریر و تقریر' سیاست و عدالت غرضیکہ اسلام کے حوالے سے ہر کام دعوت کے ضمن میں ہی آتا ہے جیسے جیسے دعوت پھیلتی ہے نئے نئے سوالات اور شبہات پیدا ہوتے ہیں دعوت قبول کرنے اور انکار کرنے والوں کے ساتھ معاملہ کا طریق کار وضع کرنا اور ماننے والوں کو منظم کر کے مخالفوں کے مقابلہ میں صف آراء کرنا پڑتا ہے یہ سارے کام کار دعوت سے تعلق رکھتے ہیں انہیں الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا حق کا بول بالا کرنے کے لئے کسی کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ صحابہ نے ایک بار اس امر پر بیعت کی۔

وعلی ان نقول بالحق اینما کنا لانخاف فی اللّٰہ لومۃ لائم

(مسلم)

"اور ہم نے حضور ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے حق کہیں گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی قطعاً پرواہ نہیں کریں گے۔"

کئی لوگ جوش تبلیغ میں حقوق العباد سے صرف نظر کر کے مجرم ٹھہرتے ہیں والد کی اجازت کے بغیر جہاد میں شرکت سے منع کر دیا گیا ہے تو کسی مستحب دعوتی کام میں مشغولیت چہ معنی دارد۔ صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی میں بعض ایسے واقعات جن میں بظاہر حقوق العباد کا لحاظ نہیں رکھا گیا علماء نے ان کی تاویل کی ہے جذبہ ایثار کے زیر اثر خود فقر و فاقہ اختیار کر لینے سے دوسروں کی حق تلفی نہیں ہونی چاہئے نابالغ بچے کو تو اپنا حق معاف کر دینے کا بھی اختیار نہیں صحابہ کرامؓ نے اپنے بیوی بچوں کو بھی راہ عزیمت پر ڈال لیا تھا لہٰذا کوئی اعتراض نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی حقوق العباد کی اہمیت

Marfat.com

کم نہیں ہوتی ایک بار ایک شخص نے حضورﷺ کی خدمت میں سونے کا ایک ٹکڑا پیش کیا کہ یہی اس کی کل کائنات ہے آپؐ نے قبول نہیں فرمایا واپس کرتے ہوئے فرمایا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایک شخص اپنا سارا مال صدقہ کرنے آتا ہے پھر محتاج ہو کر بھیک مانگنا شروع کر دیتا ہے۔"

گھر والوں کو پریشان حال چھوڑ کر تبلیغی سفر پر نکل جانا اسلامی روح کے منافی ہے۔

لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا (البقرہ : 286) "اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔"

سفر میں رہنا کچھ لوگوں کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے اس طرح سیرو سیاحت کا شوق پورا ہوتا ہے کچھ گھومتے ہی رہتے ہیں اور تحصیل علم سے محروم رہ جاتے ہیں جبکہ دوسری قسم کے لوگ بنیاد کو مستحکم کرنے پر یقین رکھتے ہیں اور ساری عمر ایک ہی مقام پر گزار دیتے ہیں اور سفر کی برکتوں سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ شرعی حدود و قیود کے اندر بچوں اور عورتوں کو بھی دعوت کے کار خیر میں شرکت کی اجازت ہے۔ ہر محاذ پر الگ الگ کام کی ضرورت کے باوجود ایک مجموعی حرکت بھی دکھائی دینی چاہئے ورنہ ساری تگ و دو رائیگاں چلی جائے گی مثلاً" گاڑی کا انجن سٹارٹ کرنے پر اس کے پرزے تو حرکت میں آ جاتے ہیں لیکن گاڑی چلتی نہیں جب تک کہ ڈرائیور نشست پر بیٹھ کر ایکسیلیٹر کو نہ دبائے یہی وجہ ہے کہ دعوتی کام کی منتشر کاوشیں مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر پا رہیں۔

6- شعبہ ہائے دعوت

کار دعوت کو ہم تین بڑے شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

1- غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت

2- مسلمانوں کے لئے اصلاح احوال

3- احیائے دین اور غلبہ و نفاذ اسلام

Marfat.com

ان بڑے شعبوں کے ضمن میں کئی ذیلی شعبے قائم کرنے پڑتے ہیں اور سارے محاذوں پر بیک وقت کام کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ہمارے دور میں زندگی کے سارے پہلو کلی بگاڑ کا شکا ہو گئے ہیں لہٰذا جملہ اطراف و جوانب کو گرفت میں لے کر کام کرنا ہو گا کوئی ایک پہلو بھی نظرانداز ہونے سے پوری دعوتی سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں طبعی سستی اور عافیت کوشی کے باعث بعض علماء نے اتنی سادہ اور بدیہی حقیقت کے بارے میں بھی شبہات پیدا کر دیئے ہیں۔ کلی دعوت کی نظری افادیت سے عدم انکار کے باوجود عملی اعتبار سے دعوت صرف مسلمانوں کی اصلاح تک محدود ہو کر رہ گئی ہے عالمی سطح پر غیر مسلموں کو دعوت دین کے بارے میں کوئی منظم اور قابل ذکر کام نہیں ہو رہا۔ ذاتی مطالعہ اور بعض سماجی ضرورتوں کے پیش نظر قبول اسلام کے اکا دکا واقعات کو اپنے کھاتے میں ڈال کر مبلغین کسی صورت میں بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ مسلمان دنیا میں آبادی کا پانچواں حصہ ہیں اس لحاظ سے پانچ غیر مسلموں کو دین کا پیغام پہنچانا ہر مسلمان کی ذمہ داری بنتی ہے اس بارے میں قیامت کے دن اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ پوری دنیا میں۔انسان بدامنی اور بے سکونی کی زندگی بسر کر رہا ہے کتنی بدقسمتی ہے کہ مسلمان ایک عالمگیر ضابطہ حیات رکھتے ہوئے بھی اس پر عمل پیرا نہ ہو سکنے کے باعث کروڑوں افراد کے قبول حق کے راستے میں خود ہی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں کیونکہ مادیت زدہ اور عقلیت پسند طبیعتیں اسلام کی برکات کا آنکھوں سے مشاہدہ کرنا چاہتی ہیں اور دنیا میں کوئی ایک انچ جگہ بھی ایسی نہیں جہاں اسلام پورے کا پورا نافذ اور غالب ہو الٹا جدید افکار اور نظریات مسلمانون کو مرعوب کر رہے ہیں۔ اس وقت اعلیٰ علمی سطح پر دین کی ایسی توجیہ اور تعبیر کی ضرورت ہے جو ذہین طبقہ کو مطمئن کر کے عصر حاضر کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکے۔ ایسے مسلمان تیار کرنے کی ضرورت ہے جو اسلام کا ماڈل بن سکیں۔ نو مسلموں کی تربیت کا اہتمام کیا جائے ان کی دلجوئی' معاشی اور معاشرتی بحالی کا سامان فراہم کیا جائے یہ کوئی آسان کام نہیں اس کے لئے ایک نظام کی ضرورت ہے۔ دنیا والے اسلام کو دین الٰہی کے طور پر نہیں بلکہ مسلمانوں کے حوالے سے جانتے اور پہنچانتے ہیں لیکن مسلمان اس سیرت و کردار کے حامل نہیں کہ دوسروں کو متاثر کر سکیں اس لئے دعوتی کام اتنا سادہ نہیں رہا بلکہ دن

Marfat.com

بدن پیچیدہ اور مشکل ہوتا جا رہا ہے نئے نئے مسائل اور نئی نئی مشکلات سامنے آ رہی ہیں۔

یہ ممکن نہیں کہ غیر اسلامی حکومتیں اسلامی اقدار کی حفاظت کریں گی زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ جذبہ روا داری کے تحت چند مراسم عبودیت بجا لانے کی اجازت دے دی جائے لیکن نظام سیاست' معیشت اور معاشرت تو کافرانہ رہے گا۔ فواحش و منکرات کے سیلاب میں ایمان کی حفاظت کیسے ممکن ہو گی اسی طرف اشارہ کیا تھا علامہ اقبال نے

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ دین ہے آزاد

اس سے بڑی نادانی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ آدمی مطمئن ہو کر بیٹھ جائے اس طرح تو تین چوتھائی زندگی غیر اسلامی نظام کے تابع بسر کرنی پڑے گی۔ بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ ساری توجہ ذاتی اصلاح پر دینی چاہئے جب ہر شخص اپنی اصلاح کر لے گا تو خود بخود اسلامی انقلاب بپا ہو جائے گا کیونکہ معاشرہ افراد سے مل کر بنتا ہے۔ افراد کی اصلاح کا مطلب ہے معاشرہ کی اصلاح لیکن ایسے لوگ بھول جاتے ہیں کہ آج تک کسی معاشرے میں اس طرح تبدیلی نہیں آئی تاریخ اس پر گواہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ برائی کی قوتیں انفرادی اصلاح کے اثرات کو ساتھ ساتھ زائل کرتی رہتی ہیں۔ لہٰذا کبھی وہ مقام آتا ہی نہیں جب ہر شخص اصلاح یافتہ ہو جائے اندریں حالات اہل حق دبے دبے رہتے ہیں جبکہ ظالم اور نافرمان دندناتے پھرتے ہیں ان کا ہاتھ روکنے کی کسی میں ہمت نہیں ہوتی۔ نیکی اور پرہیز گاری کی فضاء قائم کرنے کے لئے انفرادی اصلاح کے ساتھ ساتھ قوت کے بل بوتے پر برائی کے اڈوں کا خاتمہ بھی ضروری ہوتا ہے لہٰذا مخالف اور مزاحم قوتوں سے پنجہ آزمائی کے بغیر چارہ نہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسلمان حکمران کے خلاف تحریک چلانا خلاف شرع ہے کیونکہ عبادہ بن صامت فرماتے ہیں۔

"ہم نے اس بات پر بیعت کی کہ ہم اپنے حاکم سے حکومت چھیننے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

Marfat.com

حضور ﷺ نے فرمایا۔

"ہاں اگر تم اس میں صریح کفر دیکھو جس کے کفر ہونے پر تمہارے پاس اللہ کی طرف سے کوئی دلیل ہو تو تمہیں اس سے حکومت چھیننے کا بھی حق ہے۔"

جس حدیث کے حوالے سے تحریک چلانے کی مخالفت کی جاتی ہے اس سے تو الٹا جوازیت کا ثبوت ملتا ہے خواہ مشروط ہی سہی۔ کسی مسلمان حکومت کے خلاف بغاوت کے متعلق جسے اصطلاحی زبان میں "خروج" کہا جاتا ہے بہت سی الجھنیں پائی جاتی ہیں کیونکہ اہل علم نے خروج کے بارے میں جو شرائط مستنبط کی ہیں وہ مختلف فیہ ہیں سابقہ نظم کو درہم برہم کر کے نیا نظام پہلے سے بہتر ہونا چاہئے ظلم کا خاتمہ کرنے کے دعویدار خود ظالم کا کردار نہ ادا کرنے لگیں طاقت و قوت کے اندازے خوش فہمیوں پر مبنی نہ ہوں کارکنوں پر مکمل گرفت ہو کامیابی کی صورت میں کہیں لوٹ مار کا بازار گرم نہ ہو جائے۔ بزعم خویش جہاد فساد اور خانہ جنگی نہ بن جائے۔ حکمران صریح کفریہ عقائد اور اعمال کے مرتکب ہوں اسلامی طرز زندگی کے قیام کی مخالفت کریں علی ھذالقیاس بہت سی باتیں ہیں لیکن حکمران طبقہ کی جانب سے صریح اور واضح کفر کے اظہار پر تحریک چلانے کے باعث کامیابی کے واضح امکانات کی صورت میں خروج قریبا ہر ایک کے نزدیک جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی جدوجہد کو رائیگاں نہیں جانے دیتا اور اس دنیا میں بھی کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔

ومن اصدق من الله حديثا۔ "اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے۔"
(النساء : ۰۰ - 87)

علم سیاسیات کے تصورات کے ارتقاء کے نتیجے میں کئی علمی مشکلات کے حل نکل آئے ہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس کا اپنا ایک الگ تشخص ہے لیکن انسانی عقل کے وضع کردہ بعض نظام اس سے مشابہت رکھتے ہیں ان میں سے ایک جمہوری طرز حکومت بھی ہے جمہوری طرز حکومت میں ایک معینہ مدت کے بعد حکومت میں تبدیلی عوام کا حق ہے عوامی مفادات کا تحفظ نہ کرنے والی حکومت کے خلاف تحریک چلانا اخلاقی یا قانونی کسی بھی لحاظ سے ناجائز نہیں یہ تصور ریاست اور حکومت کی دو مستقل اصطلاحات قائم ہونے سے ابھرا۔ چند صدیاں پیشتر ریاست اور

Marfat.com

حکومت مترادف اصطلاحات کے طور پر استعمال ہوتی تھیں لہٰذا حکمران کے خلاف آواز اٹھانا ریاست کے خلاف بغاوت کے مترادف سمجھا جاتا تھا ظاہر ہے کسی بھی ریاست کے خلاف بغاوت کو برداشت نہیں کیا جا سکتا اس میں حکومت ریاست کا ایک جزو ہے اور تبدیل ہوتی رہنی چاہئے ریاست کو مستقل حیثیت حاصل ہے لہٰذا اقتدار اعلیٰ یا حاکمیت کا تعلق ریاست کے ساتھ ہے حکمراں صرف اختیارات استعمال کرتے ہیں حکمران بدلتے رہیں گے ہر نئی حکومت اقتدار اعلیٰ کو استعمال کرے گی لہٰذا بدکردار حکمرانون کے خلاف تحریک چلانا عوام کے حق کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے یہ بنیادی تصور واضح ہو جائے تو مسئلہ خروج کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے کہ خروج کے جواز کے ضمن میں جو کڑی شرائط عائد کی گئی ہیں وہ ریاست کے حوالے سے ہیں کیونکہ اس دور میں ریاست و حکومت کو ایک ہی حقیقت سمجھا جاتا تھا اس بحث سے ثابت ہو گیا کہ موجودہ دور کے فاسق و فاجر حکمرانون کو تبدیل کرنے کے لئے تحریک چلانے کے سلسلہ میں نہ صرف کوئی شرعی پابندی نہیں بلکہ مسلمانوں کے عظیم تر مفاد میں ایسا کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

7- ہیئت اصلیہ اور ہیئت کذائیہ

اسلامی تعلیمات ہم تک دو صورتوں میں منتقل ہوئی ہیں۔

1- منصوص بالوضع

2- غیر منصوص بالوضع

منصوص بالوضع سے مراد دین کا وہ حصہ ہے جس کی شکل و صورت اور ہیئت و وضع مطلوب ہے رسول اکرم ﷺ نے قول و فعل کے ذریعے اس کی تاکید فرمائی لہٰذا اس کے ترک پر آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے فریضہ حج اور نماز کی ادائیگی۔ غیر منصوص بالوضع سے مراد وہ اعمال ہیں جو فی نفسہ مقصود ہیں لیکن کوئی شکل معین نہیں کی گئی تاکہ زمان و مکان کی رعایت سے امت کے لئے سہولت کا باعث بنے جیسے لباس' مساجد کی تعمیر' جہاد اور دعوت دین وغیرہ۔

شکل و ہیئت کے حوالے سے اسلامی احکامات کی دو صورتیں ہیں۔

1- ہیئت اصلیہ (ACTUAL SPIRIT)

Marfat.com

2- ہیئت کذائیہ (STRUCTURAL FORM)

ہیئت اصلی سے مراد کسی حکم کی حقیقت اور روح ہوتی ہے جبکہ ہیئت کذائیہ اس حقیقت کو پالینے کا طریق کار کہلاتا ہے۔ ہیئت اصلی اور روح کو نظر انداز کر کے صرف ڈھانچے کو برقرار رکھنے پر زور دینا صریح نادانی ہے روح کے بغیر بے جان اعمال کا ڈھانچہ کامیابی کی ضمانت فراہم نہیں کر سکتا۔ جہاں کسی خاص وضع اور مخصوص شکل کی ضرورت تھی شریعت نے اسے معین فرما دیا تاقیامت اس میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی اس کے علاوہ جملہ امور میں راہنما اصول دے کر امت کے فہم و فراست پر اعتماد کیا گیا تا کہ بدلتے ہوئے حالات کے مطابق حسب ضرورت ہیئت کذائیہ میں تبدیلی کر کے انہیں جدید (Up To Datte) بناتے رہیں۔ یہ آزادی تصرف جمود اور تعطل کا خاتمہ کر کے احکامات کو ہر دور کے لئے قابل عمل بناتی ہے صاحب علم لوگوں کو اسلامی مزاج کے مطابق کوئی بھی طریق کار اختیار کرنے کی اجازت عام ہے اور کمی بیشی کر لینے کا مکمل اختیار بھی لہٰذا ایسے مستنبط اعمال اور طریق کار پر کسی کو ملامت کرنے کا حق نہیں۔

علماء نے احکامات کی درجہ بندی بھی کی ہے۔ مثلاً فرض' واجب' سنت موکدہ' سنت غیر موکدہ' مستحب اور مباح وغیرہ۔ عام طور پر نہ تو اس درجہ بندی کا خیال رکھا جاتا ہے اور نہ ہی ہیئت اصلیہ اور ہیئت کذائیہ اور منصوص بالوضع اور غیر منصوص بالوضع کی رعایت کی جاتی ہے لہٰذا اختلافات مخالفت میں بدلنے لگتے ہیں۔ ہر کوئی نہ صرف دوسروں کا انکار اور اپنے طریق پر اصرار کرتا ہے بلکہ گمراہی' کفر اور شرک کے فتوے لگانے سے بھی باز نہیں آتا۔

دعوت دین کا کام جہاد کی طرح دوسری قبیل سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کی کوئی شکل معین نہیں دور اول میں جہاد کے لئے گھوڑے اور تلواریں کام آتی تھیں۔ یہ دور ایٹم بم اور میزائل کا ہے لہٰذا گھوڑوں اور تلواروں کے استعمال پر کبھی کسی نے اصرار نہیں کیا یہی حال کار دعوت کا ہے کوئی مخصوص طریق کار منصوص نہیں۔ ہر اس طرز عمل کی اجازت ہے جو اسلامی تعلیمات کے منافی نہ ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام کے طرز دعوت سے اس اصول کو اخذ کیا جا سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت

Marfat.com

نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارتے ہوئے کہا۔

قال رب انی دعوت قومی لیلا و نهارا ثم انی دعوتهم جهارا ثم انی اعلنت لهو واسررت لهو اسرارا۔

"کہا اے رب! میں نے قوم کو دن رات دعوت دی پھر میں نے بلند آواز سے پکار پکار کر بلایا پھر اعلانیہ پیغام پہنچایا اور خفیہ طریقے سے بھی ان کو سمجھایا۔"

(نوح : 5 -)

معلوم ہوا دعوت کے لئے موقعہ کی مناسبت اور مخاطبیین کے حالات کے پیش نظر مناسب طریق کار وضع کرنے میں ہر فرد اور جماعت آزاد ہے۔ اس ضمن میں قیل و قال اور چوں چرا بدمزگی اور تفرقہ کا باعث بنتی ہے اپنے طرز عمل کی افادیت ضرور بیان کی جائے اس میں حرج نہیں لیکن دوسروں کو برا بھلا کہنا اسلامی ضابطہ اخلاق سے میل نہیں کھاتا۔ اذہان اور طبائع کے اختلاف کے باعث کوئی ایک طرز کو پسند کرتا ہے تو دوسرا اس سے مختلف انداز سے مطمئن ہوتا ہے کسی بھی جماعت کے ساتھ لگ کر کوئی شخص گمراہی سے بچ جائے تو یہ بھی غنیمت ہے رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسروں کے کام کو وسعت قلب کے ساتھ برداشت کیا جائے۔

Marfat.com

Marfat.com

چوتھا باب

رکاوٹیں اور کمزوریاں

Marfat.com

Marfat.com

رکاوٹیں اور کمزوریاں

دور حاضر میں ہر سمت بے حیائی کے مناظر عام ہیں نیکی مرجھائی ہوئی ہے جبکہ برائی نشوونما پا رہی ہے جدید تہذیب کی چمک دمک اور رنگینیاں اپنی جانب متوجہ کرتی ہیں اندریں حالات قوت ایمانی اور گہری اخلاقی پختگی کے بغیر دینداری اور خدا پرستی کی روش قائم رکھنا بہت مشکل ہے۔

؎ ایمان مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

قدم قدم پر انحراف کا خطرہ اور رنگینیوں میں کھو جانے کے امکانات موجود رہتے ہیں کیونکہ آہستہ آہستہ گناہوں کے خلاف قوت مدافعت کم ہوتی چلی جاتی ہے ہوائے نفس کے خلاف ڈٹ جانے کے لئے اسلامی فکر و نظر کا پختہ ہونا لازمی ہے لہٰذا ایسے اعمال بیں اشغال کو شیوہ بنایا جائے جو بے حیائی سے روکتے ہیں جیسے نماز کے بارے فرمایا گیا۔

ان الصلواۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔

"بے شک نماز فواحش اور منکرات سے منع کرتی ہے۔"

(العنکبوت : 45)

گویا جب تک رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے شعوری کوشش نہ کی جائے پھسل جانے کے قوی امکانات باقی رہتے ہیں یہاں چند رکاوٹوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1- دنیا پرستی

اگرچہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے ہر شخص باخبر ہونے کے باوجود حصول دنیا میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ جیسے یہی دارالبقا ہو اور دنیوی زندگی کو سنوارنے کے لئے اوقات کا ایک ایک لمحہ اور جملہ صلاحیتیں صرف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دنیا کی بے ثباتی اور مال و دولت کے فتنہ ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے تاکہ مومن اس کے دھوکے میں نہ آئیں۔

فلا تغرنکم الحیاۃ الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور۔

"پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز

(لقمان : 33)

Marfat.com

(شیطان) اللہ سے دھوکے میں ڈالے۔"

لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ
(منافقون : 9)

"کہیں تمہیں تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔"

قل متاع الدنیا قلیل والاخرۃ خیر لمن اتقی۔
(النساء : 77)

"کہہ دیجئے کہ دنیا سے استفادہ چند روزہ ہے اور جو تقوی اختیار کرے اس کے لئے آخرت بہتر ہے۔"

الھکم التکاثر ○ حتی زرتم المقابر ○
(تکاثر : 1 - 2)

"مال و اسباب کی کثرت کے مقابلہ نے تمہیں غافل کر رکھا ہے یہاں تک کہ تم قبروں تک جا پہنچے۔"

معلوم ہوا اللہ کی نگاہ میں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں اصل قدرو قیمت آخرت کی ہے لیکن دنیا دارلعمل ہے یہاں جو کچھ کما کر آخرت کے لئے بھیجا جائے گا اس کے سوا سب کچھ باعث حسرت و ندامت ہو گا۔ دنیا کے مال و اسباب سے تمتع حسب ضرورت ہی ہونا چاہئے لیکن عملی طور پر لوگوں کی اکثریت دنیا و مافیھا میں کھو کر مالک حقیقی کو بھول جاتی ہے اسباب دنیا کی دوڑ میں داعیان دین بھی شامل ہو جائیں اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے جو شخص دنیا پرستی میں مبتلا ہو جائے اس کی خواہشیں بڑھتی ہی رہتی ہیں معروفیات ہیں کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں لہٰذا رنج و غم سے چھٹکارا نہیں ملتا۔

تصویر کا یہ ایک رخ ہے دنیا کی مذمت کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے استفادہ کلیتا ممنوع ہے جیسے بعض داعیان دین جوش دعوت اور ذوق عبادت میں ترک دنیا کو عین دین سمجھ لیتے ہیں اس ضمن میں غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے اللہ تعالی نے جو دعا سکھائی ہے اس میں حسین دنیا کا تذکرہ ہے۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ
(البقرہ : 201 -)

"اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں

Marfat.com

بھی بھلائی دے۔"

مال و اسباب کی قلت اور کثرت دنیا نہیں بلکہ دل کا اس جانب اس طرح مائل ہونا کہ خدا بھول جائے دنیا کہلاتا ہے ورنہ حضرت عثمان غنیؓ نہ کہلاتے۔ یہی مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے تو آخرت کا سرمایہ بن جاتا ہے اور دنیا میں غلبہ اسلام کی جدوجہد میں تقویت کا باعث بنتا ہے۔ انفاق کا بار بار حکم دیا جانا مال کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے

2- شہوت پرستی

جنسی جذبہ کی تسکین کا سامان فراہم کرنے کی خواہش ایک فطری امر ہے اور اس کے لئے اسلام نے نکاح کے ذریعے ایک جائز صورت مہیا کی ہے اور اس کے علاوہ ہر صورت کو ممنوع قرار دے دیا۔

والذین هم لفرو جهم حافظون ○ الا علی ازواجهم اوما ملکت ایمانهم فان هم غیر ملومین ○ فمن بتغی وراء ذالک فاولئک هم العدون ○

(مومنون : 5 - 7)

"اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں بجز اپنی بیویوں کے اور ان کنیزوں کے جو ان کی ہاتھوں کی ملکیت ہیں۔ بے شک انہیں ملامت نہیں کی جائے گی اور جس نے خواہش کی اس کے علاوہ تو یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔"

نفس کی تربیت نہ ہونے کے باعث انسان پر جبلتیں غالب آ جاتی ہیں جو شخص جذبات شہوت سے مغلوب ہو جائے اس کی عقل مختل ہو جاتی ہے اعضائے رئیسہ متاثر ہوتے ہیں لہٰذا جنسی معاملات میں اشغال کے بارے میں اعتدال کا رویہ اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اول تو بالغ ہونے پر فوراً" نکاح کر لینا چاہئے اگر استطاعت نہ ہو تو زیادہ سے زیادہ روزے رکھے جائیں کیونکہ بھوک شہوت کو توڑتی ہے۔ عورت کی طرف حد سے زیادہ میلان فکری انتشار کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے

Marfat.com

نکاح یا عدم نکاح ہر دو صورتوں میں احتیاط اور اعتدال کی ضرورت ہے تعلقات زن و شو میں انتہا پسندی نقصان دہ ہے اور بیوی کی جائز و ناجائز خواہشات کی تکمیل میں انہماک وقار کو ختم کر دیتا ہے۔ اسراف کسی بھی معاملہ میں ہو نقصان دہ ہے۔ کچھ لوگ ازدواجی زندگی کی مصروفیات میں کھو کر دعوتی کام سے دور ہو جاتے ہیں اور یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ نکاح سے قبل عورتوں کی جنسی کشش میں مبتلا ہو کر آدمی اپنا دین' ایمان' اخلاق سب کچھ تباہ کر لیتا ہے۔ اس لئے اسلام نے عورتوں کو پردہ کرنے اور مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا اور اختلاط مرد و زن پر پابندی لگا دی تا کہ گناہ میں ملوث ہونے کے امکانات کو کم کیا جائے۔

3- دعوتی مزاج کی عدم موجودگی

یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص دعوتی مزاج بھی رکھتا ہو یہ بہت بڑی کمزوری ہے جسکا ظہور لاپرواہی اور عدم دلچسپی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس کے باعث دعوتی کام جمود اور تعطل کا شکار ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی بددلی کا باعث بنتا ہے ضروری ہے کہ داعی دعوت اور اس کے لوازمات سے نہ صرف واقف ہو بلکہ ذہنی مطابقت بھی رکھتا ہو داعی کا دعوت کے ساتھ جب تک جوہری تعلق قائم نہ ہو جائے وہ اپنی ذمہ داریوں سے کما حقہ عہدہ بر آ نہیں ہو سکتا۔ ہر معاشرے میں اچھے اور برے لوگ موجود ہوتے ہیں انحراف کے باوجود قبولیت حق کی صلاحیت کلیتاً مفقود نہیں ہو جاتی بلکہ کچھ سعید روحیں موجود ہوتی ہیں جو مناسب موقع پر دعوت قبول کر لیتی ہیں دعوتی مزاج کی عدم موجودگی کے باعث یہ باور کر لیا جاتا ہے کہ مزید محنت بے سود ہے اب اصلاح احوال کی گنجائش باقی نہیں رہی خود فریبی کی اس عادت کے باعث اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو سند جواز فراہم کر لی جاتی ہے اس طرح اپنی اصلاح کی طرف نظر نہیں جاتی۔

4- قلب و نظر میں عدم مطابقت

دل مرکز جذبات اور ذہن عقل کا حامل ہوتا ہے نہ تو عقل پر کلیتاً بھروسہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی دل ہر موقع پر قابل اعتماد ثابت ہوتا ہے اکثر مبلغین یا تو جذباتیت

Marfat.com

اور سطحیت کا شکار ہو جاتے ہیں یا پھر "کاملا" عقل پر بھروسہ کر لیتے ہیں جبکہ

؎ اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

سلامتی فکر کے ساتھ قلبی احوال پر بھی نظر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ فکرونظر کی عدم مطابقت ایک غیر متوازن شخصیت کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے جبکہ دعوت کے میدان میں مختلف لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے کسی کے جذبات کو اپیل کرنا پڑتی ہے تو کسی کی عقل کو مطمئن کرنا ہوتا ہے۔

داعی کے لئے لازمی ہے کہ وہ مختلف علوم و فنون کا مطالعہ کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کرتا رہے کیونکہ حکمت مومن کی گم گشتہ متاع ہے جہاں سے ملے لے لینی چاہئے جبکہ قلب و روح کی قوت کے لئے ذکر اذکار اور وظائف و اوراد جاری رکھے۔ موت و آخرت کے احوال پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا نفس کے بارے میں بیان کتنی آفاقی صداقت پر مبنی ہے۔

ان النفس لا مارۃ بالسوء — "بے شک نفس تو برائی کا حکم دیتا ہے۔" (یوسف : 53)

جملہ برائیوں کی جڑیں نفس میں پائی جاتی ہیں۔ باطنی امراض کا سلسلہ بہت دراز ہے اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں ظاہر ہے داعیان حق بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے۔ شعوری کوشش سے ہی ممکن ہے کہ ایک ایک کر کے انہیں دل سے نکالا جائے۔ کامیابی کا دارومدار نفس کو آلودگیوں سے بچانے پر منحصر ہے۔

ونفس وما سوھا فالھمھا فجورھا و تقوھا قدا فلح من زکھا۔ (الشمس : 7 - 9) — "اور قسم ہے نفس کی اور اس کے درست کرنے کی پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور اس کی پارسائی کو یقیناً" فلاح پا گیا جس نے نفس کو پاک کر لیا۔"

حسد، بغض، کینہ، تعصب، غرور، نخوت، انا، حب دنیا اور حب جاہ، سب کا تعلق

Marfat.com

نفس کے امراض سے ہے۔ انسان کے باطن میں ایسی ہزارہا بیماریاں پرورش پاتی رہتی ہیں ایک داعی کو ان کا علاج کرتے رہنا چاہئے کیونکہ بیرونی خطرات کی نسبت اندرونی خطرات زیادہ مہلک ہوتے ہیں۔ نفسانی کمزوریوں کے باعث داعی اکثر معاشرتی برائیوں کو امر واقع کے طور پر تسلیم کر کے اصلاح احوال کی کاوشیں ترک کر دیتا ہے۔ شہرت و ناموری کی خواہش کے باعث نمود و نمائش اور ریا کا عمل دخل زیادہ ہو جاتا ہے اخلاص مفقود ہو جانے کے باعث ساری تگ و دو خیرو برکت اور بھلائی سے محروم ہو جاتی ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

"سمجھدار شخص وہ ہے جو موت کے بعد کی تیاری کرے اور اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور عاجز وہ ہے جو خواہش نفس کی پیروی کرے اور اللہ سے امیدیں باندھے۔"

نفس کو تربیت کی ضرورت ہوتی ہے اسی لئے اللہ کے بندے تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے لئے مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہیں اور پھر اس منزل تک جا پہنچتے ہیں جہاں مال و اسباب ملنے پر کوئی خوشی نہیں ہوتی اور چھن جانے پر کوئی غم نہیں ہوتا لہٰذا داعی کو ایک ماہر طبیب کی طرح امراض نفس کے اسباب اور ان کے علاج کا پورا علم ہونا چاہئے۔ کیونکہ بے بصیرت شخص نام نہاد روحانی امراض کے ماہرین کے ہاتھوں دولت ایمان بھی لٹا بیٹھتا ہے۔

6- ناقص فہم دین

دین کا کامل فہم نہ ہونا بھی مشکلات کا سبب بنتا ہے ناقص فہم کی کئی صورتیں ہیں جملہ ضروری امور پر کامل دسترس نہ ہو۔ علم جزوی ہو۔ تصور واضح نہ ہو یا اس کی حقانیت پر پورا پورا یقین نہ ہو۔ دین کا صحیح فہم اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے۔

اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے فہم دین سے نواز دیتا ہے۔

ناقص اور نامکمل تصورات کا اظہار کئی مغالطے پیدا کرنے کا سبب بن جاتا ہے جب بنیاد ہی ٹیڑھی ہو تو عمارت کیسے سیدھی بن سکتی ہے۔ "تفقہ فی الدین کا مطلب یہ ہے کہ

Marfat.com

داعی جملہ پیش آمدہ مسائل کو اسلامی تعلیمات کے تناظر میں رکھ کر حل کرنے کا اہل بن جائے وہ ہر معاملہ اسلام کی روشنی میں دیکھے چونکہ اعمال نظریات اور تصورات کے تابع ہوتے ہیں اس لئے تصورات بہت واضح ہونے چاہئیں۔ درست فہم دین کے لئے آدمی کے میلانات اور جذبات تک کا اسلامی تصورات کے ساتھ مطابقت رکھنا ضروری ہے۔ جان لینا چاہئے کہ اصل قوت ایمان اور تقویٰ میں ہے اسلام کے فکری' نظریاتی' اخلاقی' روحانی تحریکی غرضیکہ جملہ پہلوؤں پر گہری نظر ہونی چاہئے۔

7- تعصبات

ہمارا تعلق اسلام کے دور انحطاط سے ہے جس کے باعث ہماری زندگی کا ہر پہلو بگاڑ کا شکار ہو چکا ہے احساس زیاں کے زیر اثر جو لوگ اصلاح احوال کے لئے کوشاں ہیں آپس میں رابطہ نہ ہونے کے باعث مختلف قسم کے گروہی اور مسلکی تعصبات کا شکار ہو جاتے ہیں جبکہ مسابقت کے تحت مخالفت اور محاذ آرائی کی کیفیات نے جنم لیا۔ اسلام ایک آفاقی اور انسان دوست دین ہے جو سب کی بھلائی کا خواہاں ہے جس میں تعصب نام کی کوئی چیز نہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ دعوت دین کا کام کرنے والے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں اور نوبت سر پھٹول تک جا پہنچتی ہے۔ امت مسلمہ کی بدقسمتی ہے کہ عالمی سطح کی کوئی ایک بھی قابل اعتماد دعوتی تحریک نہیں ہے اس میدان میں کام کرنے والے مختلف گروہوں کا حال یہ ہے کہ

کل حزب بما لدیھم فرحون۔	"ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر مست اور خوش ہے۔"

(المومنون : - 53)

اپنے تصورات' مزعومات اور طریق کار پر کوئی بھی نظرثانی کرنے کے لئے تیار نہیں بس۔

ع ہمچو ما دیگرے نیست

اخوت و محبت اور نصرت و تعاون کے تصورات صرف کتابوں میں رہ گئے دوسروں کی تنقیص اور نفی ہی کامیابی کی علامتیں قرار پا گئیں۔ حالانکہ خدمت دین کے

Marfat.com

حوالے سے مختلف جماعتوں اور تنظیموں کو ایک دوسرے کا معاون و مددگار ہونا چاہئے تھا۔ اسلام تنگ نظری نہیں فراخدلی کا مطالبہ کرتا ہے۔ نفرت نہیں محبت کا علمبردار ہے کیونکہ حدود کے اندر رواداری کا مظاہرہ پسندیدہ فعل ہے۔

8- مطلوبہ صفات کی عدم موجودگی

منصب دعوت پر فائز ہونے کے لئے داعی کو کچھ صفات کا حامل ہونا چاہئے آداب و لوازمات دعوت سے آگاہی بھی ضروری ہے لیکن عام مشاہدہ کی بات ہے کہ تربیت کا مناسب انتظام نہ ہونے کے باعث شخصیت مطلوبہ معیار پر پوری نہیں اترتی۔ جو شخص اپنی ذات کا معلم نہ بن سکے وہ دوسروں کو تعلیم نہیں دے سکتا ضروری ہے کہ داعی اپنے زیر دعوت افراد کے حالات اور نفسیات سے پوری طرح باخبر ہو خود تقوی کے زیور سے آراستہ ہو کیونکہ ہدایت اسے ملتی ہے جو تقوی اختیار کرے۔

قرآن مجید کے بارے میں فرمایا گیا۔

هدی للمتقین ○ "یہ صاحب تقوی لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔" (البقرہ : 2)

جو خود ہدایت یافتہ نہ ہو بھلا دوسروں کی راہنمائی کیا کرے گا۔ جب مبلغین دنیا کی جانب مائل ہو جائیں تو حکمت و معرفت کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں داعی کا کام دعوت کو مخاطب کے دل میں جاگزیں کرنا ہوتا ہے۔ قول و فعل کے تضاد کے باعث قلوب جاذبیت کھو دیتے ہیں پھر وعظ و نصیحت لوگوں کے سروں کے اوپر سے گزر جاتی ہے وہ اثر قبول نہیں کرتے داعی کو ایک مثالی نمونہ ہونا چاہئے لیکن فی زمانہ یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ جو شخص کچھ علم دین رکھتا ہے اچھی گفتگو اور تقریر کر سکتا ہو وہ اچھا داعی بھی بن سکتا ہے۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے اور اس کے منفی اثرات برآمد ہو رہے ہیں مثالی داعی کے اس ذکر کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عام مسلمان دعوت کا کام چھوڑ دیں ہر کوئی اپنی استطاعت کے مطابق اس کام کے لئے مکلف ہے اپنے دائرہ اختیار میں جو بن پڑے کرنا چاہئے لیکن معیاری کام کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں انہیں پورا کرنے کے لئے بھی تگ و دو کرنی چاہئے۔

Marfat.com

9- مقصود دعوت کی عدم واضحیت

دور حاضر کے داعیوں کا ایک بہت بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ خود ان پر اپنی دعوت کا مقصد واضح نہیں ہوتا۔ جس کسی سے دعوت کے بارے میں گفتگو کی جائے وہ یہی کہے گا ہم اسلام کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ عملی طور پر وہ اسلام کے کسی نہ کسی جزو کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں اور جزو کسی صورت میں کل نہیں ہو سکتا چونکہ زندگی میں بگاڑ کی نوعیت کلی ہے لہٰذا جزوی کاوشیں ہرگز اس کا علاج نہیں ہو سکتیں مصلحین کسی ایک پہلو کی اصلاح کی جانب متوجہ ہوتے ہیں تو دوسرے پہلو نظرانداز ہو جاتے ہیں دوسری جانب توجہ کرتے ہیں تو سابقہ اصلاح شدہ پہلو پھر بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے اس طرح اصلاحی قوتیں ضائع ہو رہی ہیں۔

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ضرورت اس امر کی ہے کہ دعوتی کام کو ازسرنو منظم کیا جائے جس کے پیش نظر انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں کو اپنے دائرہ کار کے اندر لانا ہو تاکہ اسلامی معاشرہ کا قیام عمل میں لایا جا سکے کیونکہ اسلام نہ تو وعظ و نصیحت اور ریاضت و عبادت کا نام ہے اور نہ صرف اصول سیاست و معیشت اور معاشرت پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے اسلام کا اپنا ایک ضابطہ حیات ہے جس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔ مقصود دعوت انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں کو اسلامی تصورات اور تعلیمات کے مطابق ڈھالنا ہے جس کے بغیر کوئی دعوت صحیح اسلامی دعوت کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔

10- طریق کار کی غلطیاں

دعوت کے طریق کار میں بھی بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ بھانت بھانت کے نظریات اور تصورات کے زیر اثر حصول مقصد کے لئے مختلف طریقے اپنائے جاتے ہیں جسے حکمت عملی کا نام دے کر ناکام تجربات کئے جا رہے ہیں مصیبت یہ ہے کہ کسی کے تصورات ٹھیک نہیں کسی پر مقصد پوری طرح واضح نہیں کوئی طریق کار کی غلطی میں مبتلا ہے ان تینوں خرابیوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے لہٰذا پوری جدوجہد متاثر ہوتی ہے

Marfat.com

اسلام کی واضح اور دو ٹوک ہدایات کے باوجود عقل پر ایسے پردے پڑ جاتے ہیں کہ مطلوبہ نتائج برآمد نہ ہونے کے باوجود لوگ اپنی ڈگر پر قائم رہتے ہیں اور ایک بار جو طریق کار اختیار کر لیتے ہیں اس میں اس قدر پختہ ہو جاتے ہیں کہ کسی مثبت تبدیلی کے لئے بھی سوچنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔

کسی کا سارا زور وعظ و نصیحت پر ہے امر بالمعروف تو یاد ہے لیکن نہی عن المنکر سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ کوئی درس و تدریس میں محو ہے تو کسی نے دین کو سیاست کے گرد گھما کر بیلٹ بکس میں بند کر دیا بایں ہمہ دعوی ہے کہ ہم دین کی دعوت کے علمبردار ہیں انتہا پسندی کے عنصر کے باعث ایسے مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں سے واپسی کے امکانات شاذ کالمعدوم ہیں۔ ایک دوسرے کی ضد میں دعوت و تبلیغ کے بنیادی اصول بھی نظرانداز ہو رہے ہیں لوگ ان سے متاثر تو کیا ہوں گے الٹا داعیان دین کی حماقتیں وجہ استہزاء بن رہی ہیں نااتفاقی کی یہ صورتحال دیکھ کر نئی نسل اسلام ہی سے برگشتہ ہو رہی ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ کوئی بھی اپنی غلطی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہر کوئی اپنے اپنے طریق کار پر ڈٹا ہوا ہے ناکامیوں کے اسباب کی مختلف خوش کن تاویلیں کر کے اپنے حلقہ اثر کے لوگوں کو مطمئن کر دیا جاتا ہے اور مرض جوں کا توں برقرار رہتا ہے۔ ہر دور اپنے الگ اور مختلف تقاضے رکھتا ہے لہٰذا ماضی کی ہوبہو نقل ہمیشہ کام نہیں آ سکتی صرف اصول لئے جائیں گے دوسری جانب جدت پسندی کے جوش میں بنیادی اصول تک نظر انداز ہو جانے سے منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ افراط و تفریط سے بچ کر راہ اعتدال پر چلنے سے ہی کامیابی کی ضمانت ملتی ہے۔ جس طرح کسی ڈش کا حلال اور لذیذ ہونا ایک بنیادی اصول ہے لیکن اجزائے ڈش میں کمی بیشی جیسے مناسب سمجھیں آپ کر سکتے ہیں۔ عام طور پر مقامی اور وقتی ضروریات کا خیال نہیں رکھا جاتا زیادہ تر باتیں نظری اور تصوراتی ہوتی ہیں عمل کی دنیا سے ان کا دور کا تعلق بھی نہیں ہوتا۔

یہ دور تحریکوں اور تنظیموں کا دور ہے نظم و ضبط کی ضرورت تو ہر دور میں ہوتی ہے لیکن دور حاضر میں اسے ایک باقاعدہ علم اور فن کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ تنظیم کے بغیر کوئی بہت بڑا کام سرانجام نہیں دیا جا سکتا کار دعوت میں مصروف

Marfat.com

شخصیات نے تنظیمی ڈھانچے تو کھڑے کر دیئے لیکن تنظیمی اور انتظامی تربیت کا خاطر خواہ انتظام نہیں کیا اس لئے عملی طور پر ڈسپلن مفقود ہے اطاعت امیر اور مشاورت جیسے اہم اسلامی اصولوں کی پابندی نہیں کی جاتی۔ لہٰذا ایک دوسرے کے بارے میں گلے شکوے دلوں میں تکدر پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں من مانی کرنے اور خودسری کے الزامات ہیں بالآخر کئی سرگرم کارکن بددلی اور مایوسی کا شکار ہو کر کار دعوت سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں پھر بقیہ زندگی بے عملی اور گمنامی میں گزرتی ہے۔

11- مخالفانہ حربوں سے بے خبری

کار دعوت میں مشغول اکثر لوگ اتنے سادہ ہیں کہ انہیں اس بات کی خبر ہی نہیں کہ باطل اور طاغوتی قوتیں کس کس انداز اور کون کون سے محاذ سے دعوت اسلامی کو ناکام کرنے کی سازشوں میں مصروف ہیں ان کے سیاسی' معاشی اور نفسیاتی حربے کس قدر کارگر ثابت ہو رہے ہیں فکری اور نظریاتی محاذ پر ان کے حملے کتنے شدید ہیں جدید ٹیکنالوجی اور میڈیا کے استعمال سے دنیا بھر میں انہوں نے گھروں کے اندر تک رسائی حاصل کر لی ہے داعیان دین اگر اسی رفتار اور اسی طریقے پر کام کرتے رہے تو ہزار سال بعد بھی اس مقام تک نہ پہنچ سکیں گے جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرنا شاید اتنا مشکل نہیں جتنا کہ نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرنا کیونکہ طاقتور میڈیا کے سامنے نظریاتی سرحدوں کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔

دشمن کو کبھی حقیر اور کمزور نہیں سمجھنا چاہئے اور اپنی طرف سے ہر ممکن تیاری مکمل کر کے رکھنی چاہئے یہ فرمان خدا بھی ہے۔

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم	"اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے قوت (یعنی ہتھیار) اور پلے ہوئے گھوڑوں سے تیاری کرو اور اس کے ذریعے سے تم اپنے اور اللہ کے دشمنوں پر رعب جماؤ۔"
(الانفال : 60)	

Marfat.com

حسن اخلاق اور بے داغ کردار دعوت کے میدان میں اگرچہ بنیادی اہمیت کے حامل ہیں لیکن معاندین اور شرپسند عناصر کی سرکوبی کے لئے اسلحہ کی فراہمی اس سے کہیں بڑھ کر درکار ہے ورنہ باطل قوتیں سارے کئے کرائے پر پانی پھیر کر رکھ دیتی ہیں۔ حوض کو پانی سے بھرنے کے لئے جہاں پانی ڈالنے کی ضرورت ہے اس سے کہیں بڑھ کر سوراخ بند کرنے ضروری ہوتے ہیں لہٰذا فرمان خدا کے مطابق عسکری قوت میں اضافہ کرتے رہنا چاہئے۔

Marfat.com

پانچواں باب

کارِ دعوت کے مسائل

Marfat.com

Marfat.com

کار دعوت کے مسائل

مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے مزاج' ماحول اور حالات مختلف ہونے کے باعث دعوت پھیلانے کے ذرائع زیادہ موثر ثابت نہیں ہو رہے اس لئے دعوتی کام کے اسلوب پر وقتاً" فوقتاً" نظرثانی کی ضرورت ہوتی ہے دعوت کو چند مخصوص اسالیب میں محصور کر دینے سے خاطر خواہ نتائج سامنے نہیں آ رہے کیونکہ کسی خاص دور اور علاقے میں کچھ موزوں طریقے ہر دور اور ہر مقام میں کامیابی کی ضمانت فراہم نہیں کر سکتے۔ ماضی قریب کے داعیوں کی خوش فہمیاں اور غلط اندازے بھی ناکامی کا سبب بنے تنظیمی منصوبہ بندی برائے نام رہی طویل المدت اور ٹھوس پروگراموں کی بجائے سطحیت اور وقتی مصالح کا غلبہ رہا۔ عالم اسلام پر جو فکری' سیاسی اور اقتصادی حملے ہو رہے ہیں اکثر مبلغین ان سے بے خبر ہیں۔

؎ قوم کیا ہے قوموں کی امامت کیا ہے
کیا جانے بے چارہ دو رکعت کا امام

مسلمان فکری انتشار کا شکار ہیں امت فرقوں اور گروہوں میں بٹ چکی ہے اس لئے کار دعوت میں مصروف افراد کو فرقہ وارانہ بحثوں اور فقہی موشگافیوں سے پرہیز کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وحدت فکر کا ماحول پیدا ہو۔

مشکلات سے گھبرانا فطری امر ہے لیکن استقامت اور ثابت قدمی کے حصول کے لئے آزمائشوں سے گزرنا ازبس ضروری ہے۔ مصائب پختگی ایمان کا سبب بنتے ہیں اور آزمائش سے بلندی درجات نصیب ہوتی ہے۔

؎ تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

راہ حق کے مسافروں کو پیش آمدہ مشکلات اور مسائل کی داستان بڑی طویل ہے اور انبیاء اس ضمن میں سرفہرست ہیں اسی لئے ایمان و عمل میں جو پختگی انہیں نصیب ہوئی کسی اور کو حاصل نہ ہو سکی۔

وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین ○

"اور ہم اسی طرح مجرم لوگوں میں

(الانعام : 6 ۔ 112)

Marfat.com

سے ہر نبی کے دشمن بناتے رہے
ہیں۔"

انبیاء کو درپیش مشکلات

دعوت دین کے ضمن میں انبیاء جن مشکلات اور مسائل کا شکار ہوئے قرآن مجید نے انہیں بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

1۔ حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام اپنے رب کے سامنے یوں عرض کرتے ہیں۔

قال رب انی دعوت قومی لیلاو نهارا فلم یزدهم دعاتی الا فرارا وانی کلما دعوتهم لتغفرلهم جعلوا اصابعهم فی اذانهم واستغشوا ثیابهم و اصروا واستکبرا استکبارا (نوح : 5 ۔ 8)

"انہوں نے کہا اے رب! میں نے اپنی قوم کو دن رات بلایا میرے بلانے پر وہ اور بھاگنے لگے اور میں نے جب کبھی ان کو دعوت دی تا کہ تو ان کو بخش دے تو اپنی انگلیاں کانوں میں ڈالنے لگے اور اپنے اوپر کپڑے لپیٹنے لگے انہوں نے ضد کی اور بہت غرور کیا۔"

دعوت حق کو قبول کرنے کی بجائے قوم نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی اور صرف چند لوگ مسلمان ہوئے۔ دعوت حق کا پیغام سن کر ہر دور میں مخالفانہ ردعمل ضرور ہوا ہے تاہم ہر قوم کے امراض کی نوعیت کے اعتبار سے طریق کار مختلف رہا۔ دباؤ' لالچ' مکرو فریب غرضیکہ ہر حیلہ استعمال کر کے دعوت کی مخالفت کی گئی لیکن انبیاء کی ثابت قدمی کے سامنے ان کی ایک نہ چل سکی۔

2۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اوائل عمر میں ہی گھر سے نکال دیا گیا کیونکہ انہوں

Marfat.com

نے بت خانے میں جا کر بتوں کو توڑ ڈالا۔ بیوی بچوں کو صحرا میں تنہا چھوڑنے کا حکم ہوا آپ نے بلا چوں چرا تسلیم کیا۔ بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا آپ نے اس سے بھی دریغ نہ کیا۔ دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا آپ بے خطر اس میں کود گئے۔ جب ہر آزمائش میں پورے اترے تو اللہ نے اپنا خلیل بنا لیا۔

قالوا ابنوا له بنيانا فالقوه فی الجحيم ○ (الصفت : 26)

"انہوں نے کہا بناؤ اس کے لئے وسیع آتش کدہ پھر پھینک دو اسے بھڑکتی آگ میں۔"

3۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل ہی فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنا شروع کر دیا تھا بہرحال اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچا لیا اور فرعون کے گھر ہی پرورش کرائی۔ ایک ظالم آدمی کو مکہ مارا وہ مر گیا آپ نے شہر چھوڑ دیا کچھ عرصے بعد آپ کو نبوت کے اعلان کا حکم ہوا اور فرعون کے پاس بھیجا گیا۔

اذهبا الى فرعون انه طغى (طٰہٰ : 43)

"دونوں فرعون کی طرف جاؤ اس نے سرکشی اختیار کی ہے۔"

آپ نے کچھ ہچکچاہٹ محسوس کی آپ کی درخواست پر حضرت ہارون علیہ السلام کو آپ کے ساتھ بھیجا گیا آپ کو جادوگر اور جھوٹا کہا گیا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب آپ نے جادوگروں کے مقابلہ میں دل میں خدشہ محسوس کیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو ثبات عطا کر دیا۔

فاوجس فی نفسه خيفة موسى ○ قلنا لا تخف انك انت الاعلى ○ (طٰہٰ : 67 ۔ 68)

"پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا ہم نے کہا کہ ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے۔"

ایک مقام ایسا بھی آیا جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گیا۔

Marfat.com

وقال فرعون ذرونی اقتل موسی۔

(المومن : 26)

"اور فرعون نے (جھنجلا کر) کہا مجھے چھوڑ دو میں موسی کو قتل کر دوں۔"

4۔ حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمایا گیا تو بچے بچیاں' باغ و کھیت سب کچھ چھن گیا' جسم پھوڑوں سے بھر گیا ایک لمحہ کے لئے چین نہیں مصائب کی انتہا ہو گئی لیکن حرف شکایت زبان پر نہیں لائے اللہ نے بڑے پیارے انداز میں ان کا ذکر کیا۔

واذکر عبدنا ایوب اذ نادی ربه انی مسنی الشیطن بنصب وعذاب ○

(ص : 41)

"اور یاد فرمایئے ہمارے بندے ایوب کو جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے بہت تکلیف اور دکھ پہنچایا ہے۔"

حضرت یونس علیہ السلام

آپ اپنی قوم کو چھوڑ کر چل دیئے تو دریا عبور کرنے کے لئے کشتی پر سوار ہوئے کشتی ڈوبنے لگی ایک آدمی کو دریا میں پھینکنے کا فیصلہ ہوا ہر بار قرعہ آپ کے نام نکلا جب دریا میں پھینکا گیا تو مچھلی نے نگل لیا وہاں اللہ کی تسبیح کرتے رہے پھر مچھلی نے اگل دیا۔

فالتقمه الحوت وهو ملیم ○

(الصفت : 142)

"پس نگل لیا ان کو مچھلی نے حالانکہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔"

انبیاء علیہ السلام کا قتل

راہ حق میں انبیاء علیہ السلام شہید بھی ہوئے اس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی گئی وجہ اس کی یہ تھی کہ انہوں نے انبیاء کو شہید کرنا شروع کر دیا تھا۔

Marfat.com

ذلک بانهم کانوا یکفرون بایت الله ویقتلون النبیین بغیر الحق ○
(البقرہ : 61)

"یہ اس لئے تھا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرنے لگے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے لگے۔"

بنی اسرائیل نے اپنے اس جرم کی تاریخ خود بیان کی ہے حضرت میکایاہ' حضرت یرمیاہ' حضرت یاموس اور حضرت یحیی علیہم اسلام کو شہید کیا گیا۔

نبی آخر الزمان ﷺ

آنحضرت ﷺ کو طرح طرح سے ستایا گیا وہ کونسا الزام ہے جو آپؐ پر نہ لگایا گیا ہو۔ آپؐ کی نبوت کا انکار کیا گیا۔ تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بنایا گیا راستے میں کانٹے بچھائے گئے آپؐ پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا رہا سحر زدہ کہا گیا۔ سورہ فرقان آیت 7 تا 11 میں ان اعتراضات کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے کہ جو کفار کیا کرتے تھے کہ آپؐ چند من گھڑت قصے مرچ مصالحہ لگا کر سناتے رہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا پیتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ چلتا پھرتا نظر کیوں نہیں آتا۔ اس کے پاس مال و دولت نہیں وغیرہ وغیرہ۔ پھر جنگوں کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا۔

آزمائش ضرور ہو گی

یہ اللہ تعالی کی سنت ہے کہ اپنے مقبول بندوں کو آزمائشوں میں سے گزار کر کندن بناتا ہے۔

ولنبلو نکم بشی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس و الثمرات وبشر الصبرین ○
(البقرہ : 155)

"اور ہم تمہیں خوف' بھوک' نقص مال اور جان اور پھل کے نقصان میں سے کسی ایک سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔"

آزمائش اور ابتلاء کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے راہ حق کے مسافروں میں سے کسی کے لئے بھی استثناء نہیں بلکہ جو جتنا قریب ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ ستایا جاتا ہے ایک بار

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"کوئی اور نبی اتنا نہیں ستایا گیا جتنا میں ستایا گیا ہوں۔"

لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم۔ (آل عمران : 186)

"تم اپنے کاموں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور سنو گے بہت سی ناگوار باتیں ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں۔"

مضبوطی ایمان' استقامت اور ثبات کے حصول کے لئے مشکلات میں سے گزرنا بے حد ضروری ہے جب تک آزمائش نہ ہو سچے اور جھوٹے کی پہچان کیسے ہو گی ہر کوئی دعویدار بن سکتا ہے لیکن دلیل تو عمل سے لانا ہو گی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا کہ صرف ایمان لے آنے سے چھٹکارا نہیں ہو جائے گا بلکہ آزمایا جائے گا۔

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لایفتنون ○ (العنکبوت : 2)

"کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہیں ہم ایمان لے آئے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا۔"

پہلے زمانے میں بھی لوگوں کی آزمائش ہوتی رہی آئندہ بھی ہو گی۔

ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معه متی نصرالله الا ان نصرالله قریب۔ (البقرہ : 214)

"کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا جو تم سے پہلے لوگوں پر گزرا ان کا آفتوں اور مصیبتوں سے پالا پڑا اور اس طرح ہلا مارے گئے کہ وقت کا رسولؐ اور اس کے اہل ایمان ساتھی پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی

Marfat.com

خوشخبری ہو کہ اللہ کی مدد قریب
ہے۔"

ایذا رسانی کی مختلف صورتیں

دعوت حق کی مخالفت کرنے والے بندگان خدا کو تنگ کرنے کے لئے ایذا رسانی اور تکلیف دہی کا ہر حربہ استعمال کرتے ہیں انسانی تاریخ کے ہر دور میں اہل حق نے مصائب برداشت کئے حتی کہ انبیاء کو کاہن اور جادوگر کہا گیا۔ ان کے خلاف افواہیں پھیلائی گئیں۔ طعن و تشنیع سے کام لیا۔ جھوٹ گھڑے' بہتان لگائے سازشیں کیں لوگ جان کے دشمن بن گئے خود رسول اکرم ﷺ کے بارے میں قید کرنے' وطن سے خارج کرنے اور قتل کرنے کے منصوبے بنائے گئے۔ انبیاء کو گھروں سے نکالا گیا' آگ میں ڈالا گیا اور آرے چلا دیئے گئے بعض کو شہید کر دیا گیا۔ ایمان لانے والوں کو اذیتیں دے دے کر منحرف کرنے کی کوشش کی گئی منحرف نہ ہونے پر ہلاک کر دیا گیا۔ گڑھوں میں زندہ دفن کیا گیا۔ دہکتی ہوئی آگ میں زندہ جلایا گیا۔ ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ درختوں اور دیواروں کے ساتھ کھڑا کر کے ہاتھ اور پاؤں میں میخیں گاڑی گئیں۔ کسی کو بھوکا پیاسا رکھا گیا تو کسی کو سخت گرم دوپہر میں تپتی ہوئی ریت اور دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا کر اوپر بھاری پتھر رکھ دیئے۔ طائف کے بازار میں رسول اکرم ﷺ کے پیچھے شہر کے آوارہ لوگوں کو لگا دیا گا جنہوں نے پتھر مار مار کر آپؐ کو لہولہان کر دیا۔

آپؐ پر ایمان لانے والے صحابیوں کو تنگ کرنے میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی۔ ولید بن مغیرہ نے تھپڑ مار کر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ امیہ بن خلف حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تپتی ریت پر لٹا کر اوپر بھاری پتھر رکھ کر لات و عزیٰ کی پرستش پر اصرار کرتا۔ آل یاسر کو پتھریلی چٹانوں پر لٹا کر گرم لوہے سے داغا گیا حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم نیزوں سے چھید ڈالا گیا اور وہ مسلسل کلمہ شریف کا ورد کرتے رہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زدو کوب کیا گیا۔

Marfat.com

Marfat.com

جناب

اہداف اور ان کا حصول

Marfat.com

Marfat.com

دور جدید میں اہداف دعوت

دور جدید کے تقاضوں اور امت مسلمہ کے موجودہ احوال و ظروف کو پیش نظر رکھتے ہوئے احیائے دین کا کام کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ درج ذیل پانچ اہداف کے حصول کے لئے کوشاں ہوں۔

1- تعلق باللہ کی بحالی

تعلق باللہ سے مراد ایسی وابستگی ہے جو محبت اور دیوانگی پر مبنی ہو معبود حقیقی اور اپنے خالق و مالک کے لئے انتہا درجے کے جذبات اطاعت و محبت کا نام ہی تعلق باللہ ہے۔ یہ تعلق جتنا اہم ہے اتنا ہی کمزور پڑ چکا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ جہاں جہاں دڑایں پڑ چکی ہیں ان کی نشاندہی کر کے اصلاح احوال کے بارے میں سوچا جائے اس امر کی وضاحت یوں کی جا سکتی ہے۔

تعلق کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو بامقصد پیدا فرمایا پھر کائنات میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور بغیر کسی استحقاق کے ہزارہا نعمتیں فراہم کر دیں پیدا کرنے والا چاہتا ہے کہ انسان سراپا بندگی اور عجزو نیاز کا پیکر بن جائے ساری ستائشیں اور چاہتیں' عشق جنون خیز کی بے قراریاں اس کے لئے مختص کر دے تاکہ جاذب نظر مناظر ، دنیا کی آب و تاب اور چکاچوند اسے اپنی جانب متوجہ نہ کر سکیں۔ اگر مال و دولت' بیوی بچوں اور جاہ و منصب سے محبت تعلق بندگی پر غالب آ جائے تو سمجھ لیں کہ ہم اللہ کے نہیں اپنی خواہش کے بندے ہیں۔ زن' زر' زمین اور ٹھاٹھ باٹھ کی محبت میں انسان بعض اوقات حدود انسانیت کو پھلانگ جاتا ہے۔ مال کی محبت کے بارے میں فرمایا۔

وتحبون المال حبا جما — "اور تم مال کے ساتھ شدید محبت کرتے ہو۔"

(الفجر : - 20)

بیویوں اور اولاد کے بارے میں فرمایا یہ تمہارے دشمن ہیں۔

ان من ازواجکم واولادکم عدو ولکم فاحذروا ھم — "بے شک تمہارے اہل و عیال

(التغابن : - 14)

Marfat.com

تمہارے دشمن ہیں ان سے بچ کر
رہو۔"

اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کو آزمائش قرار دیا۔

انما اموالکم و اولادکم فتنة — "بے شک تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں۔"
(التغابن : 15 -)

گویا سارے کا سارا سامان زیست فتنہ اور آزمائش ہے اس کی محبت انسان کے لئے مہلک اور زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہے سوال پیدا ہوتا ہے یہ محبتیں اور آسائشیں پیدا ہی کیوں کی گئیں جواب صاف ظاہر ہے ان کی عدم موجودگی میں آزمائش کیسے ہوتی ہے پتہ کیسے چلتا ہے کہ اپنے دعوی محبت اور تعلق بندگی میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔ تقاضائے محبت

والذین امنوا اشد حبا لله — "اہل ایمان اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔"
(البقرہ : 165 -)

کے جواب میں ہر کوئی دعویدار بن سکتا ہے سچی محبت کے مقابلے میں جھوٹی محبتیں پیدا کیں اس طرح جو شخص ریاضت و مجاہدہ کر کے جھوٹی محبتوں کو مغلوب کر دے کہ اللہ کی سچی محبت کو ان سب پر غالب کر دے وہی مخلص اور سچا ہو گا۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ — "تم نیکی کو ہرگز نہ پا سکو گے جب تک کہ وہ قربان نہ کر دو جن سے تمہیں بہت پیار ہے۔"
(ال عمران - 92)

اس آیت کریمہ میں ماسوا اللہ ہر چیز کی قربانی کا مطالبہ ہے۔ اللہ کی اطاعت اور محبت کے راستے میں جو بھی آئے اس سے منہ موڑ لیا جائے۔

کمزوری کے اسباب

دور حاضر میں بندے کا اللہ سے تعلق رسمی اور واجبی سا رہ گیا ہے اس کمزوری اور دوری کے بہت سے اسباب ہیں جن میں تقوی کا فقدان سرفہرست ہے دلوں سے اللہ کا ڈر اور خوف نکل گیا نور تقوی کی اس محرومی سے اخلاقی بندھن کمزور ہوئے

Marfat.com

انسان بے خوف ہو کر وحشی درندہ بن گیا ادب و ثقافت اور آرٹ کے نام پر فحاشی کا سیلاب برپا کر دیا اس کی بے قید آزادی ہی اس کی بربادی کا سبب بن گئی۔ خود غرضی اور مطلب پرستی عام روش بن چکی ہے۔ ہوائے نفس کے باعث نفسانفسی کا عالم ہے۔ ہر کوئی دوسرے کو گرا کر آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ جائز و ناجائز کی تمیز مٹ گئی صاحبان اقتدار تو قوم اور وطن کا سودا کرنے سے بھی باز نہیں آئے۔ خواہشات نفس کے غلبے اور بے خوفی نے انسان کو اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ بعض من چلے خدا کی ہستی کا انکار کرنے سے بھی نہیں شرماتے۔ انفرادی لحاظ سے کوئی عمل کی سستی اور لاپرواہی کا شکار ہے تو کوئی عقل گزیدہ ہے کسی کا مرض روحانی ہے تو کہیں ہوس کی حکمرانی ہے۔

علاج

پیاس جسم کی ایک کیفیت کا نام ہے جو کہ حواس خمسہ کے دائرہ کار سے باہر ہے لیکن پھر بھی ایک زبردست حقیقت ہے پیاس شدید ہو تو طلب اور تلاش میں اتنی ہی زیادہ سرگرمی پائی جاتی ہے پانی کو ہر قیمت پر پا لینے کی خواہش طلب صادق کہلائے گی جس کے بغیر نہ خواہش ابھرتی ہے نہ تلاش شروع ہوتی ہے اندریں حالات عمدہ سے عمدہ مشروب بھی لذت نہیں دیتا اس کے برعکس پیاس کی حالت میں سادہ پانی بھی جام شیریں سے کم نہیں ہوتا ایک پیاس کا تعلق من سے ہے جو دیدار محبوب سے بجھتی ہے اس کی لذت و حلاوت ہر چیز سے بیگانہ کر دیتی ہے۔

؎ دو عالم سے بیگانہ کرتی ہے دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

من کی اس پیاس کو بھڑکانے کے لئے دروس قرآن و حدیث' دروس تصوف و اخلاق' مجالس ذکر و فکر کا انعقاد ضروری ہے تاکہ صحبت صلحاء کے زیادہ سے زیادہ مواقع میسر آئیں اور نفس کی گرفت ڈھیلی ہو کر اللہ سے تعلق اور وابستگی کا باعث بنے۔ اللہ کے ساتھ ٹوٹے ہوئے تعلق کی بحالی اور کمزور تعلق کی مضبوطی کے لئے پانچ اساسی چیزیں ہیں۔

۱۔ ذکر الٰہی

Marfat.com

۲۔ عبادت الٰہی
۳۔ اطاعت الٰہی
۴۔ خشیت الٰہی
۵۔ محبت الٰہی

2- ربط رسالت کی بحالی

اسلام کے ارفع و اعلیٰ مقاصد کے حصول کا خواب اس وقت تک شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا جب تک کہ امت تاجدار کائنات سے غلامی کے ٹوٹے ہوئے رشتے کو پھر سے بحال نہیں کر لیتی۔ یہی تو وہ تعلق ہے جس سے ایمان کے سوتے پھوٹتے ہیں اور نظریاتی تحفظات کی ضمانت ملتی ہے۔ یہی وہ اساس ہے جس سے انحراف کی صورت میں قصر ایمان منہدم ہو جاتا ہے اور ادنی سی بے ادبی سارے اعمال کو ضائع کر دیتی ہے۔ ایمان و عرفان کا شعور اور بلندی درجات عشق و اطاعت رسول ﷺ میں گم ہو جانے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس بارگاہ میں آواز کا اونچا ہو جانا بھی اتنی بڑی گستاخی ہے جو کہ بربادی کا باعث بن جاتی ہے۔

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ○
(الحجرات : 2)

"اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ زور سے آپؐ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے ہو (اس بے ادبی سے) کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔"

اس بارگاہ کے آداب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود سکھائے ہیں اور گنہگاروں کو ان کے در اقدس پر حاضر ہو کر اللہ سے معافی مانگنے کی ترغیب دلائی ہے۔

Marfat.com

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما ○
(النساء : 64)

"اے حبیب! اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا آپ کے پاس حاضر ہوتے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت مانگتے تو وہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم والا پاتے۔"

انسان کا مقصود زندگی رضائے الٰہی کا حصول ہے لیکن اس کا طریق کار بواسطہ رسول ﷺ ہی ملتا ہے بلکہ عرفان ذات باری تعالیٰ بھی واسطہ رسالت کے بغیر ممکن نہیں اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت عقیدہ توحید کو بیان کرتے وقت بھی واسطہ رسالت کو اختیار کیا گیا۔

قل هو الله احد ○
(الاخلاص : 1)

"اے نبی آپ کہہ دیجئے! اللہ ایک ہے۔"

فرمایا اے نبی ﷺ! آپ کہیں کہ اللہ ایک ہے براہ راست توحید کا اعلان نہیں کیا گیا لہٰذا دامن رسول ﷺ تھام کر ہی کشتی کو سلامتی کے ساتھ کنارے پر اتارا جا سکتا ہے لیکن اس امت کی بدقسمتی کے عقیدہ رسالت اور ذات مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے بحثوں اور جھگڑوں میں پڑ کر اپنا تعلق کمزور کر بیٹھی۔ اغیار یہی تو چاہتے تھے کہ قوم کے بدن سے روح محمد ﷺ کو نکال دیا جائے کیونکہ یہی تو ان کے لئے قوت متحرکہ کا کام دیتی ہے۔ نزاعی بحثوں کے باعث نئی نسل ادب و تعظیم مصطفیٰ ﷺ بھول گئی۔ اطاعت و اتباع کے بندھن ڈھیلے پڑ گئے۔ تعلق جبی میں دراڑیں پڑ گئیں۔ جب معرفت مقام رسول ﷺ سے ناآشنا ہوئے تو نصرت دین مصطفیٰ ﷺ کے تقاضے بھی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

رابطہ کی بحالی کا طریق کار

عصر حاضر کے تقاضوں کے تناظر میں اس وقت ربط رسالت کی بحالی کے پانچ ذرائع ہیں جنہیں نظر انداز کر کے کوئی مسلمان بھی غلامی رسول ﷺ کا حق ادا

Marfat.com

نہیں کر سکتا۔

۱۔ معرفت مقام رسول ﷺ

۲۔ ادب و تعظیم رسول ﷺ

۳۔ محبت رسول ﷺ

۴۔ اتباع رسول ﷺ

۵۔ نصرت رسول ﷺ

جیسا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا۔

فالذین امنوا به وعزروه و نصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئک هم المفلحون (الاعراف : 157)

"پس جو لوگ نبی ﷺ پر ایمان لائیں آپ کی تعظیم کریں (آپ کے مشن کی) مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو آپ کے ساتھ اتارا گیا صرف وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔"

3- رجوع الی القرآن

قرآن اللہ تعالی کی آخری کتاب ہے جو اس نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے نازل کی اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالی نے خود لے لیا اس لئے قیامت تک اس میں تحریف اور کمی بیشی ممکن نہیں۔ نبی آخرالزمان ﷺ کی بعثت پر دین کو مکمل کر دیا اب رہتی دنیا تک کسی نئے دین کی ضرورت باقی نہ رہی اس کی تعلیمات ہر دور کے لئے کفایت کریں گی۔ اللہ تعالی نے فرمایا۔

ذالک الکتاب لاریب فیه (البقرہ : 2)

"یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔"

اس کی تعلیمات ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہیں اب انسانیت کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ اپنی فلاح کے لئے قرآن کی طرف رجوع کرے کیونکہ یہ

تبیان لکل شی (النحل : 16 - 89)

"اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔"

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

ترکت فیکم امرین لن تضلو ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله (مشکوٰۃ)

"میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اگر ان کو تھامے رکھو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔"

گویا گمراہی سے بچنے کے لئے تمسک بالقرآن کے بغیر چارہ نہیں ورنہ انسانیت یونہی اندھیروں میں بھٹکتی رہے گی۔ مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ کتاب زندہ پاس ہونے کے باوجود اسے پڑھنا اور اس پر عمل کرنا چھوڑ بیٹھے اور اب قلوب بے سرور اور نگاہیں بے نور ہیں۔ عیش پرستی اور نفس پرستی غالب آگئی تو ذلت و مسکنت مقدر بن گئی کیونکہ۔

؎ گر تو خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

بھلا قرآنی تعلیمات کو نظر انداز کر کے آدمی مسلمان کیسے رہ سکتا ہے۔ یہی تو وہ سرچشمہ ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت' الوہیت اور کمالات پر حجت اور رسالت محمدی ﷺ کی دلیل قاطع ہے اس کے بغیر تو کسی دینی تشخص کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ امت کی بدقسمتی کہ نہ اس کی تلاوت کرتے ہیں کہ انہیں روحانی حظ ملے نہ تفکر و تدبر کا شعار رہا کہ زندگی میں پیش آمدہ مسائل کو حل کر کے دنیا کی سیادت اور راہنمائی کر سکیں حالانکہ ہر سوال کا جواب قرآن سے مل سکتا ہے۔

افلا یتدبرون القرآن (محمد : 24)

"کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے۔"

احکام قرآنی کی تعمیل میں سرے سے دلچسپی نہیں ساری توانائیاں مادی ضروریات کی تکمیل میں صرف ہو رہی ہیں اور حلال و حرام کے پیمانے مٹ چکے ہیں اللہ کی

Marfat.com

فرمانبرداری صرف چند مراسم عبودیت تک محدود ہو کر رہی گئی ہے جبکہ مسلمان اپنی معاشی' سیاسی اور معاشرتی زندگی سے قرآنی تعلیمات کو نکال چکے ہیں حالانکہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اس کے احکامات کے مطابق نظام زندگی نہ چلانے والے ظالم اور کافر ہیں۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظلمون ○ (المائدہ : 45)

"اور جو اس کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کرے جسے اللہ نے اتارا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔"

؎ وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

یہ مہجوری قرآن کا نتیجہ ہے کہ اس وقت دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہونے کے باوجود عالمی سطح پر مسلمانوں کی کوئی حیثیت نہیں بین الاقوامی اداروں میں ان کی کوئی شنوائی نہیں پوری دنیا میں مسلمانوں کا قتل عام ہوتا ہے۔ سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں پھر بھی اپنی اس رسوائی اور کسمپرسی کا احساس اور مداوا کرنے کے شعور سے عاری ہیں۔

قرآن سے تعلق کی نوعیت

قرآن مجید سے کماحقہ تعلق قائم کرنے کی پانچ صورتیں ہیں جن کا لحاظ ازبس ضروری ہے۔

(1) تعلق حبی

قرآن مجید اللہ کا کلام اور پیغام ہے اللہ سے محبت کرنے والے اس کی کتاب سے بھی محبت کرتے ہیں کیونکہ جس کسی سے محبت ہو اس سے منسوب ہر چیز سے محبت ہو جاتی ہے رجوع الی القرآن کا پہلا تقاضا قرآن کے ساتھ محبت کا تعلق قائم کیا جائے۔ اور محبت ادب کا تقاضا کرتی ہے قرآن مجید کو محبت اور ادب کی نگاہ سے دیکھنا بھی عبادت ہے۔

(2) کثرت تلاوت

قرآن سے محبت کا تعلق قائم ہو جائے تو اسے نظروں سے اوجھل کرنے کو جی

Marfat.com

نہیں چاہتا پھر کثرت تلاوت معمول بن جائے گا۔ بار بار تلاوت کرنے سے ایک خاص لطف محسوس ہوتا ہے اس کی حلاوت اور چاشنی جذبہ عمل پر ابھارتی ہے۔

(3) تدبر و تفکر

جب تک قرآن مجید پر تدبر اور تفکر نہ کیا جائے اس کی روح کو نہیں پایا جا سکتا ؛ لہٰذا تعلق کی بحالی کے لئے اس کی آیات کو غور و فکر کا موضوع بنانا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود تدبر و تفکر کا حکم فرمایا ہے۔

(4) عمل بالقرآن

قرآن مجید صرف ادب و تکریم کرنے اور لائبریریوں کی زینت بنانے کے لئے نازل نہیں کیا گیا بلکہ اس کی تعلیمات عمل کا تقاضا کرتی ہیں تلاوت و تفکر کے نتیجے میں اچھی طرح سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہونے سے ہی آدمی دوسروں کو اس کی جانب دعوت دے سکتا ہے۔ بے عمل آدمی کی بات سننے کے لئے کوئی بھی تیار نہیں ہوتا۔

(5) تبلیغ بالقرآن

جب قرآن کو کتاب ہدایت مان کر اس پر عمل درآمد شروع کر لیا تو اس کے بعد ضروری ہو جاتا ہے کہ دوسروں کو بھی اس جانب متوجہ کیا جائے کیونکہ ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی وہی پسند کرے۔ لہٰذا دعوت و تبلیغ کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ قرآنی آیات کے حوالہ دیئے جائیں۔

4- اتحاد امت

امت کے موجودہ احوال و ظروف کے تناظر میں دعوت کا ایک اہم ہدف اتحاد امت بھی ہونا چاہئے کیونکہ مسلمان فرقوں اور گروہوں میں اس قدر بٹ چکے ہیں کہ اب تصور امت معدوم ہو کر رہ گیا ہے مسلمان لسانی، نسلی، وطنی، جغرافیائی، مسلکی اور گروہی مفادات کے باعث ایک دوسرے کے ساتھ متصادم ہیں حالانکہ فرمان خدا ہے۔

Marfat.com

واعتصمو بحبل لله جميعا ولا تفرقوا۔

(ال عمران : 103)

"اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ نہ کرو۔"

یہ راز کسی سے پوشیدہ نہیں کہ قوت کا راز اتحاد میں مضمر ہے لیکن سب کچھ جانتے بوجھتے تفرقہ اس لئے ہوتا ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق پر زیادتی کرنے سے باز نہیں آتا انانیت کا بت آڑے آجاتا ہے اور اتحاد کی کاوش رائیگاں چلی جاتی ہے۔

اگرچہ انسانی اختلافات کی تاریخ بہت پرانی ہے لیکن ایک مذہب کے پیروکاروں میں اختلاف رائے تک بات محدود رہے تو کوئی حرج نہیں البتہ نوبت مخالفت تک پہنچ جائے تو خطرے کی گھنٹی ہے بعض دردمند عناصر امت کی اس زبوں حالی کا رونا روتے ہیں اور حسب استطاعت اصلاح احوال کی کوشش بھی کرتے ہیں لیکن

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

چونکہ مرض کی صحیح تشخیص نہیں ہوتی تشخیص ہو جائے تو درست علاج نہیں ہوتا اس لئے مسئلہ جوں کا توں رہتا ہے بڑی عجیب بات ہے یوں تو اتحاد کی باتیں زبان زد خاص و عام ہیں لیکن تحریر ہو یا تقریر کہیں برملا تو کہیں بین السطور نفرتوں کا اظہار ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اتحاد کی بات مسلکی اختلافات کو سامنے رکھ کر کی جاتی ہے ذہنی تحفظات کی گرہ نہیں کھلتی بایں ہمہ ہر کوئی اتحاد کا دعویدار ہے حالانکہ نتائج کے اعتبار سے یہ طرز عمل فساد کے ضمن میں آتا ہے۔

واذا قيل لهم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون

(البقرہ : 11)

"جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔"

اتحاد کے زیادہ تر داعی اس وقت اس آیت کریمہ کے ٹھیک مصداق ہیں۔

اختلاف کے اسباب

اسباب کی نوعیت زمان و مکان کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ کہیں مادی و

Marfat.com

دنیوی مفادات آڑے آتے ہیں کبھی مرتبہ و مقام اور جاہ منصب رکلوٹ بن جاتا ہے فلسفیانہ اور متکلمانہ موشگافیوں نے مناظرانہ اور مجادلانہ ماحول پیدا کر دیا۔ دینی مدارس بھی اس مہم میں برابر کے شریک ہیں۔ ضد ہٹ دھرمی اور آباء پرستی بھی اس کا باعث ہے۔ جدید لسانی' نسلی اور وطنی تصورات بھی امت کو پارہ پارہ کرنے میں برابر کے شریک ہیں۔ تعبیر و تشریح کی غلطیاں' تعلی و تحزب اور آپس میں رابطہ کا فقدان بھی اختلافات کی خلیج کو گہرا کرتے رہتے ہیں۔ اتحاد کی کوششیں زیادہ تر نعرہ بازی تک محدود رہتی ہیں یا پھر سطحی نوعیت کی ہوتی ہیں اخلاص کی کمی ہے لیکن ہر کوئی کریڈٹ لینا چاہتا ہے۔ شوق قیادت و سیادت بھی قریب نہیں آنے دیتا۔ قبائلی اور علاقائی عصبیتیں سر اٹھاتی رہتی ہیں۔ اختلافات کی نوعیت سیاسی' معاشی اور معاشرتی بھی ہوتی ہے۔ نظریات کا ٹکراؤ' شخصیات کا ٹکراؤ' مفادات کا ٹکراؤ گویا اتحاد نام کی کوئی چیز پائی ہی نہیں جاتی بین الاقوامی سطح پر بڑی طاقتوں کی حاشیہ برداری کو ہی کامیابی کا زینہ تصور کر لیا گیا ہے۔ اجنبیت کی اونچی اونچی دیواریں کھڑی ہیں کہیں کوئی سرا ہی نہیں ملتا جہاں سے اتحاد کا آغاز کیا جائے۔

حصول اتحاد کا طریق

اتحاد امت کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے صدق نیت' منصوبہ بندی' تنظیم' صبر و تحمل اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے نصب العین سے وابستگی اور ذہنی ہم آہنگی کے بغیر پائیدار اتحاد کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ سوچنے کی بات ہے اگر موجودہ فرقہ پرستی ہی معیار نجات ہے تو پھر قرون اولی کے مسلمانوں کا کیا بنے گا؟ بین الاقوامی سطح پر تصورات کو اجاگر کیا جائے اور امریکی نیو ورلڈ آرڈر میں اپنی اپنی الگ جگہ بنانے کی بجائے مل کر اس کی مزاحمت کرنی چاہئے۔ قومی سطح پر ذرائع ابلاغ اور جلسے جلوسوں کے ذریعے وحدت فکر اور ہم آہنگی کے فروغ کی تشہیر کرنی چاہئے۔ ہر ایسی تحریر اور تقریر پر پابندی لگا دینی چاہئے جس سے دوسروں کے جذبات مجروح ہوتے ہوں۔ حکومتی سطح پر جملہ مکاتب فکر کے علماء کا بورڈ بنا دیا جائے جو فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے درج ذیل عملی کاوشیں کرے۔

Marfat.com

1- عالمی اسلامی وحدت و تشخص کو اجاگر کرنا
2- اجتماعی مفاد کا تحفظ
3- داخلی و خارجی حملوں کا تدارک
4- عالمگیر دعوت کا احیاء
5- یکجہتی کا فروغ

اساس اتحاد

درج ذیل باتوں پر اتحاد کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔
1- قرآن و سنت کی متفق علیہ تعلیمات
2- تعاون علی البر اور غلبہ اسلام کی بحالی
3- مجمع علیہ شعائر کے ذریعے اسلامی تشخص کا اظہار
4- فواحش و منکرات کے خلاف جہاد
5- بین الاقوامی سازشوں کا مقابلہ
6- بین الاقوامی سطح پر دعوت کا کام
7- غلامی رسول ﷺ

چونکہ انسانی اعمال تصورات اور خیالات کے تابع ہوتے ہیں کسی چیز کی خواہش جتنی شدید ہو گی عمل اسی تناسب سے تیز اور زیادہ ہو گا باہم متصادم عناصر میں کسی طرح اتحاد کی خواہش پیدا کر دی جائے تو اتحاد کے راستے وہ ازخود تلاش کر لیں گے اس لئے احیائے اسلام کی دعوت کا ایک اہم ہدف اتحاد امت بھی ہونا چاہئے۔

5- غلبہ اسلام کی بحالی

کوئی دعوت اس وقت تک دعوت اسلام کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی جب تک غلبہ دین اسلام کی بحالی اس کے اہداف اور پروگرام میں شامل نہ ہو کیونکہ دینی تعلیمات کے بیشتر حصے کے عملی نفاذ کا تعلق اسلام کے سیاسی غلبہ کے ساتھ ہے نہی عن المنکر کے فرمان خداوندی پر عملدرآمد قوت اور اقتدار کے بغیر مشکل ہے۔ برائی کا قلع قمع کرنے اور باطل اور طاغوتی طاقتوں کے اثر و نفوذ اور مزاحمتوں کی روک تھام کے

Marfat.com

لئے سیاسی انقلاب ناگزیر ہے جس کا آغاز تو قومی سطح سے ہو گا لیکن منتج بین الاقوامی سطح پر جا کر ہو گا لیکن اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ نہ تو انقلاب فرانس کی طرح محض سیاسی ہو گا اور نہ انقلاب روس کی طرح محض معاشی۔ اصل میں اسلامی معاشرہ بھرپور اور ایک ہمہ جہت تبدیلی کا تقاضا کرتا ہے جس کا مقصد حق کی مٹی ہوئی معاشرتی' معاشی' سیاسی' مذہبی' اخلاقی' روحانی اور علمی قدروں کو پھر سے زندہ کرنا ہے گویا موجودہ حالات میں دعوت کا ہدف مکمل احیائے دین اور غلبہ اسلام ہونا چاہئے۔ مقصود بعثت کے حوالے سے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولوکره المشرکون۔ (الصف : 9)

"وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے خواہ یہ بات مشرکوں کو کتنی ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔"

اظہار دین سے مراد علمی و فکری غلبہ بھی ہے اور عسکری و سیاسی غلبہ بھی۔ اس غلبہ کو قائم رکھنا امت کی ذمہ داری ہے اور کسی دور میں کہیں غلبہ برقرار نہ رہے تو اس کی بحالی کی جدوجہد فرض عین بن جاتی ہے کیونکہ اسی میں امت مسلمہ کی بقا کی ضمانت ہے۔

جہاں علمی استدلال کام نہ دے باطل کو میدان کارزار میں للکارا جاتا ہے باطل اطفائے نور حق چاہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اتمام نور حق چاہتا ہے احقاق حق ، ابطال باطل اور ارادہ حق کو غالب کرنے کے لئے مسلمانوں پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مطلوبہ نتیجہ خیزی کی ضمانت تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فراہم کر دی ہے شرط یہ ہے کہ حصول مقصد کے لئے بھرپور کوشش کی جائے۔ پیغمبرانہ لائحہ عمل کو اختیار کر کے آج بھی دین کو غالب کیا جا سکتا ہے فتح و نصرت آج بھی قدم چوم سکتی ہے بشرطیکہ اسلام کو ماننے والے قوت ایمانی کو حرکت میں لا کر میدان کارزار میں اتر جائیں۔ ناکامیاں اور مایوسیاں ہمارے وضع کردہ لائحہ ہائے عمل نے پیدا کی ہیں اسوہ حسنہ تو قیامت تک کے لئے مشعل راہ ہے موجودہ دور میں سنت نبوی ﷺ پر

Marfat.com

چل کر اگر غلبہ ممکن نہیں تو پھر عقیدہ ختم نبوت کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے اس طرح سلسلہ انبیاء کو جاری رہنا چاہئے تھا۔

سیاسی غلبہ سے مراد صرف حصول اقتدار نہیں بلکہ اقتدار برائے انقلاب ہے جس کے ذریعے برائی کا مکمل خاتمہ اور نیکی کا ماحول پیدا کرنا مقصود ہے اقتدار کے بغیر کسی معاشرے میں عدل و انصاف کے تقاضوں کو پور انہیں کیا جا سکتا حتیٰ کہ مراسم عبودیت کی ادائیگی بھی ممکن نہیں رہتی۔

ولولادفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات مساجد

(حج : 40)

"اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا کر بچاؤ نہ کرتا تو خانقاہیں، گرجے، کلیسے اور مسجدیں منہدم ہو جائیں۔"

گویا اہل حق کی غیر مصالحانہ جنگ کے ذریعے اللہ تعالیٰ باطل کو کچلنے کا سامان پیدا کرتا ہے اور اللہ ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں اور نصرت دین کے لئے سربکف میدان عمل میں نکل آتے ہیں۔

وينصرن الله من ينصر

(حج : 40)

"اور اللہ یقیناً" اس کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کے لئے نکلے گا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے ضمن میں قرآن مجید نے اکثریت کے ایمان نہ لانے کی جو وجہ بیان کی ہے اس کے سوا کچھ نہیں کہ اقتدار فرعون کے پاس تھا اس کی جھوٹی الوہیت کو دل سے تسلیم نہ کرنے کے باوجود چند نوجوانوں کے سوا کسی نے دعوت پر لبیک کہنے کی جرات نہ کی کیونکہ انہیں فرعون کے انتقام سے ڈر تھا غلامانہ ذہنیت نے انہیں بزدل بنا دیا تھا۔

فما امن لموسى الا ذرية من قومه على خوف من فرعون و ملائهم ان يفتنهم

(یونس : 83)

"پھر اس قوم کے چند نوجوانوں کے علاوہ کوئی موسیٰ علیہ السلام پر اس خوف سے ایمان نہ لایا کہ کہیں فرعون اور اس کے سردار انہیں

Marfat.com

مصیبت میں نہ ڈال دیں۔"

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جب مکہ میں وعظ و نصیحت کے تیرہ سال گزارنے کے بعد مدینہ کی جانب ہجرت فرما کر کفار کے ساتھ معرکہ آرائیوں کے بعد ان کی قوت کو کچل ڈالا تو لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔

اذا جاء نصر الله والفتح ○	"جب اللہ کی نصرت اور فتح آن
ورایت الناس یدخلون فی	پہنچی تو تو نے دیکھا انسانوں کو داخل
دین الله افواجا ○	ہوتے اللہ کے دین میں فوج در
(النصر: 1 - 2)	فوج۔"

بالا دست طبقوں کے دباؤ کے باعث عوام الناس مصلحت پسند اور باطل پرست بن جاتے ہیں ذہنی غلامی بزدلی پر منتج ہوتی ہے اس لئے اہداف دعوت میں فیصلہ کن ہدف اسلام کا غلبہ اور اس کا عملی نفاذ ہے جس کے بعد قلت کثرت میں بدلتی ہے معاشرتی عدم تحفظ کا احساس ختم ہوتا ہے معاشی تعطل دور ہو جانے کے باعث خوشحالی' امن اور سلامتی کا دور دورہ ہوتا ہے۔

مراحل جدوجہد

دعوت میں نتیجہ خیزی پیدا کرنے اور اسے کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ایک وقت درکار ہوتا ہے ایک خاص منصوبہ بندی اور حکمت عملی کے تحت مرحلہ وار سفر طے کیا جاتا ہے۔ دور حاضر میں عین سنت نبوی ﷺ کے مطابق جدوجہد کو پانچ مراحل سے گزارنا ہو گا۔

1- مرحلہ دعوت (ابتدائی)

کوئی بھی دعوت جس کا ایک واضح نصب العین ہو حصول مقصد کے لئے سب سے پہلے لوگوں کے سامنے اپنی دعوت کو پیش کرتی ہے وسیع پیمانے پر اس کی تشہیر کی جاتی ہے اس کے حق میں بڑے شدومد سے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ اس کی تفصیلات اور جزئیات کو بیان کیا جاتا ہے لوگوں کے اٹھائے گئے سوالات اور اعتراضات کا

Marfat.com

تسلی بخش جواب فراہم کیا جاتا ہے اور شکوک و شبہات کا ازالہ کر کے اسے لوگوں کے لئے قابل قبول بنایا جاتا ہے۔

دعوت اسلامی کے حوالے سے یہ امر بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ داعی خود اپنی دعوت کے لوازمات سے پوری طرح باخبر ہو۔ اسے دعوت کی حقانیت اور کامیابی پر غیر متزلزل یقین ہو اور کسی سے مرعوب ہوئے بغیر وہ اپنی دعوت کو قوت کے ساتھ پیش بھی کر سکے دور جدید میں ذرائع ابلاغ نے بہت ترقی کر لی ہے جب تک قدیم اور جدید جملہ ذرائع کو استعمال میں نہ لایا جائے اس وقت تک خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ مرحلہ دعوت میں ایک ایک دروازے اور ایک ایک دل پر دستک دینا ہوتی ہے۔ کھیت ہوں یا کارخانے' دوکانیں ہوں یا تعلیمی ادارے' کھیل کے میدان ہوں یا تفریحی مراکز غرضیکہ ہر میدان میں پیغام پہنچانا چاہئے۔ دعوت و تبلیغ کے کام کو صرف مساجد تک محدود کر دینا بہت بڑا ظلم ہے اس طرح معاشرے کے بہت سے طبقات تک پیغام نہیں پہنچ پاتا۔

دعوت کے اس ابتدائی مرحلے میں اس امر پر نظر رکھنا اشد ضروری ہے کہ قبولیت کا کیا تناسب ہے اپنے طریق کار پر نظرثانی کرتے رہنا چاہئے ایک داعی کے لئے لازمی ہے کہ اسے ذرائع دعوت' اسلوب دعوت اور موضوعات دعوت پر عبور حاصل ہو دعوت کے پیغمبرانہ طریق کار اور قرآنی اصول حکمت سے واقفیت بھی ازبس ضروری ہے داعی کی سیرت و کردار اس ضمن میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ دعوت کی نوعیت ہمہ گیر اور آفاقی ہونی چاہئے اس کا مخاطب لا امتیاز دنیا کا ہر انسان ہونا چاہئے۔ صالحیت اور روحانیت اس کے بنیادی عناصر ہوتے ہیں۔

2- تنظیم

دوسرا مرحلہ تنظیم ہے تنظیم کی عدم موجودگی میں کوئی قابل قدر اور قابل ذکر کام نہیں کیا جا سکتا۔ نظم انسانی زندگی کا نہایت اہم اصول ہے دعوت کو موثر بنانے کے لئے بھی انسانی تنظیم درکار ہے غلبہ اسلام جو دعوت کی غرض و غایت ہے اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ مسلمان متحد ہو کر جدوجہد نہ کریں۔ اتنا عظیم الشان کام

Marfat.com

انفرادی کاوشوں سے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا لہٰذا کام کا آغاز منظم طریقے سے کرنے کے لئے تنظیم کا وجود ضروری ہے اور کوئی تنظیم قائد اور ناظم کے بغیر ممکن نہیں۔ کارکنوں کا قائد کے ساتھ تعلق محبت اور اطاعت کے جذبات پر مبنی ہونا چاہئے۔ تنظیمی زندگی میں اطاعت امیر کا اصول بڑی بنیادی نوعیت کا حامل ہے۔ جس کی عدم موجودگی میں تنظیم کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اسلام نے سمع و اطاعت' جماعت اور اطاعت امیر پر بڑا زور دیا ہے حتی کہ دو آدمی بھی جمع ہوں تو نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔ "مسلمان کو امیر کی اطاعت کرنی چاہئے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند جب تک اسے گناہ کا حکم نہ دیا جائے اگر معصیت کا حکم دیا جائے تو سننا اور اطاعت کرنا صحیح نہیں۔"

جب تخریبی اور منفی کام کرنے والے جرائم پیشہ لوگ منظم ہو کر اپنی سرگرمیاں جاری رکھتے ہیں ان کا بھی ایک سردار ہوتا ہے جس کے احکامات کی تعمیل بلاچوں و چرا کی جاتی ہے تو مثبت اور تعمیری کام کرنے کے لئے کیا تنظیم کی ضرورت نہ ہو گی اس لئے ضروری ہے کہ جو لوگ دعوت پر لبیک کہیں اور ایک ساتھ چلنے کا عہد کر لیں انہیں نظم کی لڑی میں پرو لیا جائے لیکن افسوس کار دعوت میں مصروف اکثر شخصیات تنظیم کی اہمیت سے بے خبر ہیں کسی نظم کا پابند ہونا ان کے مزاج کا حصہ ہی نہیں۔ قائد کے لئے جہاں کارکنوں کی نگرانی اور جواب طلبی کرنا ضروری ہے وہاں وہ خود بھی مسئول اور جواب دہ ہوتا ہے اس کا بھی محاسبہ کیا جا سکتا ہے۔ کوتاہی اور تساہل کسی جانب سے بھی ہو تنظیم کے لئے سخت نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

ایک اور لحاظ سے دیکھیں تو دعوت اور تربیت کا کام بھی تو تنظیم نے کرنا ہوتا ہے عہدیدار ہی اس بات کے ذمہ دار ہوتے ہیں کہ وہ پالیسیاں مرتب کر کے انہیں نافذ کریں۔ جو لوگ دعوت قبول کر لیتے ہیں ان کی تربیت کا سامان فراہم کریں۔ ساتھیوں کے حوصلے بلند رکھیں لوگوں کو متوجہ اور متحرک (Motivate) کریں اور دعوت کی رفتار پر نظر رکھیں۔ کارکنوں میں اتنا جذبہ (Spirit) پیدا کر دیں کہ جب بھی پکارا جائے سر کف میدان میں نکل آئیں۔

بنی اسرائیل کے لئے بارہ سرداروں کا مقرر کیا جانا تنظیمی زندگی کی طرف اشارہ

Marfat.com

کرتا ہے بقول قرآنی

ویعثنا منھم اثنی عشر نقیبا "اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کئے۔"

(المائدہ : - 12)

گویا سربراہوں کا ذکر کر کے قیادت کی اہمیت کو اجاگر کیا اس آیت میں استعمال شدہ لفظ "نقیب" کا لغوی معنی "نگہبان" ہے جو معاملات کی مکمل دیکھ بھال کرتا ہے اور اس بارے میں جواب دہ بھی ہوتا ہے۔

3- تربیت

فکر' نظریہ' اور عمل میں پختگی پیدا کرنے اور درجہ استقامت پر فائز ہونے کے لئے حصول تربیت نہایت ضروری ہے تربیت سے گفتگو کا سلیقہ اور کام کرنے کا طریقہ آتا ہے خفتہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں اپنے اوپر اعتماد پیدا ہوتا ہے اور جذبہ عمل کو مہمیز ملتی ہے۔ ایک مومن کے لئے قوت کا سرچشمہ ایمان ہوتا ہے اللہ پر توکل اور استغناء کی دولت میدان عمل میں تقویت کا باعث بنتے ہیں۔ ناموافق حالات کا مقابلہ کرنے اور مشکلات میں ثابت قدم رہنے کے لئے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالی نے فرمایا۔

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین "تمہی غالب رہو گے بشرطیکہ تمہارا (کامیابی پر) ایمان ہو۔"

(ال عمران : - 139)

تربیت کے دو پہلو ہیں ایک نظری اور دوسرا عملی۔ خطابات' لیکچرز' سیمینارز اور جلسے جلوس ہی کافی نہیں بلکہ عملی تجربات سے گزر کر ہی صحیح معنوں میں تربیت ہوتی ہے۔ فکری' نظریاتی اور علمی تربیت تجربات کے ذریعے عمل میں ڈھل کر شخصیت کو کندن بناتی ہے موانعات اور مشکلات کا صرف علم ہونا کافی نہیں بلکہ ان سے عملی واسطہ پڑنا بھی ضروری ہے بصورت دیگر وقت آنے پر انسان مقابلے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔

جیسا نصب العین ہو گا اس کے حصول کے لئے ویسی ہی تربیت درکار ہوتی ہے ایک استاد اور ڈاکٹر بننے کے لئے تربیت کا طریق کار مختلف ہو گا۔ بعینہ کوئی شخص داعی

Marfat.com

بن کر غلبہ اسلام کے لئے کام کرنا چاہتا ہے تو اس کی تربیت کے تقاضے جدا ہوں گے۔ معاشرے کو آلودگی سے پاک کرنے کے لئے ایسے پاکیزہ سیرت و کردار کے حامل افراد چاہئیں جو جرات و بہادری کا پیکر ہوں جن کی گردنیں اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہ جھکیں جو باطل و طاغوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں کیونکہ جو شخص اپنے پانچ چھ فٹ قد کے جسم پر اسلام نافذ نہیں کر سکتا اس سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ پورے نظام کو بدلنے کے لئے کوئی قربانی دے سکے گا لہٰذا ضروری ہے کہ آدمی کو عبادات کے ریاضت اور مجاہدے کروا کر اس مقصد کے لئے تیار کیا جائے۔ نماز پنجگانہ' انفاق فی سبیل اللہ کے ساتھ ساتھ جذبہ احسان' ایثار' محبت الٰہی اور محبت رسول ﷺ پر زور دیا جائے۔ روحانی بیماریاں اور دل کے روگ خصوصی توجہ کے طالب ہوتے ہیں ان کے علاج کے لئے کثرت تلاوت قرآن صحبت صلحاء اور تفکرو مراقبہ کو معمول بنا لینا چاہئے۔ ایمان و عبادات اور اخلاق و احوال کی درستی کے ساتھ ساتھ ایسے افراد کو میدان عمل میں اتار کر دعوت کے اصول و ضوابط کی روشنی میں موانعات' مشکلات اور رکاوٹوں کا عملی تجربہ کرنے کا موقعہ بھی فراہم کیا جائے۔

تربیت کے بغیر افراد خام مال کی طرح ہوتے ہیں ان سے مفید کام لینے اور قیمتی مواد تیار کرنے کے لئے تربیت درکار ہوتی ہے۔ عام مشاہدے کی بات ہے چند تربیت یافتہ افراد لاکھوں کے مجمع کو درہم برہم کر دیتے ہیں عوام الناس کچی اینٹوں کا ڈھیر ہوتے ہین اگر آپ عمارت تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پہلے تربیت کے ذریعے انہیں پکا کر مضبوط بنانا ہو گا پھر دیوار میں چننے کے قابل بن سکیں گے۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ (توبہ : 111)

"اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور مال بہشت کے بدلے خرید لئے۔"

اگر یہ بات سمجھ میں آ جائے تو پھر فکر و نظر' احساس و شعور اور اعمال و تصورات سب کا مرکز و محور اسلام بن جائے گا جن کی زندگی کے ہر پہلو میں ایک توازن آ جائے قول و فعل میں مطابقت پیدا ہو جائے اسلام کو ایسے رجال کار درکار ہیں لیکن یہ بات بہت اہم ہے کہ جب تک صالح اور پاکیزہ ماحول مہیا نہ کیا جائے مطلوبہ

Marfat.com

معیار کے افراد کی تیاری بہت مشکل ہے۔

4- تحریک

تنظیم و تربیت کے مراحل سے گزر کر جب مطلوبہ تیاری مکمل ہو جائے اور کامیابی کے کچھ امکانات پیدا ہو جائیں تو پھر ظلم اور بدی کے خاتمے اور جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے عملی اقدامات کا آغاز کرنا پڑتا ہے۔ میدان کار زار میں اتر کر عملی طور پر قربانیاں دے کر مرحلہ تحریک کا آغاز کیا جاتا ہے گویا اقدام (Active Resistance) کا دور شروع ہو گیا لوگوں کی ایک قابل لحاظ تعداد باطل کا سر کچلنے کے لئے "یا ماریں گے یا مر جائیں گے" کے اصول پر ڈٹ جاتی ہے۔ طاغوت کو چیلنج کیا جاتا ہے۔ جان و مال' عزت و آبرو غرضیکہ سب کچھ داؤ پر لگا کر شہادت گہ الفت میں کود پڑتے ہیں۔ معاشرے کو طاغوتی اور استحصالی قوتوں سے پاک کرنے کے لئے کفن سر پر باندھ لیتے ہیں۔ پیغمبرانہ مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ایسی ہی فضاء درکار ہوتی ہے۔

فیصلہ کن اقدام کرنے سے پیشتر اس امر کا یقین کر لینا چاہئے کہ

1- کیا مطلوبہ تقوی و صلاحیت کے مالک افراد کی ایک معتدبہ تعداد تیار ہو چکی ہے جس نے انقلاب کے بعد نظام چلانا ہے۔

2- کیا عوام الناس کے ساتھ رابطہ اور مشن کے ساتھ ان کی وابستگی کی کیفیت تسلی بخش ہے۔

3- جو نظام نافذ کرنے کے آپ داعی ہیں کیا وہ اس طرح مرتب اور مدون ہو چکا ہے کہ اس کے نفاذ میں کوئی عملی دقت پیش نہ آئے۔

اگر قیادت مطمئن ہے تو پھر بلا تاخیر اقدام کر دینا چاہئے۔

5- انقلاب

آخری مرحلہ فیصلہ کن ہو گا اگر اسلام کے داعیوں نے خاطر خواہ قوت فراہم کر لی تو کسی ایک محاذ پر بھی ان کی کامیابی دشمن کے دل میں رعب ڈال دے گی اور مزاحمت ختم ہو جائے گی کیونکہ لاکھوں افراد مصمم ارادہ کے ساتھ حکومت کے خلاف

Marfat.com

صف آرا ہو جائیں تو وہ زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتی البتہ عسکری اعتبار سے کمزور ہونے کی صورت میں مجاہدین کو مسلح تصادم کا سامنا کرنا ہو گا اور ہار جیت کا فیصلہ میدان جنگ میں ہو گا۔ چونکہ علمی و فکری اور اخلاقی و روحانی سطح پر پہلے ہی کافی کام ہو چکا ہو گا اب سیاسی انقلاب بپا ہونے کے باعث اقتدار ہاتھ میں آ جائے گا تو معاشی اور معاشرتی ناہمواریاں ختم کرنے کے لئے استحصالی قوتوں کا صفایا کرنا آسان ہو جائے گا کیونکہ ان کی پشت پناہی کرنے والے با اثر طبقات کی کمر ہمت ٹوٹ چکی ہو گی۔ قیادت صالح اور عادل ہاتھوں میں آ جانے کے باعث خوشحالی اور آسودگی کا دور دورہ ہو گا اور ملک کے اندر امن و سلامتی کا راج ہو گا۔

ایک بار دنیا میں کہیں اسلامی نظام کی برکات و ثمرات کا مشاہدہ کروا دیا جائے تو اسلامی انقلاب برآمد کرنا کوئی مشکل نہ ہو گا۔ دنیا بھر کے پسے ہوئے طبقات اس دعوت پر لبیک کہیں گے اس طرح ممکن ہو سکے گا کہ ملت اسلامیہ کو باطل کے ناپاک اور ظالمانہ تسلط سے نکال کر عزت و افتخار کے ساتھ زندہ رہنا سکھایا جا سکے۔ پوری دنیا میں حق غالب آ جائے باطل دم دبا کر بھاگ جائے اور ہر طرف نغمہ ہائے توحید و رسالت کی گونج سنائی دے۔

Marfat.com

Marfat.com

ساتواں باب

دعوت اور تنظیم

Marfat.com

Marfat.com

دعوت اور تنظیم

دعوت کا کام اگرچہ انفرادی سطح پر بھی کیا جا سکتا ہے لیکن وسیع تر سطح پر کرنے کے لئے تنظیم اور اجتماعیت درکار ہوتی ہے دور رس نتائج حاصل کرنے کے لئے ایک نظم کے تحت کام کرنا پڑتا ہے۔ کوئی تنظیم اصولوں کے بغیر نہیں چل سکتی لہٰذا دعوت اسلامی بھی اپنے کچھ اصول و ضوابط رکھتی ہے۔

1۔ اطاعت امیر

اسلامی تنظیم کا پہلا اصول اطاعت امیر ہے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "ہم نے آنحضرت ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ خوش ہوں یا ناخوش امیر کا حکم مانیں گے آرام میں ہوں یا تکلیف میں خواہ ہمیں نظر انداز کر کے دوسروں کو ترجیح دی جائے۔" امیر کسی بھی سطح کا ہو ہر حال میں اس کا حکم مانا جائے گا سوائے اس کے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم دے سرور کائنات ﷺ نے فرمایا۔ "امیر کی اطاعت کرو خواہ کشمش کے دانے جیسا سر رکھنے والا کوئی حبشی غلام ہی تمہارا سربراہ کیوں نہ بنا دیا جائے۔" اس ضمن میں اس سے بڑھ کر اور کیا تاکید ہو سکتی ہے اسی لئے ہر فرد اطاعت امیر کو کار ثواب سمجھ کر کرتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اطاعت امیر میں رسول ﷺ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت ہے۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ (النساء : 59)	"اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحب امر ہیں ان کی بھی۔"

Marfat.com

2۔ شورائیت

دوسرا اصول شورائیت ہے اجتماعی معاملات میں ہر سطح پر باہمی مشاورت کو لازمی قرار دیا گیا ہے تاکہ فیصلے کرتے وقت موضوع زیر بحث سے متعلق منفی و مثبت جملہ پہلو سامنے آجائیں۔ نبی علیہ الصلوۃ واسلام کو صحابہؓ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

وشآورھم فی الامر (ال عمران : 159) "ان سے مختلف امور میں مشورہ کیجئے۔"

وامرھم شوری بینھم (الشوری : 38) "اور ان کے امور باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔"

اس سے مشورے اور رائے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے لوگوں کو اہم فیصلوں میں اپنی ذاتی شرکت کا احساس (Sense of Particpation) قوانین کی پابندی بخوشی کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

3۔ اخوت و محبت

اخوت و محبت کو ایک بنیادی اصول کی حیثیت حاصل ہے۔

کل مسلم اخوۃ "سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

کسی اور ہیئت اجتماعیہ میں آپ کو ایسا سنہری اصول نہیں ملے گا مسلمانوں کو آپس میں جوڑنے کے لئے یہ اصول سیمنٹ کا کام دیتا ہے باہمی محبت انہیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیتی ہے۔ جہاں اختلاف رائے کی گنجائش تو ہو سکتی ہے لیکن مخالفت برائے مخالفت کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں قرآن ناطق ہے۔

رحماء بینھم (الفتح : 29) "وہ آپس میں رحم دل ہوتے ہیں۔"

Marfat.com

اسلامی معاشرے کے افراد نفرتوں کی دیواروں کو گرا کر اخوت و محبت کے رشتہ میں پروئے جاتے ہیں۔

4۔ حسن ظن

حسن ظن اسلامی تنظیم کا ایک اہم اصول ہے۔ اس لئے بدگمانی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اجتنبوا کثیرا من الظن "بدگمانی سے بہت بچو۔"

(الحجرات : 12)

تعلقات کے بگاڑ میں بدگمانی کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے اس لئے ساتھیوں کے بارے میں حسن ظن سے کام لینا چاہئے تاآنکہ کوئی اپنے عمل سے اس کے برعکس ثابت کر دے۔ دوسروں کو اپنے آپ سے بہتر سمجھا جائے جہاں بدگمانی پیدا ہونے لگے ذاتی رابطہ قائم کر لیا جائے یا کوئی اچھی مثبت تاویل کر لی جائے کسی صورت میں بھی بدظنی کو دل میں جڑ نہ پکڑنے دی جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تجسس اور غیبت سے پرہیز کیا جائے۔

5۔ خیر خواہی

ایک اصول ہمدردی اور خیر خواہی ہے۔ ہر فرد دوسرے کے لئے خیر خواہی کے جذبات رکھتا ہو۔

الدین النصیحة "دین خیر خواہی کا نام ہے۔"

دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونا بیماروں کی عیادت کرنا' کمزوروں کی مدد کرنا اور بے کسوں کے کام آنا اسلامی شعار ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے ارشادات ہیں۔

Marfat.com

(۱) "جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرو۔"

(۲) "وہ مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔"

(۳) "مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں ایک عضو کو درد ہو تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔"

(۴) "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ ہوں۔"

گویا یہ ایسی تنظیم ہے جس میں ہر کوئی دوسروں کے لئے نفع بخشی اور فیض رسانی کا باعث بنتا ہے۔ ایذا رسانی اور نقصان دہی کا نہیں۔

6- ایثار و قربانی

ایثار و قربانی کو ایک نمایاں اصول کی حیثیت حاصل ہے کوئی معاشرہ محض قانونی ضابطوں کے سہارے زندہ نہیں رہ سکتا جب تک کہ اس کے افراد آپس کے معاملات میں ایثار کا مظاہرہ نہ کریں۔ اجتماعیت کا حُسن اور نکھار ایثار و قربانی کے رویوں سے وابستہ ہوتا ہے۔ اگر ہر فرد اپنے قانونی حقوق پر ہی اڑا رہے تو کچھ عرصہ بعد اسے انسانی معاشرہ نہیں کہا جا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایثار پیشہ لوگوں کی تعریف کی ہے۔

والذین یوثرون علی انفسھم ولو کان بہ خصاصۃ

"اپنی ضرورت کے باوجود جو دوسروں کے لئے ایثار کرتے ہیں۔"

(الحشر: - 9)

توقع کی جاتی ہے کہ مسلمان اپنی ضرورت سے زائد مال دوسروں پر خرچ کریں گے بلکہ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ضرورت کے باوجود ایثار کیا جائے۔ مال تو معمولی بات ہے وقت آنے پر جان بھی قربان کر دی جائے تب بھی حق ادا نہیں ہوتا۔

Marfat.com

تعلقات کے ضمن میں رواداری اور وسعت قلبی زرین اصول ہیں ایک ساتھ کام کرتے ہوئے بعض اوقات غلطیاں سرزد ہوتی ہیں جن کے باعث غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں اندریں حالات چشم پوشی اور عفوو درگزر سے کام لینا ہوتا ہے تاکہ بغض و عناد اور محاذ آرائی کی فضاء پیدا نہ ہو۔ رواداری کا مظاہرہ اور وسعت قلبی کا انداز اختیار کر کے ہی اخوت و محبت کی فضاء کو قائم رکھا جا سکتا ہے۔ اس طرح ساتھ ساتھ اصلاح بھی ہوتی جاتی ہے اور تعلقات کا خوشگوار ماحول بھی قائم رہتا ہے۔ غیر مسلم ہوں یا دوسرے فرقے کے مسلمان رواداری بہترین طرز عمل ہے۔

8- مسئولیت

ایک اہم اصول ذمہ داری اور جوابدہی کا احساس ہے جس کا ایک رخ اپنی ذات کی طرف اور دوسرا معاشرے کی جانب ہوتا ہے کیونکہ ذمہ داریاں دو طرح کی ہوتی ہیں انفرادی اور اجتماعی۔ احساس ذمہ داری کا مطلب ہے کہ فرائض کو بخوبی سمجھ کر ان کی تکمیل کی فکر لاحق ہو جائے۔ جو لوگ انفرادی ذمہ داریوں کو نبھانے سے پہلوتہی کرتے ہیں ان کی یہ غفلت اور لاپرواہی اجتماعی ذمہ داریوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے ان کے تساہل سے کام لینے کے باعث دعوت کی قوت ضائع ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا احساس مسئولیت کے باعث داعی کو ذاتی اعتبار سے معاشرے کے لئے سیرت و کردار کا بہترین نمونہ ہونا چاہئے ذمہ داریاں انفرادی نوعیت کی ہوں یا اجتماعی ہر حال میں بندہ اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔ یہ احساس ہی اسے بھٹکنے سے روک سکتا ہے ورنہ انسان کو کسی نظم کا پابند نہیں کیا جا سکتا وہ انحراف کی راہوں کا متلاشی رہتا ہے۔

دعوتی نظم و نسق

نظم و نسق کو حسب ضرورت دو شعبوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

(۱) "جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرو۔"

(۲) "وہ مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔"

(۳) "مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں ایک عضو کو درد ہو تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔"

(۴) "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ ہوں۔"

گویا یہ ایسی تنظیم ہے جس میں ہر کوئی دوسروں کے لئے نفع بخشی اور فیض رسانی کا باعث بنتا ہے۔ ایذا رسانی اور نقصان دہی کا نہیں۔

6- ایثار و قربانی

ایثار و قربانی کو ایک نمایاں اصول کی حیثیت حاصل ہے کوئی معاشرہ محض قانونی ضابطوں کے سہارے زندہ نہیں رہ سکتا جب تک کہ اس کے افراد آپس کے معاملات میں ایثار کا مظاہرہ نہ کریں۔ اجتماعیت کا حسن اور نکھار ایثارو قربانی کے رویوں سے وابستہ ہوتا ہے۔ اگر ہر فرد اپنے قانونی حقوق پر ہی اڑا رہے تو کچھ عرصہ بعد اسے انسانی معاشرہ نہیں کہا جا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایثار پیشہ لوگوں کی تعریف کی ہے۔

والذین یوثرون علی انفسھم ولو کان بہ خصاصۃ	"اپنی ضرورت کے باوجود جو دوسروں کے لئے ایثار کرتے ہیں۔"

(الحشر: 9)

توقع کی جاتی ہے کہ مسلمان اپنی ضرورت سے زائد مال دوسروں پر خرچ کریں گے بلکہ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ضرورت کے باوجود ایثار کیا جائے۔ مال تو معمولی بات ہے وقت آنے پر جان بھی قربان کر دی جائے تب بھی حق ادا نہیں ہوتا۔

Marfat.com

تعلقات کے ضمن میں رواداری اور وسعت قلبی زرین اصول ہیں ایک ساتھ کام کرتے ہوئے بعض اوقات غلطیاں سرزد ہوتی ہیں جن کے باعث غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں اندریں حالات چشم پوشی اور عفوو درگزر سے کام لینا ہوتا ہے تاکہ بغض و عناد اور محاذ آرائی کی فضاء پیدا نہ ہو۔ رواداری کا مظاہرہ اور وسعت قلبی کا انداز اختیار کر کے ہی اخوت و محبت کی فضاء کو قائم رکھا جا سکتا ہے۔ اس طرح ساتھ ساتھ اصلاح بھی ہوتی جاتی ہے اور تعلقات کا خوشگوار ماحول بھی قائم رہتا ہے۔ غیر مسلم ہوں یا دوسرے فرقے کے مسلمان رواداری بہترین طرز عمل ہے۔

8- مسئولیت

ایک اہم اصول ذمہ داری اور جوابدہی کا احساس ہے جس کا ایک رخ اپنی ذات کی طرف اور دوسرا معاشرے کی جانب ہوتا ہے کیونکہ ذمہ داریاں دو طرح کی ہوتی ہیں انفرادی اور اجتماعی۔ احساس ذمہ داری کا مطلب ہے کہ فرائض کو بخوبی سمجھ کر ان کی تکمیل کی فکر لاحق ہو جائے۔ جو لوگ انفرادی ذمہ داریوں کو نبھانے سے پہلوتہی کرتے ہیں ان کی یہ غفلت اور لاپرواہی اجتماعی ذمہ داریوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے ان کے تساہل سے کام لینے کے باعث دعوت کی قوت ضائع ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا احساس مسئولیت کے باعث داعی کو ذاتی اعتبار سے معاشرے کے لئے سیرت و کردار کا بہترین نمونہ ہونا چاہئے ذمہ داریاں انفرادی نوعیت کی ہوں یا اجتماعی ہر حال میں بندہ اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔ یہ احساس ہی اسے بھٹکنے سے روک سکتا ہے ورنہ انسان کو کسی نظم کا پابند نہیں کیا جا سکتا وہ انحراف کی راہوں کا متلاشی رہتا ہے۔

دعوتی نظم و نسق

نظم و نسق کو حسب ضرورت دو شعبوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

1- قومی سطح

2- بین الاقوامی سطح

کام کو منظم اور مربوط بنانے کے لئے دونوں سطح کے الگ الگ مرکز قائم کر کے انتظامیہ کو متعین کرنا ہو گا۔ کام کی اہمیت کے پیش نظر مرکز پر کام کرنے والے ذمہ داران ایسے افراد ہونے چاہئیں جو اپنی زندگیاں دعوتی مقاصد کے لئے وقف کر دیں کم سے کم معیار زندگی پر اکتفا کر کے دوسروں کے لئے ایک بہترین نمونہ بن جائیں۔ نظم و ضبط پیدا کرنے' کام کو مربوط اور مضبوط بنانے اور تحریک پیدا کر دینے کے لئے ایسے افراد کی ایک معتد بہ تعداد کی ضرورت ہے جو صوفیانہ مزاج کے حامل ہوں۔ ہر مرکز پر دعوتی سرگرمیوں کا پورا ریکارڈ رکھا جائے گا۔

1- ملکی سطح

ایک مرکز کے تحت ملک کے انتظامی یونٹوں کے مطابق کچھ ذیلی مراکز کا قیام بھی عمل میں لانا چاہئے۔ مثلاً"

(الف) صوبائی مراکز

(ب) ضلعی مراکز

(ج) حلقہ جاتی مراکز

حلقہ جاتی مراکز یا تو وارڈ کی سطح پر ہوں یا پھر ہر مسجد کو ایک یونٹ بنایا جا سکتا ہے۔ ہر مرکز کا اپنا تنظیمی ڈھانچہ ہو گا۔

طریق کار

ہر بالائی تنظیم اپنی ذیلی تنظیم کی نگرانی اور راہنمائی کا کام کرے گی۔ تنظیمیں باہمی رابطہ اور تعلیم و تربیت کا بندوبست کریں گی۔ گھر اور مسجد میں روزانہ وقت معینہ

Marfat.com

پر دعوتی نصاب کا مطالعہ معمول بنا لینا چاہئے۔ وقتاً" فوقتاً" ضلعی' صوبائی اور مرکزی سطح پر سہ روزہ' ہفت روزہ اور چالیس روزہ کیمپ لگائے جائیں۔

تربیت یافتہ افراد کو دعوت کی توسیع کے لئے فیلڈ میں بھیجا جائے۔ لٹریچر کی تقسیم اور ذاتی رابطوں کو زیادہ اہمیت دی جائے۔ جب تک اس مقصد کے لئے باقاعدگی کے ساتھ وقت نہ نکالا جائے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔ معینہ وقت کی بہت اہمیت ہے خواہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو۔

دعوت کے میدان

دعوتی پروگرام اس طرح ترتیب دینا چاہئے کہ فرد ہو یا جماعت ہر ایک تک پیغام پہنچ جائے کوئی ایک شخص بھی اس کے فیوض و برکات سے محروم نہ رہے اس کے بعد اس کی اپنی مرضی ہے استفادہ کرے یا منہ موڑ لے اس بارے میں چند ایک قابل ذکر گوشوں کا تذکرہ فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔

(۱) ٹریڈ یونینوں اور دیگر پیشہ وارانہ تنظیموں کے عہدیداروں سے رابطہ۔

(۲) دوران سفر بسوں' ٹرینوں اور ہوائی جہازوں پر ہم سفروں کو دعوت کا تعارف۔

(۳) کسانوں اور مزدوروں سے رابطہ۔ (وقفہ کام کے دوران بات ہو سکتی ہے۔)

(۴) ساتھ کام کرنے والے افراد کو دعوت۔

(۵) میلوں' نمائشوں اور منڈیوں میں دعوتی کام۔

(۶) ہسپتالوں اور معذور افراد کے مراکز کے دورے۔

(۷) صاحب ثروت اور جاہ و منصب کے حامل افراد کو دنیا کی بے ثباتی کے تذکرہ کے ذریعے دعوت۔

Marfat.com

(۸) کاروبار حیات میں گم اور خدا فراموش افراد زیادہ توجہ کے مستحق ہیں۔

(۹) علماء و مشائخ کے ساتھ دعوت کی اہمیت پر بات کی جائے انہیں سرپرستی کی دعوت دی جائے۔

(۱۰) ایک ایک دروزے پر دستک دی جائے۔

(۱۱) سکولوں' کالجوں' یونیورسٹیوں اور دینی مدارس کے اساتذہ اور طلباء سے رابطہ کیا جائے۔

(۱۲) لوگوں کی غمی و خوشی میں شرکت کر کے حسب موقعہ دعوت پیش کی جائے۔

(۱۳) ائمہ مساجد کے ساتھ خصوصی تعلقات بڑھائے جائیں تا کہ مسجد مرکز دعوت بن سکے۔

2- بین الاقوامی مرکز

عالمی سطح پر دعوت کے فروغ کے لئے حکمت عملی تیار کر کے نفاذ کا ذمہ دار ہو گا ظاہر ہے دیگر ممالک کے حالات اور مشکلات مختلف ہوں گی ان کا جائزہ لے کر داعی تیار کئے جائیں گے کسی ایک ملک میں کام کا آغاز کرنے سے پیشتر اس کی آبادی' زبان' مذہبی رجحانات اور دیگر مذہبی جماعتوں کی کارکردگی کے بارے میں مکمل معلومات کا ہونا ضروری ہے اس ضمن میں مبلغین کو عالمی مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس مرکز کے تحت عالمی سطح پر کام کرنے والی تنظیموں کے مابین بھی رابطہ ہونا چاہئے تا کہ اثرات کو سمیٹا جا سکے۔

دوسرے ممالک میں جو لوگ دعوت قبول کر لیں ان میں سے کچھ افراد کو دعوتی تربیت کے لئے منتخب کر کے مرکز پر لایا جائے یا انہی ممالک میں تربیتی مراکز قائم کئے

Marfat.com

جائیں کیونکہ آدمی ہم زبان اور ہم وطن لوگوں سے زیادہ بہتر طریق سے سیکھ سکتا ہے۔ عالمی سطح پر دعوت کو موثر اور منظم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بین الاقوامی مرکز سے دنیا کے مختلف ممالک میں وفود بھیجے جائیں جو وہاں کے بااثر طبقوں سے رابطہ کریں تنظیموں کے ذمہ دار افراد کو دعوت دیں اس طرح ان کے ذریعے دعوت کا دائرہ کار بہت جلد پھیل جانے کا امکاں ہوتا ہے۔

چونکہ اسلام قبول کر لینے کے بعد اپنے ماحول اور معاشرہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے آدمی اپنے عزیزو اقارب سے کٹ جاتا ہے کئی مادی مفادات کو قربان کرنا پڑتا ہے نفسیاتی اور معاشرتی مسائل سے دو چار ہونا پڑتا ہے اندریں حالات دین پر قائم رہنے کے لئے عملی امداد اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ اس بات کا قوی امکاں ہے کہ وہ نو مسلم جسے ابھی ایمان کی پختگی نصیب نہیں ہوئی حالات کا سامنا نہ کر سکے اور دوبارہ گمراہی کے گڑھے کی جانب لڑھک جائے کار دعوت میں مصروف تنظیمیں اس امر کی جانب توجہ نہیں کرتیں۔ دعوت کی جامعیت اور آفاقیت سے متاثر ہو کر کچھ لوگ مسلمان تو ہو جاتے ہیں لیکن اس کے بعد انہیں جس اسلامی ماحول اور تعلیمات کی ضرورت ہوتی ہے اس کا بندوبست نہیں ہوتا لہٰذا مشکلات کا شکار ہو کر بددل ہو جاتے ہیں۔ ہونا یہ چاہئے کہ انہیں کچھ عرصہ کے لئے اپنے ماحول سے نکال کر ضروریات دین کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ عملی مشق بھی کروائی جائے۔ عقائد میں پختگی کے بغیر عمل صالح کی توقع عبث ہے۔ ایک عام مسلمان جب ماحول کی آلودگی کے باعث اسلامی تعلیمات سے انحراف کی پالیسی پر گامزن ہو جاتا ہے تو نو مسلموں کو حالات کے حوالے کر دینا بہت بڑی غلطی ہے۔

سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں دنیا کی اہم شخصیات کو دعوتی خطوط لکھے جائیں اور انہیں آفاقی سچائی کی جانب متوجہ کیا جائے جدید ذرائع ٹیلیویژن، ا.. فلکس کا

Marfat.com

استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ دور حاضر میں ٹیلیفون ابلاغ کا موثر ذریعہ ہے دعوتی مقاصد کے لئے اس کا بھرپور استعمال کرنا چاہئے۔ سیٹلائٹ کے ذریعے پوری دنیا میں پیغام پہنچایا جا سکتا ہے۔

ترتیب دعوت

دعوت دین کا کام کثیر الجہات ہے لہٰذا اسے فطری رفتار کے ساتھ آگے بڑھانے کے لئے ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھنا بہت اہم ہے ورنہ اصلاح کی بجائے بگاڑ اور انتشار کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

1- ذاتی اصلاح

ایک داعی اور مبلغ کا سب سے پہلا مخاطب خود اس کی اپنی ذات ہونی چاہئے۔ داعی کو اپنی تعلیمات کا ایک مکمل نمونہ ہونا چاہئے کسی دعوت کے لئے اس سے بڑھ کر نقصان دہ اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی کہ اس کے داعی کے قول و فعل میں تضاد پایا جائے اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

یا ایھا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون (الصف : 2)

"اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل پیرا نہیں۔"

لہٰذا دعوت کے میدان میں نکلنے سے قبل اپنی ذات پر محنت کر کے تعلیمات کا خوگر بنایا جائے نفس کی تربیت کر کے انحراف کے راستوں کو بند کیا جائے جب نفس فرمانبرداری کے راستے پر چل پڑے تو پھر دوسروں کی اصلاح کی طرف توجہ کی جائے تا کہ کسی بھی موڑ پر مخالف کیچڑ نہ اچھال سکے۔ داعی کو حسن اخلاق اور حسن کردار کی

Marfat.com

اس بلند سطح پر فائز ہونا چاہئے جہاں دشمن کے لئے بھی اعتراف حقیقت کے سوا چارہ نہ رہے بعض لوگ علم کو کافی سمجھتے ہیں حالانکہ علم بلا عمل باقی ہی نہیں رہتا ایسا علم جلد کوچ کر جاتا ہے اور تاثیر داعی کی باطنی حالت سے جنم لیتی ہے۔

2- بیوی بچوں کی اصلاح

اسلامی تعلیمات اگر بھلائی کی حامل ہیں تو بیوی بچے اس خیر کے سب سے زیادہ مستحق ہیں اہل خانہ کو محروم رکھنا اور دوسروں میں خیرات بانٹنا بھلا کہاں کا انصاف ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے براہ راست حکم دیا۔

یا ایھا الذین امنوا قوا	"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور
انفسکم و اھلیکم نارا	اپنے اہل خانہ کو دوزخ کی آگ سے
(التحریم : 6)	بچاؤ۔"

گھر والوں کو اللہ کی نافرمانی' بغاوت اور انحراف سے بچانا ہر مسلمان کا اولین فرض ہے یہ کوئی من پسند مشغلہ نہیں کہ موج میں آئے تو کر لیا ورنہ کسی ذمہ داری کا احساس نہ ہو حقیقت یہ ہے کہ اس ضمن میں زبردست احتساب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اہل خانہ کے ساتھ خلوص' محبت اور سچی خیر خواہی کے جذبات ہمیشہ شک و شبہ سے بالا ہوتے ہیں آدمی اولاد کی پرورش اور نگہداشت کے لئے تکالیف برداشت کرتا ہے مصائب جھیلتا ہے کیا کچھ نہیں کرتا لیکن حیرت ہے اللہ کے عذاب سے بچانے کے لئے ذرا پرواہ نہیں کرتا۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔

الرجل راع علی اھل بیتہ	"مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے
وھو مسؤل عن رعیتہ	اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں
(بخاری)	جوابدہ ہے۔"

Marfat.com

اس ضمن میں اگر نرمی سے بات بنتی نظر نہ آئے تو مرد ایک خاص حد تک سختی بھی برت سکتا ہے تاکہ انہیں راہ راست پر لا سکے کیونکہ ان کی غلط روی کو برداشت کرنے کا مطلب جرم میں اعانت کے مترادف ہو گا۔

کوئی شخص اگر اپنے پانچ چھ فٹ قد کے جسم پر اور اپنے گھر میں خدا کا قانون نافذ نہیں کر سکتا تو اس سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ اقتدار ملنے پر پورے ملک میں اسلام نافذ کر سکے گا۔ ویسے بھی جس شخص کو اس کے گھر والوں کا تعاون حاصل نہ ہو وہ کوئی معرکتہ الاراء کام سرانجام نہیں دے سکتا بلکہ وہ تو اعتماد کے ساتھ کسی سے بات کرنے کے قابل نہیں ہوتا کیونکہ کار دعوت کے لئے جس یکسوئی اور انہماک کی ضرورت ہوتی ہے وہ اسے حاصل نہیں ہوتا اس سے بھلا بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ دوسروں کی اصلاح کے جوش میں کوئی شخص اپنے آپ اور اہل خانہ کو نظرانداز کرتا رہے ایسے داعی کی دعوت کو پذیرائی نہیں مل سکتی۔

3- عزیز و اقارب کی اصلاح

دوسروں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے قریبی رشتہ داروں کے حقوق پر زیادہ زور دیا ہے کیونکہ فرد اور خاندان لازم و ملزوم ہیں کوئی فرد اپنے آپ کو خاندان سے الگ تھلگ نہیں رکھ سکتا کسی شخص کی زندگی میں ماں باپ' بہن بھائی اور دیگر رشتہ داروں کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے ایک دوسرے کا لحاظ بھی ہوتا ہے لہٰذا انہیں کار دعوت میں آسانی کے ساتھ شامل کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ آپ کے ذاتی سیرت و کردار سے متاثر ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وانذر عشیرتک الاقربین
(الشعراء : 214)

"اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرائیے۔"

Marfat.com

اہل خانہ کے بعد عزیزو اقارب کی اصلاح لازمی فریضہ ٹھہرتی ہے جس سے کوئی داعی بے نیاز نہیں رہ سکتا اس کار خیر میں اگر قرابت داروں کا تعاون حاصل ہو جائے تو کام آساں ہو جاتا ہے کیونکہ وہ خاندانی تعصب کے باعث زور دار رطریقے سے حمایت کریں گے اہل قرابت کے دست و بازو بن جانے سے کام کی رفتار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

جہاں خاندانی تعلقات دعوت دین کے ضمن میں مفید ثابت ہوتے ہیں وہاں بعض اوقات نقصان کا باعث بھی بن سکتے ہیں کیونکہ آپ مروت میں خاموش رہیں گے اور بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنے کے اقدامات سے قاصر رہ جائیں گے ادب اور لحاظ کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے بھی غلطی کی طرف متوجہ کیا جا سکتا ہے۔ حلال و حرام کے ضمن میں کسی کا پاس ادب آڑے نہیں آنا چاہئے ورنہ اپنی عاقبت خراب ہو گی۔ بزرگوں کے سامنے زبان کھولنا بڑا نازک کام ہے لیکن بہرحال یہ فریضہ سرانجام تو دینا ہو گا جیسا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنے والد کو سمجھایا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے اقربا کو کھانے کی دعوت پر بلا کر انجام بد سے ڈرایا۔ ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اے میری بیٹی فاطمہؓ! اے میری پھوپھی صفیہ! اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچاؤ قیامت کے دن میں تمہارے کام نہ آؤں گا۔"

4- بستی اور مضافات کی اصلاح

عزیزو اقارب کے بعد بستی کے دیگر لوگوں اور مضافات کے باسیوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اس ضمن میں اللہ تعالی نے فرمایا۔

وکذالک اوحینا الیک

Marfat.com

"اور اسی طرح ہم نے تمہاری
طرف عربی زبان میں وحی کی تاکہ
آپ مکہ والوں اور اس کے قرب و
جوار میں رہنے والوں کو ڈرائیں اور
آپ انہیں جمع ہونے کے دن سے
ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں۔"

القرآنا عربیا لتنذر ام القری
ومن حولها وتنذر یوم
الجمع لا ریب فیه
(الشوریٰ : 7)

آدمی جس ماحول میں رہتا ہے اس کی نفسیات اور مسائل کو دوسروں کی نسبت بہتر جانتا ہے لہٰذا کام بہتر طور پر سرانجام دینے کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں داعی مخاطبین سے اور مخاطب داعی سے بخوبی واقف ہوتے ہیں کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں ہوتی اس لئے دعوت کا کام پائیدار بنیادوں پر آگے بڑھتا ہے جس میں کسی شعبدہ بازی کا عمل دخل نہیں ہوتا۔ قریبی ماحول میں خود داعی سخت آزمائش سے دوچار ہوتا کیونکہ اجنبی ماحول اور دور دراز علاقوں میں جا کر تبلیغ کرنا آسان ہے کیونکہ لوگ داعی کے کردار سے واقف نہیں ہوتے لہٰذا وہ گفتار کا غازی بن کر اپنا کام چلا سکتا ہے لیکن جہاں اس کے شب و روز گزر رہے ہوں لوگ باتوں پر یقین نہیں کرتے عمل دیکھتے ہیں ایک داعی کے اصل جوہر کا اندازہ قریبی ماحول مین ہی ہوتا ہے۔

5- پوری دنیا کی اصلاح

اسلام انسانیت کا دین ہے جس کے مخاطب پوری دنیا کے انسان ہیں نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت کسی خاص قوم یا علاقے کے لئے نہیں بلکہ عالمگیر شان کی حامل ہے پورا عالم انسانیت دین اسلام کا وارث ہے ایمان والوں کا فریضہ ہے کہ اس امانت کو اس کے دوسرے وارثوں تک پہنچائیں۔ کار رسالت کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

Marfat.com

وما ارسلناک الا کافۃ لناس بشیرا ونذیرا (سبا : 28)

"ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا۔

لیکون للعلمین نذیرا (الفرقان : 1 -)

"تاکہ نبی تمام اہل عالم کے لئے ڈرانے والے ہوں۔"

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس فریضہ کو بخوبی سرانجام دیا۔ اب امت کا فرض ہے کہ وہ حتی المقدور اس کام میں اپنی صلاحیتوں کو کھپائے اور ایک ایک فرد تک اسلام کا پیغام پہنچائے تاکہ قیامت کے دن کوئی شخص یہ عذر نہ پیش کر سکے کہ اس تک پیغام نہیں پہنچا یہ بات قابل توجہ ہے کہ رسائی ممکن ہونے کے باوجود دعوت کے ضمن میں کسی مسلمان کی کوتاہی اللہ کے عذاب کا مستحق بناتی ہے۔

ایک وضاحت

کار دعوت کی جو ترتیب بیان کی گئی ہے یہ فطری بھی ہے اور منطقی بھی۔ اس لئے عام حالات میں اس کا خیال رکھنا مفید بھی ہے اور مطلوب بھی لیکن جہاں تک دعوت کی اثر پذیری کا تعلق ہے اس میں کئی اور عناصر کار فرما ہوتے ہیں دعوت کی قبولیت کے ضمن میں حالات' مواقع' اوقات اور مخاطب کی دلی کیفیات کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایک جملہ بھی تیر بہدف ثابت ہوتا ہے جبکہ دوسرے مواقع پر بڑے بڑے وعظ اور تقریریں کارگر ثابت نہیں ہوتیں۔ کبھی کسی کی ایک نگاہ کام کر جاتی ہے اور کبھی پورا زور بیان اثر نہیں کرتا۔ حالات موافق نہ ہوں تو بیان کردہ ترتیب میں تقدیم و تاخیر اور ردو بدل کوئی شرعی جرم نہیں۔ نظر حصول مقصد پر ہونی

Marfat.com

چاہئے۔ جہاں فضاء سازگار ملے کام کرنے کے مواقع دستیاب ہوں کام کا آغاز کر دینا چاہئے بیک وقت سارے محاذوں پر بھی کام کیا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے اہل خانہ اور قرابت دار بات نہ مانیں جبکہ دوسرے اسے قبول کر لیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت لوط علیہ اسلام کی بیوی نے اگر دعوت قبول نہیں کی تھی تو وہ ان کے انتظار میں رکے نہیں رہے بلکہ عامتہ الناس کو دین کی طرف بلانے میں لگ گئے۔ ایک حد تک اس ترتیب کے مطابق کام کیا جائے بات بنتی نظر نہ آئے تو ترتیب آگے پیچھے بھی ہو سکتی ہے۔ نئے نئے جہان اور رنگ رنگ کے میدان تلاش کرنے چاہئیں۔

تصور حکمت

مفہوم

حکمت سے مراد صحیح بصیرت' درست فہم' ٹھیک قوت فیصلہ' دانائی اور ایسا پختہ علم ہے جو انسانی ارادوں کو امور خیر کی جانب موڑ دیتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے خیر کثیر یعنی بہت بڑی دولت قرار دیا جبکہ اس کے مقابلے میں دنیاومافیہا کو متاع قلیل کہا۔

یوتی الحکمة من یشاء ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا وما یذکر الا اولو الباب ○

"وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت عطا کر دی گئی اسے یقیناً" بہت بھلائی دے دی گئی اور وہی نصیحت حاصل کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔"

(البقرہ : - 269)

جس سیاق و سباق میں یہ آیت نازل ہوئی اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیطان مفلسی اور تنگ دستی سے ڈرا کر انفاق فی سبیل اللہ سے روکتا ہے بخل اور کنجوسی کو کفایت

Marfat.com

شعاری اور دور اندیشی کے رنگین عنوان دے دیتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ مغفرت اور اپنے فضل کی طرف بلاتا ہے شیطان کے مقابلے میں اللہ کی بات جس کی سمجھ میں آ گئی گویا اسے دولت حکمت سے نواز دیا گیا کیونکہ حکمت و دانائی کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی جائز ضروریات کے لئے رکھ کر بقیہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔ خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے یہ بات کسی صاحب حکمت کی سمجھ میں ہی آ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سارے انبیاء کو اس نعمت عظمیٰ سے نوازا پھر اپنے بندوں میں سے جس پر مہربان ہوتا ہے نور بصیرت عطا کر دیتا ہے گویا کسی معاملہ کے بارے میں سرسری جائزے یا سطحیت کے برعکس تہہ کو پا لینا اور دین کے معاملہ میں تفقہ کو حکمت کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے فرائض میں سے ایک تعلیم حکمت بھی ہے۔

ویعلمهم الکتب والحکمة	"وہ انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔"
(ال عمران : 164)	

آپ ﷺ کی تعلیمات عقل سلیم کے عین مطابق ہیں لیکن فائدہ تو صرف دانشمند ہی اٹھا سکتے ہیں۔ معلوم ہوا حکمت ایسی قوت فیصلہ ہے جو حق قبول کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ لسان العرب میں حکمت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

والحکمة عبارة عن معرفة افضل الاشیاء بافضل العلوم	"حکمت بہترین اشیاء کو بہترین علوم کے ذریعے پہچاننے سے عبارت ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حکمت کے ذریعے کائنات کی بہترین اشیاء کی معرفت حاصل کی جا سکتی ہے لیکن اس مقصد کے حصول کے لئے لازمی ہے کہ آدمی بہترین علوم سے آراستہ ہو اسی لئے علم کی فضیلت میں بہت سی آیات اور احادیث آئی ہیں۔

Marfat.com

جب اللہ کسی پر فضل فرماتا ہے اور حکمت سے نوازتا ہے تو کچھ آثار اور قرائن سے اسے پہچانا جا سکتا ہے گویا حکمت ایک چشمہ ہے جب مَن میں پھوٹتا ہے تو زبان سے دانائی کے موتی ٹپکنے لگتے ہیں۔ پھر انسان جذباتی اور ہیجانی کیفیات سے نکل کر عقل و خرد کی وادیوں میں کھو جاتا ہے طبیعت کو چھوڑ کر فہم و ادراک سے کام لیتا ہے قول و فعل کا تضاد ختم ہو جاتا ہے اور ان میں ہم آہنگی کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں۔ زندگی سے انتشار نکل جاتا ہے اور وہ ایک نظم کے تحت آ جاتی ہے۔ آدمی خشیت الٰہی سے سرشار ہو جاتا ہے۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

"اس کے بندوں میں سے وہی اللہ سے ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہوتے ہیں۔"

(فاطر: 28)

معلوم ہوا صاحب حکمت صاحب علم ہوتا ہے اور ہر صاحب علم اللہ سے ڈرتا ہے یعنی خشیت الٰہی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کوئی شخص حکمت سے نوازا گیا ہے۔

راس الحکمۃ مخافۃ اللہ

"اللہ کا خوف ہی حکمت کی بنیاد ہے۔"

علم و حکمت کا تعلق شرافت اور حسن اخلاق سے بھی ہے۔ بے ادب اور بداخلاق شخص کو حکمت کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی۔ تہذیب و شائستگی اور اخلاق کی پاکیزگی کے بغیر حکمت کا کوئی تصور نہیں۔ جسے حکمت نصیب ہو جاتی ہے وہ اللہ کا شکر گزار بندہ بن جاتا ہے حضرت لقمان کو اسی مقصد کے لئے حکمت عطا کی گئی۔

ولقد اتینا لقمن الحکمۃ ان اشکر للہ

"اور ہم نے لقمان کو حکمت عنایت کی تاکہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے۔"

(لقمان : .. - 12)

Marfat.com

حکمت کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کے مقدس ناموں میں سے ایک نام "حکیم" بھی ہے اللہ سے بڑھ کر بھلا اور کون صاحب حکمت ہو سکتا ہے وہ تو حکمت عطا کرنا والا ہے۔ اس نے انسانیت کی راہنمائی کے لئے جو برگزیدہ بندے مبعوث فرمائے انہیں بھی حکمت سے نوازا۔

واذ اخذ الله ميثاق النبيين لما اتيتكم من كتب وحكمة (ال عمران : - 81)

"یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا تھا کہ ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت سے نوازا ہے۔"

حکمت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچنے کا ذریعہ بھی۔ اس سے محرومی بہت بڑی بدقسمتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخرالزماں ﷺ کو حکمت عطا کئے جانے کا خصوصی تذکرہ فرمایا اور نبی اکرم ﷺ کو تعلیم حکمت پر مامور کئے جانے کا قرآن مجید میں بار بار تذکرہ فرمایا۔

حکمت کے بغیر نہ تو عرفان ذات ممکن ہے اور نہ ہی معرفت الٰہی کا شعور حاصل ہو سکتا ہے انسان کا مقصد تخلیق ہو یا کائنات کی توجیہ و تعبیر حکمت کے بغیر حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکتی ایک زیرک اور دانا شخص زندگی کے مشکل ترین مسائل کا حل بھی نکال لیتا ہے سوال کرنے والوں کے حسب حال تسلی بخش جواب دیتا ہے۔ ایک بار ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ ﷺ سب سے افضل عمل کون سا ہے آپ نے فرمایا "نماز" ایک اور آدمی آیا اس نے بھی یہی سوال کیا آپؐ کا جواب تھا "جہاد" کچھ دیر بعد تیسرا شخص آیا اور یہی سوال دہرایا آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا "عمل میں مستقل مزاجی" سوال ایک ہی تھا لیکن آپؐ نے تینوں کو جواب الگ الگ اور مختلف دیا بظاہر اس میں تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں حکمت اسی چیز کا نام ہے کہ بات ہر شخص کی ذہنی سطح اور اس کے احوال و ظروف کو مدنظر رکھ کر کی جائے۔ مرض کی صحیح تشخیص کر کے پھر مناسب علاج کیا جائے۔

Marfat.com

قرآنی حکمت دعوت و تبلیغ

مشرکین مکہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک خدائی کر کے پرستش کیا کرتے تھے ایک خدا کا ماننا انہیں قابل قبول نہ تھا لہٰذا مسلمانوں کو جبراً" اسلام سے ہٹانے کی کوشش کرتے بات بات پر جھگڑا کھڑا کر دیتے اس صورتحال سے نپٹنے کے لئے اللہ نے اپنے نبیؐ سے ارشاد فرمایا۔

قل اتحاجو ننا فی الله وهو ربنا وربكم ولنا اعمالنا ولكم اعمالكم و نحن له مخلصون ○

(البقرہ : 139)

"اے نبی ﷺ! (کافروں سے) کہہ دیجئے کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑا کرتے ہو حالانکہ وہ ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے اور ہم اسی کے لئے مخلص ہیں۔"

یعنی ان سے کہا جائے کہ عقیدہ کی آزادی کا جو اختیار اپنے لئے جائز سمجھتے ہو اس سے ہمیں کیوں محروم کرنے پر تلے ہوئے ہو رب العلمین کو تم بھی تسلیم کرتے ہو اور ہم بھی اس لئے نفسانیت اور ضد آڑے نہ آئے تو یہ جھگڑا طے کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہو گی۔ تم اپنے اعمال کے ذمہ دار ہو اور ہم اپنے اعمال کے لئے جوابدہ ہیں اس لئے نہ ہم تمہیں زبردستی روکتے ہیں نہ تم ہمارے ساتھ خواہ مخواہ جھگڑا کرو اس طرح دلیل سے بات کرنے کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ اسی حقیقت کی طرف سورہ آل عمران کی آیت 20 میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ہم تو اللہ کے اصل دین اسلام کی جانب آ گئے اب تم بتاؤ اس طرف آتے ہو کہ نہیں۔ اسلام سے انحراف کی اصل وجہ ایک دوسرے پر زیادتی کا طریق ہے ورنہ حقیقت تو آشکار ہو چکی ہے۔ فرمایا گیا۔

وان تولوا فانما علیک البلغ والله بصیر بالعباد ○

(ال عمران : 20)

"اگر وہ منہ موڑیں تو اے نبی ﷺ! آپ پر پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے آگے اللہ خود اپنے بندوں کو دیکھ لے گا۔"

Marfat.com

یہاں بھی فلسفہ لا اکراہ فی الدین کو بیان کیا گیا ہے یعنی کوئی غیر مسلم اسلام قبول نہ کرے بلکہ اعراض کا طرز اعمال اختیار کرے تو لٹھ لے کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں بہرحال اچھے طریقے سے دعوت ضرور دینی چاہئے۔

دعوت و تبلیغ کا کام کوئی پیشہ نہیں بلکہ ذمہ داری ہے جسے محض رضائے الٰہی کے حصول کے لئے نبھانا ہے ہر نبیؑ نے اپنی قوم سے یہی کہا کہ میں اس کار خیر کے بدلے تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور رسول اکرم ﷺ کو بھی اپنی قوم کے سامنے اسی بات کے اعلان کا حکم دیا گیا۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا
(الانعام : 90)

"اے نبی ﷺ آپ کہہ دیں کہ میں (دعوت و تبلیغ) کے اس کام پر تم سے اجر کا خواہاں نہیں۔"

اس لئے ایک داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیوی اور مادی مفادات کے حصول سے اجتناب کرے۔

دعوت کے حوالے سے ذمہ داری کی حدود کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ داعی کو یہ تو کوشش کرنی چاہئے کہ کسی گم کردہ راہ کو صراط مستقیم کی جانب راہنمائی کرے اور نجات کا راستہ دکھائے لیکن کوئی خود ہی گمراہی کے گڑھے سے نکلنے کا خواہشمند نہ ہو تو پھر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں مبلغ اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہوا عنداللہ ماخوذ نہ ہو گا کیونکہ اللہ زبردستی سب کو فرمانبردار بنانا چاہتا تو اس کا ایک اشارہ ہی کافی تھا اس نے حق و باطل کے انتخاب اور اختیار میں انسان کو آزادی دی ہے اور یہ آزادی برقرار رہنی چاہئے۔ داعی کا کام روشنی دکھانا ہے اسی لئے سرور کونین ﷺ کے بارے میں فرمایا گیا۔

وما جعلنک علیھم حفیظا
وما انت علیھم بوکیل ○
(الانعام : 107)

"ہم نے تمہیں ان پر نگران نہیں بنایا اور نہ آپ ان پر وکیل ہیں۔"

اگلی آیت میں دعوت و تبلیغ کا ایک سنہری اصول بیان کیا گیا ہے کہ جوش دعوت میں کہیں تم ان مشرکوں اور کافروں کے معبودوں کو برا بھلا کہنا شروع نہ کر دو ورنہ

Marfat.com

جہالت کے باعث وہ اللہ کو برا بھلا کہیں گے اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے پیشوا کے لئے کبھی نازیبا کلمات نہیں کہنے چاہئیں۔

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (الانعام : 108)

"یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو کہیں لاعلمی میں حد سے بڑھ کر اللہ کو گالیاں دینا شروع نہ کر دیں۔"

دعوت کا آغاز مشترک امور کے ذکر سے کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ اتفاق کی کیفیت پیدا ہو اختلافی امور سے بالکل پرہیز کیا جائے۔

قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم (آل عمران : 64)

"کہہ دیجئے! اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔"

اگر وہ مشترک امور پر بھی اتفاق رائے سے منہ موڑ لیں تو پھر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر کے الگ ہو جائیں بہرحال کبھی کبھار فیصلہ کن مرحلہ کے لئے مباہلہ کی صورت بھی پیش آ سکتی ہے اس کی اجازت دی گئی ہے اس طرح ان کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے گا۔ جو لوگ دعوت قبول کر لیں وہ خصوصی توجہ' محبت اور ہمدردی کے مستحق ہوتے ہیں تاکہ ثابت قدم رہ سکیں۔ منکرین کے بارے میں درگزر سے کام لینے کی ہدایت کی گئی ہے۔

وان الساعۃ لاتیۃ فاصفح الصفح الجمیل ○ (الحجر : 85)

"اور بے شک قیامت آنے ہی والی ہے پس اے نبی ﷺ! ان کے ساتھ عمدگی سے درگزر فرمایا کیجئے۔"

کار دعوت میں کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے جب کاوشیں بے اثر محسوس ہوتی ہیں ہر طرف سے مخالفتوں اور مزاحمتوں کا سامنا ہوتا ہے طعن و تشنیع کے تیر برسائے جاتے ہیں اندریں حالات انسان ہونے کے ناطے آدمی گھبرا جاتا ہے دل میں تنگی محسوس ہوتی ہے لیکن فرمان الٰہی ہے کہ حالات کتنے ہی ناموافق اور مایوس کن کیوں نہ ہوں تم

Marfat.com

فریضہ دعوت نبھاتے چلو۔

کتب انزل الیک فلا یکن
فی صدرک حرج منه لتنذر
به وذکری للمومنین ○
(الاعراف : 2)

"یہ کتاب آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اس کی تبلیغ سے آپ کے دل میں تنگی نہیں ہونی چاہئے یہ اس لئے نازل کی گئی ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے ڈرائیں اور یہ مومنوں کے لئے نصیحت ہے۔"

نوجوان ذہناً" قلباً" اور جسماً" اپنے جذبات کی تسکین چاہتے ہیں کام و دہن کی لذتوں کا جس طرف سامان فراہم ہو گا طبیعت ادھر ہی راغب ہو گی مسجد میں آئے دن جھگڑے ہی جھگڑے ملے نفرتوں سے واسطہ پڑا۔ خانقاہوں کا رخ کیا وہاں نفسانیت اور دنیا پرستی ملی درد دل نہ ملا۔ دوسری جانب موسیقی' ڈانس' نائٹ کلب سینما کا ماحول تھا میکدے کھلے تھے وقتی تسکین ہوئی نوجوان بہک گیا۔ قرآن نے بتایا حقیقی سکون تفریح کے ان کے عارضی مظاہر میں نہیں بلکہ یاد الٰہی سے ملے گا جس طرح بچے کو پائیدار سکون ماں کی گود میں ملتا ہے کھلونے عارضی بہلاوے کے لئے ہوتے ہیں۔

الا بذکر الله تطمئن القلوب
(الرعد : - 28)

"خبردار! اللہ کی یاد سے ہی دل آرام پاتے ہیں۔"

جذبات کے راستے سے ہونے والے بگاڑ کے حل کے لئے قرآن مجید میں جابجا محبوب خدا کے حسن کے تذکرے ملتے ہیں۔

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مکالمے کی صورت میں حکمت تبلیغ کو بڑے خوبصورت انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔

الم تر الی الذی حاج ابراهیم
فی ربه
(البقرہ : 258)

"اے حبیب! کیا آپ نے اسے نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔"

اللہ کی ہستی سے بڑھ کر کوئی حقیقت نہیں ہو سکتی اس کے انکار پر بھی حضرت

Marfat.com

ابراہیمؑ مشتعل نہیں ہوئے اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ نعوذ باللہ آپ نے جذبہ غیرت و حمیت کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ تحمل اور برداشت سے کام لیا غیرت و حمیت کا بے جا مظاہرہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ نمرود کا مارنے اور جلانے کا جواب سن کر آپ نے اسی پر مناظرہ شروع کرنے کی بجائے فوراً" دوسری دلیل دی مقصود بات کو دل میں اتارنا ہوتا ہے علمیت جتانے کے لئے الجھنا نہیں۔ نمرود کا انکار لاعلمی کے باعث نہ تھا بلکہ حکومت' دولت اور طاقت کے نشے کے باعث تھا۔ اس ضمن میں سورہ البقرہ کی آیات 258 تا 260 کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہو گا اس میں حضرت عزیر علیہ السلام کا وفات کے بعد زندہ ہونے کا بیان ہے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ جس طرح مردہ انسانوں اور بستیوں کو زندہ کرتا ہے وہ مردہ قوموں کو بھی زندہ کر سکتا ہے بشرطیکہ کچھ لوگ جدوجہد کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔

عمومی حکمت دعوت

1- دعوت عام

دعوت اسلام دعوت عام ہے یہ کسی خاص علاقے یا گروہ کے لئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دعوت کے ضمن میں کوئی قید نہیں لگائی کہ کس کو دعوت دی جائے حکم مطلق ہے اور جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ

انی رسول اللہ الیکم جمیعا (الاعراف : 158)

"بے شک میں تم سب کی طرف رسول ﷺ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

لہٰذا کوئی طبقہ یا کوئی جماعت اس سے مستثنیٰ نہیں دعوت بلا امتیاز سب کے لئے ہے دعوت کو اتنا عام کیا جائے کہ کوئی بھی محروم نہ رہے ایک ایک فرد بشر تک پیغام پہنچانا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے ورنہ عنداللہ ماخوذ ہوں گے۔

2- دعوت الی اللہ

مخلوق خدا کو اللہ کی طرف بلایا جائے جو ان کا خالق و مالک ہے تعلق باللہ کو

Marfat.com

بحال کرنے کی کوشش کی جائے۔ سوئے ہوؤں کو جگایا جائے نسبت توحید کی بحالی اور ضمیر کی بیداری اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ شعوری طور پر کوشش کر کے خیال غیر کو دل سے نکال نہ دیا جائے اس ضمن میں جو سب سے بڑی خرابی دیکھی گئی ہے وہ دعوت دینے والے کا خود بت بن کر اللہ اور بندے کے درمیان حائل ہو جانا ہے۔ بعض داعی اپنے گرد لوگوں کا ہجوم دیکھ کر خدا بن بیٹھتے ہیں۔

؎ براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوسؔ چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

کمزوری دونوں جانب ہوتی ہے جہاں ایک طرف شہرت و مقبولیت کے باعث انسان دوسروں کو جھکا کر اپنے نفس کی تسکین کرتا ہے وہاں دوسری جانب کمال دیکھ کر اس کے سامنے جھک جانا بھی انسانی کمزوری ہے۔ لہٰذا بتایا گیا کہ

ومن احسن قول ممن دعا الی اللہ	"اور اس سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلانے کی آواز لگائے"
(فصلت: - 33)	

کسی نبی نے آج تک یہ نہیں کہا کہ میرے بندے بن جاؤ بلکہ ہر نبی نے یہی کیا کہ "کونو عباداللہ" یعنی اللہ کے بندے بن جاؤ۔ دعوت کی توفیق ملنے پر عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے نہ کہ فخرو مباہات کا اظہار۔"

3- بصیرت و تدبر

دعوت کا سچ اور حق ہونا ہی کافی نہیں جب تک کہ اسے پیش کرتے ہوئے بصیرت و تدبر سے کام نہ لیا جائے۔ دعوت خواہ کتنی ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو اگر حکمت سے خالی ہو تو قبولیت کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں جہاں موقعہ و محل اور مخاطب کی کیفیات کا خیال رکھنا ازبس ضروری ہے وہاں داعی کا خلوص' حسن نیت' دلسوزی اور ہمدردی کے جذبات بھی بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں کیونکہ میٹھے بول میں جادو ہوتا ہے گویا بات مخاطب کے دل میں اتر جائے اور جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے خدارا راہ بول اٹھے۔

Marfat.com

؎ دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

مشکلات میں گھری ہوئی انسانیت کو غمگساری اور چارہ سازی کی ضرورت ہے صرف وعظ و نصیحت ہی کام نہیں دیتا آگے بڑھ کر کچھ عملی اقدامات بھی کرنے پڑتے ہیں اپنے سر کا معمولی درد دوسروں پر ہونے والے ظلم و ستم اور قتل و غارت سے زیادہ شدید محسوس ہوتا ہے۔ ہر کوئی یہی کہتا ہے۔

؎ ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

گویا مخاطب کی ضرورت اور پریشانی کو سامنے رکھتے ہوئے بات کا آغاز کیا جائے۔ معاشی الجھنوں میں گھرے ہوئے لوگوں کے لئے اخلاقی تعلیمات کے وعظ بھلا کیا دلکشی کے حامل ہوں گے۔ بات وہی ہوتی ہے صرف انداز اسے دلکش بناتا ہے۔ دعوت میں فکری پہلو کو زیادہ اجاگر کیا جائے کیونکہ اس پر دعوت کی بنیاد ہوتی ہے۔

4- موعظت حسن

بات کو ہمیشہ حسین پیرائے میں بیان کیا جائے ایک داعی کو دلکشی' دلپذیری' دلربائی اور دلگیری کا مرقع ہونا چاہئے گفتگو کی مٹھاس توجہات کو اپنی جانب مبذول کروا لیتی ہے اور اگر اس میں خیر خواہی اور دلسوزی کا عنصر بھی شامل ہو جائے تو اثر پذیری کے کیا کہنے وعظ و نصیحت کا کھلا لائسنس مل جانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ دوسروں کو موقعہ بے موقعہ تنگ کیا جائے اور اس بات کی قطعاً" پرواہ نہ کی جائے کہ کوئی مصروف ہو گا' بیمار ہو گا' شرمندگی محسوس کرے گا اندریں حالات تو لوگ کنی کترانا شروع کر دیتے ہیں۔ ہر انسان ہمدردی کا خواہاں ہوتا ہے اپنے مسائل کا عملی حل چاہتا ہے نصیحت کر دینا تو بہت آسان کام ہے۔

دعوت میں چارہ سازی اور غمگساری کا عنصر شامل ہونا چاہئے بعض لوگ شوق تبلیغ میں بڑے بھونڈے طریقے استعمال کرتے ہیں جس سے ہدایت کی بجائے مزید گمراہی اور ہٹ دھرمی پیدا ہوتی ہے۔ بات میں حسن اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ داعی

Marfat.com

خود اخلاق حسنہ سے متصف ہو۔

5- جدال احسن

گویا بحث و تکرار اور جھگڑے تک نوبت پہنچ جائے تب بھی چہرہ حسن بدنما نہ ہونے دیں اس مجادلہ سے بھی بطریق احسن نمٹا جائے کوئی سفلی جذبات کو ابھارنے کی کوشش کرے۔ طیش دلائے اور جذبہ غیرت کو چیلنج کرے تب بھی حسن اخلاق کے چہرہ کو مسخ نہ ہونے دیا جائے بلکہ صبرو تحمل سے کام لے کر مناسب دلائل کے ساتھ بات کی جائے۔ اپنی ذات کو منوانے' بڑے بول بولنے' تکبرو غرور کا مظاہرہ کرنے' مقابل کو زچ کرنے' شرمندہ و رسوا کرنے اور شیخیاں بگھارنے سے فریق مخالف کبھی اصلاح قبول نہیں کر سکتا۔ پہلے تو بحث و مناظرہ سے اجتناب ہی بہتر ہے کیونکہ تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس طرح فریقین، کبھی کسی ایک نتیجے پر نہیں پہنچتے مثبت انداز سے بات بیان کر دی جائے کبھی الجھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے کیونکہ مباحثوں میں حق کو ظاہر کرنے کی نسبت دوسروں کو فتح کر لینے کا جذبہ زیادہ کارفرما ہوتا ہے اور اگر بالفرض کہیں ایسی صورتحال پیدا ہو جائے جہاں سے پہلوتہی کرنا ممکن نہ ہو تو پھر طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس میں بھی تہذیب و شائستگی کا خیال رکھا جائے اور مسلمہ اخلاقی معیار سے گری ہوئی باتیں نہ کی جائیں۔ ایک دوسرے کی عزت کا خیال رکھا جائے۔ پگڑیاں نہ اچھالی جائیں طعن و تشنیع کا لہجہ نہ اپنایا جائے۔ بغض و عداوت کو دل میں جگہ نہ دی جائے۔ مغالطے پیدا نہ کئے جائیں۔ تکرار ضد اور ہٹ دھرمی کے لئے نہیں بلکہ بات ذہن نشین کرانے کے لئے ہو لیکن اس بات کا خیال رہے کہ رواداری میں کہیں بنیادی فکر سے نہ ہٹ جائیں۔

6- مرکز دعوت

دینی' اسلامی' تحریکی' انقلابی گفتگو جب بھی کی جائے مرکز دعوت رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہونی چاہئے چونکہ حقیقت محمدی کائنات میں جاری و ساری ہے بات اسی کی بنتی ہے جو محبوب خدا کا ذکر کرتا رہے۔ ذات مصطفیٰ ﷺ کو مرکزو محور کی حیثیت حاصل ہے جس کے گرد پورا دین گھوم رہا ہے۔

Marfat.com

بمصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

ذرائع دعوت

دعوت کو کامیابی کی منزل سے ہمکنار کرنے کے لئے جدید و قدیم جملہ ذرائع کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہوتی ہے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

1 تبشیری و تنذیری دعوت

اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو اس امر سے خبردار کیا جائے کہ عمل میں کوتاہی کے باعث کیا کیا نقصانات ہو سکتے ہیں احیائے دین کی عملی جدوجہد میں حصہ نہ لینا کتنا بڑا جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے اس کے عذاب سے ڈراتے رہنا چاہئے۔ دوسری جانب نیکیوں کے باعث بے حدو حساب اجرو ثواب کے تذکرے کئے جائیں اس کی رحمت، بخشش اور عنایات کی امید لگائی جائے تاکہ مایوسیاں ختم ہو جائیں فرمان نبوی ﷺ کے مطابق دعوت میں بشارت کا پہلو غالب رہنا چاہئے۔

2۔ عقلی و نقلی دعوت

لوگوں کو قائل کرنے کے لئے دعوت میں عقلی و نقلی ہر دو طرح کے دلائل کا حسین امتزاج پایا جانا چاہئے۔ پختہ ایمان کے حامل لوگوں کے لئے تو اتنا بتا دینا بھی کافی ہوتا ہے کہ فلاں چیز کے بارے میں قرآن وحدیث میں اس طرح حکم آیا ہے وہ فوراً مان جائیں گے لیکن مادیت اور عقلیت زدہ لوگ اس طرح آسانی سے مطمئن نہیں ہوتے قرآن و حدیث کا نام سن کر خاموش تو ہو جائیں گے لیکن ان کا دل نہیں مانے گا۔ بزرگان دین کی باتیں ان کے نزدیک زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہوتیں۔ وہ عقلی دلائل اور سائنسی انداز کے خواہاں ہوتے ہیں۔ جدید مادی افکار اور بے خدا تہذیب نے سوچ کے زاویوں کو تبدیل کر دیا ہے اس لئے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ موجودہ حالات کے تناظر میں دعوتی حکمت عملی میں تبدیلی لائی جائے تاکہ وہ اس دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو سکے۔ جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں قرآن و

Marfat.com

حدیث کی تعبیرو تشریح جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو بہت اپیل کرتی ہے۔

3- عملی و حکایاتی دعوت

مختلف طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں تو منافقت کا چلن عام ہو ہی چکا تھا لیکن مذہبی طبقہ کے قول و فعل میں بھی تضاد دیکھ کر قوم دین سے ہی باغی ہونے لگی ہے۔ اس وقت منافقت اور تضاد کا پردہ چاک کر کے قوم کا اعتماد بحال کرنے کی ضرورت ہے جو بات کہہ دی جائے اسے بہرحال کر کے دکھایا جائے عمل پر ابھارنے کے لئے قرآنی اسلوب اپنایا جائے۔ قرون اولی کے مسلمانوں کی مثالوں کو صرف زیب داستاں کے لئے ہی نہ بیان کیا جائے بلکہ عام زندگی میں جاری و ساری کر کے بھی دکھایا جائے۔

4- انفسی و آفاقی دعوت

کائنات اتنی وسیع ہے کہ انسانی عقل تمامتر کاوشوں اور رفعتوں کے باوجود ابھی تک اس کی پہنائیوں کا احاطہ نہیں کر سکی ابھی کئی اور جہاں دریافت طلب ہیں لیکن جو کچھ دریافت ہو چکا ہے اس میں بھی ان گنت نشانات اس کے خالق و مالک کی معرفت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مظاہر قدرت کسی واضح نصب العین کی جانب راہنمائی کر رہے ہیں کہ انسان کو دنیا میں شترے بے مہار نہیں بنایا گیا بلکہ اس نے خدائی نظام قائم کر کے زندگی بسر کرنی ہے اور اپنے مالک کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے لہذا جہاں گردی اور جہاں بینی بہت ضروری ہے ورنہ جہانبانی کا فریضہ بھی نبھایا نہ جا سکے گا۔ کہا جاتا ہے کہ انسان عالم اصغر ہے اس کے اندر ایک پورا جہاں آباد ہے۔ انسان کے مطالعہ سے ایک اور انداز سے ساری کائنات کی حقیقتوں کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے دور جدید کا اسلامی لٹریچر آفاقی و انفسی دلائل کے موتیوں کو سموئے ہوئے ہونا چاہئے تاکہ ابہام دور ہوں اور شکوک و شبہات کی گرد بیٹھ سکے۔

5- کتابی دعوت

عرصہ قدیم سے زیر استعمال دعوت کا ایک ذریعہ کتاب ہے جس کی اثر پذیری

Marfat.com

میں تاحال کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اس کے برعکس مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہی ہو رہا ہے کیونکہ ذرائع تعلیم عام ہونے اور کتابوں کی اشاعت کی تیز رفتاری کے باعث شرح خواندگی میں اضافہ نے کتاب کی طلب بڑھا دی۔ دعوت بذریعہ لٹریچر ایک موثر ذریعہ ہے سفر ہو یا حضر دعوتی لٹریچر پاس ہونا چاہئے اور حسب موقعہ لوگوں تک پہنچایا جائے۔ ہدیتہ" یا عاریتہ" دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں۔

6- ابلاغی دعوت

دور حاضر میں آڈیو اور وڈیو کیسٹ کا استعمال دعوت کا ایک موثر اور تیز ترین ذریعہ ہے جو لوگ کیسٹ خریدنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں انہیں عاریتا"' تحفتا" یا کرائے پر کیسٹ دیئے جائیں یا پھر کسی مخصوص مقام پر ہفتہ وار یا پندرہ روزہ کیسٹ پروگرام ہوں لوگ جمع ہو کر ویڈیو دیکھ سکیں۔ جو لوگ بہت مصروف ہوتے ہیں وہ اپنی گاڑیوں میں سفر کے دوران ایک منٹ بھی زائد صرف کئے بغیر آڈیو کیسٹ سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ وقتاً" فوقتاً" اخبار' ریڈیو' ٹی وی اور دیگر الیکٹرانک میڈیا کا استعمال دعوت کو تیزی کے ساتھ پھیلانے کا سبب بن سکتا ہے۔

7- شخصی دعوت

دعوت کو پھیلانے کے لئے شخصی رابطوں' میل ملاپ اور ذاتی تعلقات کی اپنی ایک اہمیت ہے جو کسی دور میں کم نہیں ہوتی۔ گھر ہوں یا کاروباری مراکز' دفاتر ہوں یا دوکانیں جس جس سے ملاقات ہو حسب موقعہ دعوت کی بات چھیڑنی چاہئے۔ ذاتی واقفیت اور تعلقات کے دائرے میں دعوت زیادہ آسانی کے ساتھ پھیلائی جا سکتی ہے۔ دعوت دینے والی شخصیت باکردار ہو تو دعوت کو آسانی کے ساتھ رد نہیں کیا جا سکتا۔ عدم واقفیت اور اجنبیت کے باعث لوگ عام طور پر بہت کم توجہ دیتے ہیں لیکن ذاتی تعلقات کے باعث اعتماد کی فضا قبول حق پر آمادہ کر کے چھوڑتی ہے سلیم الفطرت لوگ اور سعید روحیں زیادہ دیر تک لاتعلق نہیں رہ سکتیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال ہمارے سامنے ہے مسلمان ہونے کے بعد اپنے ذاتی اثر و رسوخ کو استعمال کر کے بہت سے لوگوں کو دائرہ اسلام میں لے آئے۔ بلکہ ابتداء میں دعوت اسلام ذاتی تعلقات

Marfat.com

کے دائرے میں ہی رہی پھر آہستہ آہستہ دوسروں تک پھیلایا گیا۔

8- صحبتی دعوت

یہ ایسا طریق کار ہے جس سے ہر چھوٹا بڑا' تعلیم یافتہ' ان پڑھ غرضیکہ ہر سطح کا شخص استفادہ کر سکتا ہے بلکہ دیرپا اثرات کے اعتبار سے اس سے بہتر اور کوئی طریق کار نہیں کیونکہ کسی بھی شعبہ زندگی میں باکمال بننے کے لئے استاد کی ضرورت ہے جو سے مسلسل رابطہ متعلقہ فیلڈ میں مہارت کا سبب بنتا ہے جو شخص کسی کامل استاد کی صحبت میں جتنا زیادہ وقت گزارے گا اتنی ہی زیادہ مہارت حاصل کرے گا۔ صحبت ایسا تیر بہدف نسخہ ہے جسے ہر جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے اس کے اثرات سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا حتی کہ ایک ساتھ رہنے والے دو شخص ایک دوسرے کی زبان نہ سمجھنے کے باوجود صحبتی اثرات سے متاثر ہوتے ہیں اگر مختلف پروگراموں' دروس قرآن' جلسے جلوسوں اور اور محافل ذکرو نعت میں شرکت کے لئے لوگوں کے آمادہ کرنے پر محنت کی جائے تو ان محفلوں کی برکت سے دل بدلنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی اور اس کے اثرات دیرپا بھی ہوتے ہیں۔

موضوعات دعوت

موضوعات دعوت تو کثیر النوع ہیں لیکن ابتدا میں جن پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہوتی ہے ان کا تذکرہ نہایت اہم ہے۔ حسب موقعہ صرف ضروری بات کی جائے اور غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا جائے تاکہ قولو قولا سدیدا کی عملی تصدیق ہو سکے اور

خیر الکلام ماقل و دل — "بہترین کلام وہ ہے جو الفاظ میں کم اور دلیل کے اعتبار سے بڑا ہو۔"

کا مصداق بن سکے۔

1- بنیادی تصورات

کسی عمارت کی پختگی کا دارو مدار بنیادوں کی مضبوطی پر ہوتا ہے اس لئے کسی بھی

Marfat.com

دعوت کے بنیادی تصورات کو اجاگر کرنے اور بار بار دہرانے کی ضرورت ہوتی ہے اسلامی دعوت کے حوالے سے عقائد اور ارکان اسلام پر زیادہ زور دینا چاہئے تاکہ بنیاد مضبوط ہو جائے۔

2- تعلیم

اس کا مطلب ہے کہ دعوت کا فکری اور نظریاتی پس منظر بیان کیا جائے مقاصد واضح کئے جائیں کیونکہ اب تو اسلامی انقلاب کا نعرہ لگانا ایک فیشن بن گیا ہے لیکن تصورات اور طریق کار میں ابہام پایا جاتا ہے اسلامی انقلاب کا مطلب کیا ہے؟ کیسے آئے گا؟ ایسے سوالات ہیں جن کا دو ٹوک جواب نہیں ملتا بلکہ ادھر ادھر کی باتیں سننے کو ملتی ہیں۔ نظریاتی اور فکری واضحیت CLARITY کے بغیر عملی پیش رفت کی توقع عبث ہے۔

3- امتیازات

ہر دعوت دیگر دعوتوں سے کئی اعتبارات سے مختلف ہوتی ہے لہٰذا امتیازی اوصاف کو اجاگر کیا جائے تاکہ عوام الناس متوجہ ہوں۔ اس کی ہمہ گیریت' آفاقیت' روحانیت' اعتدال پسندی' انسانی حقوق کی رعایت' حقانیت' نتیجہ خیزی کی ضمانت وغیرہ جیسے پہلو نمایاں کر کے بیان کئے جائیں۔

4- قیادت

دعوت دیتے ہوئے قیادت کو بھی موضوع سخن بنایا جا سکتا ہے کیونکہ کسی بھی دعوت کی فعالیت' مقبولیت اور جاذبیت کا دارو مدار جہاں نصب العین کی بلندی اور نظریہ و فکر کی قوت پر ہوتا ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر قیادت کی اہلیت اور فعالیت پر ہوتا ہے اس لئے قیادت ہر اعتبار سے ایک معیاری قیادت ہونی چاہئے ورنہ دعوت مقبول نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کو اوصاف حمیدہ سے متصف فرما کر لوگوں کے لئے ماڈل بنا کر بھیجا۔ قیادت کو اعلیٰ صفات اور صلاحیتوں کا مالک ہونا چاہئے کیونکہ ڈرائیور کی مہارت پر اعتماد نہ ہو تو لوگ گاڑی پر سوار نہیں

Marfat.com

ہوتے۔

5- تقابلی جائزہ

دین اور اسلام کے نام پر کام کرنے والی بہت سی تنظیمیں اور جماعتیں میدان میں کام کر رہی ہیں۔ ہر ایک کا اپنا جدا جدا رنگ ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کا کام معیاری اور حقیقت کے زیادہ قریب ہے تو لوگوں کے سامنے تقابلی جائزہ پیش کرنا ہو گا۔ اپنی دعوت کی برتری اور حقانیت کو ثابت کرنا ہو گا۔ انسان طبعی اعتبار سے کسلمندی کا شکار رہتا ہے اور زیادہ دوڑ دھوپ پسند نہیں کرتا البتہ کامیابی کی جانب ضرور بڑھنا چاہتا ہے لہٰذا کسی تنظیم میں شامل ہونے کے لئے بھی زیادہ تر لوگ پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی کامیابی کے امکانات کیا ہیں؟ اس لئے اعداد و شمار کی روشنی میں کامیابی کے امکانات کو واضح کرنا ہو گا تاکہ جو ساتھ دے اس کی وفاداری اور ثابت قدمی پر شک نہ کیا جا سکے۔ سنی سنائی باتوں پر اعتبار کر کے آنے والے زیادہ دیر ساتھ نہیں چل سکتے۔ سوچ سمجھ کر قدم بڑھانے والوں سے ہی توقع کی جا سکتی ہے کہ ناموافق حالات میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں گے کیونکہ تقابلی جائزہ لے کر فیصلہ کرنے میں آسانی رہتی ہے۔

6- سرگرمیاں

اگر آپ کسی نظم کے تحت دعوتی کام کر رہے ہیں تو لوگ جاننا چاہیں گے کہ آپ کی سرگرمیاں کیا ہیں؟ ترقی کی رفتار کیسی ہے؟ حصول مقصد کے لئے کیا کچھ ہو چکا ہے اور کتنا کچھ باقی ہے۔ دعوت کے بارے میں عام لوگوں کا کیا رجحان ہے؟ پروگراموں میں شرکت کا کیا تناسب ہے؟ کون کون سے ذرائع استعمال کئے جا رہے ہیں؟ ان سب سوالوں کے جواب لوگوں تک پہنچنے چاہئیں تاکہ کسی جماعت کے انتخاب میں ان کے لئے سہولت رہے۔

7- منصوبہ جات

نفاذ اسلام کی دعوت کے حوالے سے لوگ یہ جاننے کے لئے بہت بے قرار

Marfat.com

ہوتے ہیں کہ کامیابی کے امکانات کیا ہیں منزل تک رسائی کے لئے کتنا وقت درکار ہو گا۔ اس لئے پروگرام پالیسیوں اور منصوبہ جات کو زیر بحث لانا چاہئے تاکہ مایوسیوں کے سائے چھٹ جائیں اور یقین و امید کی کرنیں پھوٹنے لگیں۔ جدوجہد کے مراحل' ترجیحات' موجودہ اور آئندہ جاری ہونے والے منصوبہ جات کی اس طرح وضاحت کی جائے کہ منزل آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگے۔

Marfat.com

آٹھواں باب

داعی کے اوصاف

Marfat.com

Marfat.com

داعی کے اوصاف

دین کا کام کرنے والوں کے لئے جسمانی مضبوطی اور علمی پختگی کا اشارہ تو قرآنی الفاظ بسطة فی العلم والجسم (البقرہ : 247) سے ملتا ہے مزید تائید رسول اکرم ﷺ کے قول "قوی مومن کمزور مومن سے بہتر ہے" سے ہوتی ہے ویسے بھی ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ ایک صحتمند جسم میں ہی ایک صحت مند دماغ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا داعی کے اوصاف کے حوالے سے جب بات ہو گی تو اس کی جسمانی صحت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ انسانی ہدایت کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کا جو سلسلہ الذھب جاری کیا ان سب کو جہاں دیگر خوبیوں سے متصف کیا گیا وہاں جسمانی نقائص سے بھی محفوظ فرمایا تاکہ ان کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں سے کسی کے دل میں حقارت اور نفرت کا جذبہ پیدا نہ ہو معلوم ہوا دعوت دین کا کام کرنے والوں کے لئے ظاہری وضع قطع کو درست رکھنا بہت اہم ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کہیں ان کی نامناسب ہیئت کذائیہ ہی قبول حق کی راہ میں رکاوٹ بن جائے اس لئے پرجوش مبلغین کو آرام اور طعام کے لئے مناسب وقت نکال لینا چاہئے تاکہ صحت پر مضر اثرات مرتب نہ ہوں ورنہ چند ماہ بعد ہی کام کرنے کے قابل نہ رہیں گے اور یہ بہت بڑا المیہ ہو گا۔ ہر کام میں اعتدال ہی مناسب ہوتا ہے۔

اخلاقی اوصاف

داعی کو رزائل اخلاق سے پاک ہونا چاہئے یعنی وہ حسد، بغض، کینہ، غیض وغضب، حرص و لالچ، نفرت، خوف، خود غرضی، نفس پرستی، زر پرستی، مفاد پرستی جیسی بیماریوں سے محفوظ ہو۔ غیبت، جھوٹ، بہتان، طعن و تشنیع اور گالی گلوچ سے کلیتاً پرہیز کرے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں جان جوکھوں میں ڈالنا پڑتی ہے مضبوط اعصاب اور بے داغ سیرت و کردار پیش کرنے کے لئے سالہا سال تک نفس کی تربیت کرنا پڑتی ہے۔ داعی کو اطاعت، معرفت، محبت اور خشیت الٰہی کا پیکر ہونا چاہئے نیک نیتی،

Marfat.com

اخلاص، شکر گزاری اور تسلیم و رضاء اس کا شعار ہو۔ مطمح نظر انسانیت کی فلاح و بہبود اور اصلاح احوال ہو۔ یہ اوصاف دعوت کی اثر پذیری کو چار چاند لگاتے ہیں۔ عام مشاہدے کی بات ہے کہ ہم ایک ہی بات دو مختلف اشخاص سے سنتے ہیں ایک دل کو بھاتی ہے اور دوسری سنی ان سنی کر دیتے ہیں آخر اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس کی بات دل میں اتر گئی اس کے پیچھے اعلیٰ اخلاقی اوصاف اور کردار کی قوت کار فرما تھی تب یہ کیفیت پیدا ہوئی۔

؎ دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اثر پذیری کے لئے دل کا مادی مفادات کے طمع سے خالی ہونا بھی ضروری ہے بلکہ دنیوی فوائد کا خیال بھی حاشیہ خیال تک نہ آئے اور داعی

وما اسئلکم الیہ من اجر ان اجری الا علی اللہ۔ (الفرقان : 57)	"اور اے لوگو! میں تم سے (دعوت کے کام) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔"

کی مکمل تصویر بن جائے یہی جملہ انبیاء کا شیوہ رہا اور اسی کی ہمیں تعلیم دی گئی۔ داعی کی نظر لوگوں کے قلوب پر ہونی چاہئے جیوب (جیبیں) پر نہیں۔

ایک داعی میں جذبہ خیر خواہی بدرجہ اتم موجود ہونا چاہئے تاکہ انتہائی نامساعد حالات اور مخالفانہ ماحول میں بھی بدخواہی تک نوبت نہ پہنچے اس کی زبان سے ہر ایک کے لئے کلمہ خیر ہی ادا ہو کبھی کبھی صورتحال خطرناک اور جان لیوا بھی ثابت ہو سکتی ہے اسے صبر و استقامت کا پہاڑ ہونا چاہئے۔ نیت پر حملے، گالی گلوچ، طعن و تشنیع الزام تراشیاں حتی کہ خطرہ جاں بھی پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکے اس میں مخالفین کی ریشہ دوانیوں، ایذا رسانیوں اور سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کا حوصلہ ہونا چاہئے

راہ حق کے مسافروں کی قدم قدم پر آزمائش ہوتی ہے۔ نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں مایوسیوں، اور بظاہر ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اندریں حالات نفس و شیطان کے حملے مزید تیز تر ہو جاتے ہیں کیونکہ نتائج ہمیشہ حسب منشا نہیں نکلا کرتے آزمائش نام ہی اس بات کا ہے کہ مخالفانہ ماحول سے واسطہ پڑے۔ مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر دیئے جائیں اپنے بیگانے بن جائیں گویا صورتحال کچھ یوں ہو جائے کہ

Marfat.com

؎ باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

نفس میدان سے بار بار ہٹ جانے کا تقاضا کرے شیطان کی وسوسہ اندازیاں عروج پر پہنچ جائیں آدمی پھر بھی ثابت قدم رہے اللہ کے بھروسے پر کام جاری رکھے شکوہ و شکایت زباں پر نہ لائے۔ شاکی کی بجائے شاکر بن جائے تو اس چومکھی لڑائی میں اللہ کا فضل اس کے شامل حال ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ کے فضل کے بغیر اس منزل سے سلامتی کے ساتھ گزر جانا ممکن نہیں ہوتا لہٰذا داعی کو سراپا دعا رہنا چاہئے اللہ پر بھروسہ اور توکل ہی امید کی کرنوں کو روشن رکھتے ہیں اور اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اعتماد کے ساتھ دعوت وہی پیش کر سکتا ہے جسے اللہ پر کامل بھروسہ اور مشن کی حقانیت پر پورا یقین ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک بار فرمایا۔ "اے لوگو! کلمہ پڑھ لو۔ تم عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے" انتہائی ناموافق اور غیر یقینی حالات میں ایسی بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جسے اپنی دعوت کی کامیابی پر غیر متزلزل یقین ہو یقین ہی قوت کا سرچشمہ ہے ورنہ خود اپنے پاؤں ڈگمگانے لگتے ہیں۔

سچائی اور دیانتداری جملہ اخلاقی اوصاف کی جان ہیں اور نبی علیہ الصلواۃ والسلام کو اعلان نبوت سے قبل ہی صادق اور امین کے ناموں سے جانا پہچانا جاتا تھا داعی کو سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق سچائی اور دیانتداری کا دامن تھامے رکھنا چاہئے تاکہ کوئی اس کی جانب انگلی نہ اٹھا سکے۔ ایک طویل حدیث کے آخر میں ایک سوال کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا۔ "مومن جھوٹ نہیں بول سکتا" جو شخص لوگوں کا اعتماد کھو دے کوئی اس کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا مان لینا تو بہت دور کی بات ہے۔ جھوٹ سے اجتناب کے باعث ہزارہا گناہوں سے نجات مل جاتی ہے داعی کا کردار اس کی دعوت کا منہ بولتا ثبوت ہونا چاہئیے۔

؎ خوشبو آں باشد کہ خود ببوید
نہ کہ عطار بگوید

اخلاقی اوصاف کی خوشبو فی نفسہ ایک بہت بڑی دعوت ہے بزرگان دین کی سوانح حیات کا مطالعہ کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کی صحبت میں آنے والے لوگ بغیر کچھ سنے بھی متاثر ہو جایا کرتے تھے انہیں اپنا تعارف کرانے کی ضرورت بھی پیش نہ آتی تھی۔

Marfat.com

ع کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے

دراصل ہر اچھا شخص اپنے گرد نیکی اور بھلائی کا ایک ہالہ رکھتا ہے جو مقناطیسی قوت کا حامل ہوتا ہے قریب آنے والا کوئی شخص بھی اس کے اثر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مطالعہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں اسلام پھیلنے کی وجہ مسلمان بادشاہوں کی تلوار نہیں بلکہ صوفیاء کا کردار تھا۔ عفو درگزر اور حلم و بردباری کارویہ دلوں کو متاثر کرتا ہے داعی کو امن و سلامتی اور اخوت و محبت کا پیغامبر بن جانا چاہئے۔

چونکہ داعی نے دوسروں کے لئے ایک بہترین نمونہ فراہم کرنا ہوتا ہے اس لئے دوسروں کو نصیحت کرنے سے قبل اس پر خود عمل پیرا ہونا بہت اہم ہے اس لئے قرآن حکیم نے ایسے لوگوں کو سخت تنبیہہ کی ہے۔

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب ○ (البقرہ : 44)

"کیا تم دوسروں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔"

گویا قول و فعل کا تضاد نہ پایا جاتا ہو داعی سچائی کا کامل نمونہ ہو' اللہ تعالی سے ڈرتا رہے کہ کہیں اس کے ظاہرو باطن اور فکرو عمل میں عدم وحدت ظاہر نہ ہو۔ بندوں سے حیا کی نسبت اللہ سے زیادہ حیا ہونی چاہئے اور دوسروں کی اصلاح میں لگ کر اپنے آپ کو نہ بھول جائیں۔

دعوت تبلیغ کے ضمن میں ہادی برحق ﷺ کو جو حکم دیا گیا کہ

فاعرض عنهم وعظهم وقل لهم فی انفسهم قولا بليغا (النساء : 63)

"اے نبی! آپ ان سے درگزر کریں اور ان کو نصیحت کریں اور ان سے دلوں میں اثر کرنے والے بات کریں۔"

اس آیت سے داعی کی تین صفات کا پتہ چلتا ہے۔

1 - مخاطب کی بدتمیزی اور درشت کلامی کو برداشت کرے اسی چیز کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح بیان کیا گیا۔

واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما

"اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوں تو سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں

Marfat.com

(الفرقان : - 63) یعنی الجھتے نہیں۔"

2- استقامت کا مظاہرہ کرے تنگ اور مایوس ہو کر دعوت کو ترک نہ کر دے۔

3- انداز گفتگو ایسا دلکش اور دلنشیں ہو کہ دل میں اتر جائے۔

اسوہ حسنہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ صرف گفتار کے غازی نہ بنیں بلکہ کردار کے غازی بننے کی کوشش بھی کریں آپ ﷺ کے اخلاقی کمالات کے سامنے آپ ﷺ کے بدترین مخالف بھی مہربہ لب تھے حتی کہ ابوجہل بھی اس حقیقت کا انکار نہ کر سکا۔ حیات طیبہ کا ایک ایک گوشہ سب کے سامنے آشکار تھا لیکن کسی کو انگلی اٹھانے کی جرات نہ تھی جناب رسالتماب ﷺ سراپا اخلاق تھے اور آپ کا اخلاق سراپا قرآن تھا۔

كان خلقه القرآن

(مسند احمد بن حنبل : 6 - 91)

"آپ ﷺ کے اخلاق سراسر قرآن تھے۔"

اسلام کی اشاعت اور ترویج میں حسن اخلاق کا بہت بڑا حصہ ہے مسلمان جہاں جہاں پہنچے لوگ ان کے حسن اخلاق کے گرویدہ ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے چلے گئے اس ضمن میں قرآن مجید کا ایک سنہری اصول پیش نظر رہنا چاہئے۔

ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینک وبینه عداوة کانه ولی حمیم ○

(حم السجدہ : 34)

"بہتر چیز سے بدلہ دیا کر پھر تم دیکھ لو گے کہ تمہارا دشمن تمہارا قریبی دوست بن جائے گا۔"

نرم کلامی اور شیریں گفتاری داعی کا زیور ہے جو دعوت کی اثر آفرینی کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ قرآن مجید نے آپ ﷺ کی اس صفت کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے۔

فبما رحمة من الله لهم ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک فاعف عنهم واستغفرلهم ،

(ال عمران : 159)

"آپ ﷺ اللہ کی رحمت سے ان لوگوں کے لئے سراپا رحمت ہیں اگر آپ ﷺ تند زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے اردگرد سے بھاگ جاتے آپ ﷺ ان کو معاف کر دیجئے اور ان کی مغفرت کی دعا کیجئے۔"

Marfat.com

کبھی کسی بات کو ذاتی انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے بلکہ عفو و درگزر کی روش اختیار کی جائے زندگی کے مشکل ترین لمحات میں صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

فاصبر صبرا جمیلا "پس صبر کیجئے بہت اچھا صبر۔"

(المعارج : 5 -)

کی جیتی جاگتی تصویر بن جائے۔ اور مستقل مزاجی داعی کا شعار قرار پائے۔

طبعی اوصاف

کسی شخص کا ذاتی اعتبار سے نیک اور پارسا ہونا ہی کافی نہیں داعی کے مقام پر کھڑا ہونے کے لئے دوسروں کو ساتھ لے کر چلنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہونا بھی ضروری ہے ورنہ مزاج کی سختی اور زبان کا کڑوا پن دیکھ کر لوگ متنفر ہو جاتے ہیں کیونکہ ضروری نہیں کہ ایک شخص ذاتی اعتبار سے پرہیز گار ہے تو وہ ایک اچھا داعی بھی ثابت ہو گا کیونکہ مزاج کی خرابیاں دعوت کو بے اثر بنا دیتی ہیں۔ دعوت خواہ کتنی ہی پراثر کیوں نہ ہو اگر اسے پیش کرنے والا شخص بدمزاج ہو گا تو شاید ہی کوئی دعوت قبول کرے داعی کو حسن اخلاق کا پیکر ہونا چاہئے۔

؎ ہجوم کیوں ہے اس قدر شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

رسول اکرم ﷺ کو فرمایا گیا۔ "اے نبی ﷺ! اگر آپ نرم خو نہ ہوتے تو یہ لوگ تمہارے اردگرد سے ہٹ چکے ہوتے۔"

؎ نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

داعی کے لئے بلند نگاہی' بالغ نظری' خوئے دلنوازی اور سخت محنت جیسی صفات درکار ہیں۔ داعی کو مزاج کا ٹھنڈا' معاملہ فہم' اولو العزم' ثابت قدم' مستقل مزاج اور معتدل مزاج ہونا چاہئے۔ بلاشبہ جرات و بہادری' ثابت قدمی اور صبر و استقامت جیسی صفات کی بڑی اہمیت ہے لیکن احتیاط کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ مشکلات کو خواہ مخواہ دعوت دینا اور خطرات مول لیتے رہنا کوئی پسندیدہ عمل نہیں۔ مشکل پسندی بعض اوقات بلاوجہ ناقابل تلافی نقصانات کا باعث بن جایا کرتی ہے اسی قبیل سے عجلت پسندی

Marfat.com

کا رجحان ہے مزاج کے اعتبار سے انسان فوری نتائج کا خواہاں ہوتا ہے ضروری نہیں ہر کام کا نتیجہ فوری طور پر ہی ظاہر ہو لہٰذا جلد بازی اپنے منفی اثرات مرتب کر کے رہتی ہے۔ تیز رفتاری خواہ پختہ سڑک پہ ہو یا تحریکی سفر میں خطرناک نتائج کے امکانات کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ تیز رفتاری سے چلنے والا نہ تو سفر پورا کرتا ہے اور نہ ہی اس کی سواری باقی رہتی ہے۔ سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے سے قدرے تاخیر تو ہو سکتی ہے لیکن حادثہ کے امکانات شاذ کالمعدوم ہو جاتے ہیں۔ اپنی جدوجہد کو جلد ثمربار دیکھنے کا متمنی ہونا فطری امر ہے لیکن دعوت ایک مسلسل اور تھکا دینے والا عمل ہے ضروری نہیں نتائج حسب منشاء اور تیزی کے ساتھ نکلنا شروع ہو جائیں۔ ویسے اللہ چاہے تو ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کی کیفیت پیدا کر دے لیکن ہر شخص اور ہر موقعہ پر ایسا نہیں ہوتا لہٰذا دل برداشتہ نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ ایسے مواقع ہر انسان سخت آزمائش سے دوچار ہو جاتا ہے۔ بہت سے لوگ بددل ہو کر کام چھوڑ دیتے ہیں ان حالات میں حضرت نوح علیہ السلام کی مثال سامنے ہونی چاہئے جنہوں نے ساڑھے نو سو سال دعوت کا کام کیا چند لوگ ایمان لائے ساڑھے نو سو سال کہہ دینا آساں ہے لیکن غور کریں تو کتنا طویل اور صبر آزما مجاہدہ ہے لیکن اللہ کا بندہ کس طرح استقامت کا پہاڑ بن کر دعوت کے میدان میں ڈٹا رہا۔ انہیں دعوت کی کامیابی اور جدوجہد کی نتیجہ خیزی پر کس قدر پختہ یقین تھا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی لہٰذا داعی کو سب سے پہلے اپنی دعوت کی حقانیت پر شک و شبہ سے بالا یقین ہونا ضروری ہے جو شخص خود ہی مطمئن نہ ہو وہ دوسرون کے لئے اطمینان کا باعث کیسے ہو سکتا ہے یقین کی اثر آفرینی ناموافق حالات میں بھی ماحول کو سازگار بنا لیتی ہے ورنہ داعی کی بددلی لوگوں میں مزید انتشار کا باعث بنتی ہے۔ فکری انتشار تفرقہ بازی کا باعث بنتا ہے اور یوں امت ٹکڑوں میں بٹ کر اپنی قوت کھو دیتی ہے۔

شیریں کلامی' مشفقانہ رویہ اور ہمدردانہ طرز عمل دلوں کو مسخر کرتا ہے جبکہ تخ بیانی' سخت مزاجی' توہین آمیز رویہ' بدسلوکی' لاپرواہی اور عدم دلچسپی دعوت کو بے اثر بنا دیتے ہیں۔ دعوت کے میدان میں اولین کام لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کروانا ہوتا ہے بقیہ باتیں تو بعد میں ہوں گی مزاج کی خرابی دوسروں کو قریب آنے سے روکتی ہے لہٰذا ایک داعی کو ہر لحاظ سے جاذب نظر اور دلکش شخصیت کا مالک ہونا چاہئے کیونکہ اس

Marfat.com

میدان میں شعلہ بیانی نہیں شیریں کلامی کا سکہ چلتا ہے۔ ایک داعی وصل کا دعویدار ہوتا ہے فصل کا علمبردار نہیں دلوں کو جوڑنے کا کام کرتا ہے توڑنے کے عمل میں شریک نہیں ہوتا۔ اس نے آگ لگانا نہیں بلکہ بجھانا ہے۔ اخوت و محبت کا پیغام عام کرنا ہے نفرت و انتشار کا کام نہیں کرنا۔ وہ اشتعال انگیز باتیں نہیں کرتا بدگمانی و بدظنی سے کلیتاً" پرہیز کرتا ہے اصلاح احوال کے بارے میں پرامید رہتا ہے مریض کے ساتھ اس کا رویہ ——— ایک ڈاکٹر جیسا ہوتا ہے جسے مریض کی ذات سے نہیں بیماری سے نفرت ہوتی ہے۔ وہ فتنہ پرور نہیں ہوتا لہٰذا قول و فعل کے معاملہ میں کمال درجہ کی احتیاط سے کام لیتا ہے گالیاں سن کر دعائیں دینا معمول بن جاتا ہے اور تالیف قلب کرتے رہنا عادت ثانیہ بن جاتی ہے اس سطح تک پہنچنے کے لئے غیر معمولی قوت برداشت درکار ہوتی ہے۔ صبرو استقلال کی اس منزل تک رسائی کوئی معمولی بات نہیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

؎ یہ ۔ بلند ۔ رتبہ ملا جسے مل گیا
ہر ایک مدعی کے واسطے دارو رسن کہاں

ایک فرد خواہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو رفقائے کار میسر نہ آئیں تو کام کو آگے بڑھانا مشکل ہو جاتا ہے اسے ساتھیوں کی ایک جماعت تیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ؛ اجتماعی کام کی خیرات و برکات کئی گنا بڑھ جاتی ہیں لہٰذا دعوتی کام کو موثر بنانے کے لئے داعی کو انتظامی اور تنظیمی صلاحیتوں کا مالک بھی ہونا چاہئے ورنہ منتشر کاوشیں صلاحیتوں اور قوتوں کو ضائع کرتی رہتی ہیں اور خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوتے اجتماعی کام کے دوران جہاں محاسبہ کا عمل جاری کرنا ضروری ہے اس سے کہیں بڑھ کر ساتھیوں کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کا سامان کرنا بھی اہم ہے بنیادی طور پر انسان داد و ستد اور تعریف کا خواہش مند ہوتا ہے حوصلہ افزائی کے چند کلمات رفتار کار کو بڑھانے کا سبب بنتے ہیں۔ احباب کے نجی معاملات میں دلچسپی مزید قرب کا باعث بنتی ہے عوام کے دکھ درد میں شریک ہونے سے ان کے دل جیتے جا سکتے ہیں۔ طبعاً" شریف النفس اور جذبہ خیر خواہی سے معمور شخص ہی اس کام کے لئے موزوں ہو سکتا ہے۔ ورنہ بات بات پر آپے سے باہر ہونے والا آدمی زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔ کنجوس اور بخیل شخص سے کسی خیر کی توقع نہیں ہو سکتی۔ کسی نہ کسی منزل پر پاؤں پھسل سکتے ہیں۔ مذہبی کام کرنے

Marfat.com

والوں سے عوام الناس عقیدت کا اظہار کرتے ہیں جس کے دل میں حرص و طمع کے جراثیم پائے جائیں گے وہ کسی نہ کسی بہانے سادہ لوح عوام کا استحصال کرے گا اور یوں اس میدان میں کام کرنے والوں کی بدنامی کا باعث ہو گا اور اس طرح آہستہ آہستہ لوگوں کا اعتماد اٹھنے لگے گا۔ انسانی نفس بڑائی کا خواہاں ہوتا ہے۔ جاہ و منصب اور شہرت و عزت کی خواہش رکھتا ہے جبکہ دعوت کا کام اس سے مختلف مزاج کا تقاضا کرتا ہے۔ یہاں مدح و توصیف کا تصور ہی نہیں بلکہ دشنام طرازیوں سے واسطہ پڑتا ہے ہمدردی کا صلہ تو درکنار الٹا دشمنی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اندریں حالات نظر خالق و مالک پر نہ ہو تو انسان ہمت ہار کر بیٹھ جائے بس یہی تصور سہارا دیئے رکھتا ہے کہ جس کے لئے مصائب جھیل رہے ہیں وہ تو دیکھ رہا ہے اور وہ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔

نظم و ضبط پر اسلام نے جس قدر زور دیا ہے کہ شاید ہی کوئی دوسرا مذہب اس کی مثال پیش کر سکے اس کی جملہ عبادات اجتماعی شان کی حامل ہیں دعوتی کام کو منظم طریقے سے کرنے کے لئے داعی کا قائدانہ صلاحیتوں کا مالک ہونا ضروری ہے اچھی گفتگو اور تقریر کر لینا ہی کافی نہیں۔ قائدانہ صلاحیتوں کو ابھارنے اور نکھارنے پر توجہ نہیں دی جاتی جماعتوں کے اندر یہ بہت بڑا خلا ہے جسے پر کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ بدنظمی اور انتشار منفی اثرات مرتب کرنے کا سبب ہیں۔ داعی کی خوبیاں اور صلاحیتیں اس کی کامیابی کی علامت ہوتی ہیں۔ دیگر اوصاف اکتساب کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں ہر شخص محنت کے ذریعے حاصل کر سکتا ہے۔ دوسروں پر اثر انداز ہونا ایک فن ہے جو محنت کا متقاضی ہے جہد مسلسل طبیعت کا لازمی حصہ بن جانا چاہئے۔

پرہیز گاری

دینی حوالے سے اپنے آپ کو کسی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کے قابل بنانے کے لئے پہلے اسلام کے وضع کردہ تربیتی نظام سے گزرنا چاہئے ورنہ مشکلات بڑھتے ہوئے قدموں کو روک دیتی ہیں مصلحتیں اور مفادات آڑے آ جاتے ہیں فرائض و واجبات کی پابندی اور نفلی عبادات کا اہتمام ہی تربیتی نصاب ہے۔ راتوں کا اٹھنا اور مولا کو منانے کے لئے گریہ و زاری کرنا بہت مفید ہے داعی کو شب زندہ دار ہونا چاہئے۔ اس طرح بات میں وزن اور اثر پیدا ہوتا ہے۔

Marfat.com

ان ناشئة الیل ھی اشد وطاو اقوم قیلا

(المزمل : 6)

"بلاشبہ رات کا قیام (نفس کو) سختی سے روندتا ہے اور بات کو درست کرتا ہے۔"

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ لوگ جس شخص کو پسند نہیں کرتے اس کی بات ماننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے بے داغ سیرت و کردار کا مالک شخص اگر کبھی کوئی خلاف واقعہ بات بھی کہہ دے تو لوگ اعتماد کی بنیاد پر بلا پس و پیش اسے بھی تسلیم کر لیتے ہیں کوئی انکار کی جرات نہیں کر سکتا رسول اکرم ﷺ نے پہاڑی کے وعظ میں اپنے 40 سالہ کردار ہی کو نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کیا تھا آپ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے لوگو! اگر میں یہ کہوں اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر چھپا بیٹھا ہے جو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا یقین کر لو گے انہوں نے بیک آواز جواب دیا آپ صادق اور امین ہیں ہم لشکر کی موجودگی باور کر لیں گے اگرچہ ہماری معلومات کے مطابق یہاں کوئی لشکر موجود نہیں آپؐ نے فرمایا اگر مجھ پر اس قدر اعتماد ہے تو پھر اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ گویا ذات پہلے ہے اور تعلیمات بعد میں۔ جس کی ذات قابل اعتبار نہیں اس کی تعلیمات بھی قابل اعتناء نہیں ہوتیں آپ کے اس عظیم الشان کردار کو قرآن مجید میں ایک چیلنج کے طور پر یوں پیش کیا گیا۔

قذلبست فیکم عمرا افلا تعقلون

(یونس : 16 -)

"میں نے تم میں عمر کا ایک حصہ گزارا ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔"

دعوت کی موثریت کا تعلق اس بات سے ہے کہ جنہیں دعوت دی جا رہی ہے ان لوگوں کی نگاہ میں آپ کا کیا مقام ہے؟ مقام بنانے کے لئے لمبے عرصہ کے لئے محنت درکار ہے جو کردار سازی کے حوالے سے کرنی ہے۔

؎ اک عمر چاہئے کہ گوارا ہو نیش عشق
رکھی ہے آج ہی لذت سوز جگر کہاں

راتوں رات کوئی منصب دعوت پر فائز نہیں ہو جاتا اس کے لئے ذکر، فکر، عبادت اور خدمت کا سرمایہ چاہئے۔ نمودو نمائش، اسراف اور مالی مفادات کے حصول

Marfat.com

سے دل کو خالی کرنا ہو گا کسی سے سوال نہ کیا جائے' بغیر اجازت کسی کی کوئی چیز استعمال نہ کی جائے کم کھانے' کم سونے اور کم بولنے کو شعار بنا لیا جائے محافل ذکر و نعت اور شب بیداریوں کا اجرا کر کے عشق مصطفیٰ ﷺ سے سینوں کو روشن کیا جائے۔ قرآن اور صاحب قرآن سے گہرا قلبی تعلق قائم کیا جائے۔ فرض نمازوں کی پابندی کے ساتھ ساتھ نوافل کا اہتمام بھی ہو۔ رونے والی آنکھ اور تڑپنے والا دل نہ ہو تو اس میدان میں قدم نہیں رکھنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں ہماری کتاب "رونے والی آنکھ" کا مطالعہ مفید رہے گا۔

دوسروں کو دعوت دینے سے قبل اپنے نفس کو مخاطب کیا جائے کہ دوسروں کی اصلاح کرنے چلے ہو پہلے اپنی خبر تو لو جملہ نقائص اور ساری خرابیاں تو تمہارے اندر موجود ہیں پھر اپنی اور امت کی ہدایت کے لئے دعا مانگ کر باہر نکلے کیونکہ داعی عامتہ الناس کے لئے ایک نمونہ ہو گا۔ اس سے جہاں ہدایت حاصل کرنے کا امکاں ہے وہاں داعی کی غلطی کے باعث وہ گمراہ بھی ہو سکتے ہیں اور اس کا وبال داعی پر ہو گا لہٰذا قول و فعل کی سچائی اور ظاہری و باطنی طہارت کا خاص خیال رکھنا ہو گا کیونکہ طہارت نصف ایمان ہے مسلسل ریاضت اور مجاہدے کے بغیر کوئی بھی کارہائے نمایاں انجام نہیں دے سکتا لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں اپنے آپ کو گھلا کر رکھ دے داعی میں دینی حمیت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہونا چاہئے۔

داعی کے لئے نفس کی طہارت اور روح کی پاکیزگی لازمی ہے اپنی نیکی اور پرہیز گاری پر نظر نہ کرے اعمال حسنہ سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ اپنے عیوب سے آگاہ ہونے کی کوشش کرے اور موت کو یاد رکھے کیونکہ تاثیر باطنی طہارت سے جنم لیتی ہے۔

قد افلح من زکھا ○ وقد خاب من دسھا ○ — "یقیناً" فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو آلودہ کر لیا۔"

(الشمس : - 10)

عرفان ذات کے حوالے سے اسے ذاتی خوبیوں اور خامیوں سے بخوبی آگاہ ہونا چاہئے خوبیوں میں اضافہ اور خامیوں کی اصلاح میں لگا رہے پرہیز گاری کا آغاز توبہ سے ہوتا ہے حضور اکرام ﷺ نے فرمایا "توبہ کیا کرو میں دن میں ستر بار توبہ کرتا ہوں۔" خود احتسابی کے باعث ہر شخص خود عمل میں ایک واضح تبدیلی محسوس کرے گا

Marfat.com

شخصیت نکھرنے کے باعث دعوت موثر ہوتی چلی جائے گی۔ فضول خرچی اور ریا کاری سے اجتناب کیا جائے ہر وقت باوضو رہا جائے کسی کی دلازاری نہ جائے ذکر اذکار اور درود شریف کی کثرت کو معمول بنا لیا جائے۔ مکروہات اور متشابہات سے بچنے کی کوشش کی جائے' داعی کے دل میں مخلوق کا کوئی ڈر نہ ہو جو کار دعوت میں مانع ہو سکے کیونکہ خشیت الٰہی جرات و بیباکی کا باعث ہوتی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الذین یبلغون رسالات اللّٰہ "جو لوگ تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔
ویخشونہ ولا یخشون احدا اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے
الا اللہ وکفی باللہ حسیبا۔ سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ
(الاحزاب - 39) ہی کافی ہے۔"

ایمان اور عمل کا تعلق خوراک اور صحت کی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اچھی صحت کے لئے اچھی خوراک درکار ہے جبکہ اچھی خوراک ہضم کرنے کر لئے صحتمند اور توانا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح مضبوط ایمان کی موجودگی میں اچھے اعمال کا صدور ممکن ہے جبکہ ایمان کی پختگی کے لئے کثرت کے ساتھ نیک عمل کرنے پڑتے ہیں ایمان اور تعلق باللہ کی مضبوطی پرہیز گاری کا نشان ہے۔ عمل میں نماز اور قربانی سرفہرست ہیں جبکہ ایمانیات میں سے عمل کے محرک کے طور پر عقیدہ آخرت کا استحضار زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ اسلام کے بارے میں فرمایا گیا کہ انہیں ایک خاص چیز سے مختص کیا گیا تھا اور وہ آخرت کی یاد تھی۔

انا اخلصنھم بخالصۃ ذکری الدار ○
(ص : 46)

"ہم نے انہیں ایک خاص چیز سے مختص کیا تھا اور وہ دار آخرت کی یاد تھی۔"

متفرق اوصاف

ایک داعی کے لئے نامساعد حالات میں قوت متحرکہ (Source of Inspiration) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہوتی ہے جس کی عدم موجودگی دعوت کے

Marfat.com

کام کو ایک بے روح ڈھانچہ بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا۔

والذین امنوا اشد حب لله

(البقرہ - 165)

"اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت شدید ہوتے ہیں۔"

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین۔

(بخاری : 1 - 7)

"تم سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک اسے اپنے والدین' اولاد اور سارے جہان کے لوگوں سے زیادہ میرے ساتھ محبت نہ ہو۔"

قوت عشق داعی کا بہت بڑا ہتھیار ہے جس سے اقلیم ہائے دل فتح کئے جاتے ہیں۔

؎ قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ خود مسلمان ہیں۔ اسلام کی آفاقی تعلیمات سے متاثر ہونے والے لوگ جب مسلمانوں کی اکثریت کا کردار دیکھتے ہیں تو بڑھتے ہوئے قدم رک جاتے ہیں اسلام کے علمبردار خود تعلیمات سے روگردانی کریں تو دوسروں کو کس منہ سے اسکی دعوت دے سکتے ہیں۔ کوئی شخص جس بات کی دعوت دے رہا ہو خود اس کی اپنی زندگی اس دعوت کے اثرات سے خالی نظر آئے تو کون بیوقوف اس کی دعوت پر لبیک کہے گا جب جذبات عقیدت نفرت میں بدلتے ہیں تو قبولیت اسلام کے راستے میں حجاب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آج کا انسان اس وقت تک کسی دعوت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی برکات و ثمرات کا مشاہدہ بچشم سر نہ کر لے لہٰذا داعی کو اپنے دعوی کی دلیل اپنے عمل سے لانی پڑے گی۔ سادگی سچائی۔ جوش جذبہ اور مقصد کی لگن خود بخود توجہات کو اپنی جانب کھینچ لیتے ہیں بعض اوقات تو زبان سے دعوت دینے کی نوبت بھی نہیں آتی داعی کا پرخلوص طرز عمل' حسن اخلاق اور انصاف پسند رویہ ہی دوسروں کے لئے قبولیت دعوت کا سبب بن جاتا ہے تاریخ اسلام سے ایسے سینکڑوں واقعات پیش

Marfat.com

کئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ برصغیر پاک و ہند میں صوفیاء کا ایسا طرز عمل ہی اشاعت اسلام کا سبب بنا اور سندھ میں محمد بن قاسم کی انصاف پسندی اور حسن سلوک نے غیر مسلم رعایا کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔

کام کی لگن اور دوسروں کی اصلاح کے ضمن میں بے قراری اور بے چینی کا یہ عالم ہو کہ نیندیں حرام ہو جائیں ساری مصلحتیں دھری کی دھری رہ جائیں مفادات کی زنجیریں ٹوٹ جائیں۔ بڑے سے بڑا خطرہ مول لے کر بھی کام جاری رکھا جائے اگر کامیابی کے امکانات روشن ہوں۔ تو بے خطر آگ میں کود پڑیں دوسروں کی بھلائی کا غم کھائے جا رہا ہو آرام و آسائش کو تج کر گویا اپنے اپ کو گھلا کر رکھ دے لیکن داعی جب تک وسعت نظری اور وسیع القلبی کا مالک نہ ہو مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کئے جا سکتے اس میدان میں دوسروں کو برداشت کرنے کا مادہ (Accomodating Attitude) درکار ہوتا ہے۔ فہم و فراست اور سوجھ بوجھ کے بغیر کئے ہوئے کام کے اثرات الٹے بھی ہو سکتے ہیں اس لئے داعی کو دور بین اور دور اندیش بھی ہونا چاہئے۔ داعی اگر صرف صاحب قال نہ ہو بلکہ صاحب حال بھی بن جائے تو دعوت کی دلکشی اور دلاویزی کو چار چاند لگ جاتے ہیں کیونکہ وہ بات جو دل سے نکلتی ہے دل میں اتر جایا کرتی ہے شخصیت مسحور کن ہو تو لوگ کشاں کشاں کھنچے چلے آتے ہیں پھر زیادہ محنت کی ضرورت پیش نہیں آتی دیا بتی تیار ہو تو بس آگ دکھانے کی دیر ہوتی ہے چراغ جل اٹھتے ہیں داعی کا کلام انبیاءؑ کے طرز کلام سے مناسبت رکھتا ہو تو اثر آفرینی کے کیا کہنے لہٰذا قرآن و حدیث کا دعوتی نکتہ نظر سے مطالعہ اشد ضروری ہے تاکہ غور و فکر کی نئی راہیں کھل سکیں' داعی کے لئے جس طرح زہد و تقوی میں دوسروں سے بلند سطح کا حامل ہونا اہم ہے اس سے کہیں بڑھ کر دنیا کے معاملات کو دنیا داروں سے زیادہ بہتر سمجھنے کی صلاحیت کا مالک ہونا ضروری ہے۔ قابلیت اور صلاحیت کے اعتبار سے عام سطح کا ذہن رکھنے والا شخص دعوت کے میدان میں کوئی قابل ذکر خدمت سرانجام دینے سے قاصر ہوتا ہے کیونکہ دنیاوی اعتبار سے اسلام کی دعوت ایک خشک اور بے مزہ دعوت نظر آتی ہے اس میں نفسانی لذات کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اس سے مادی مفادات وابستہ نہیں ہوتے اسے جاذب نظر اور قابل توجہ اور خوش ذائقہ بنانے کے لئے محنت درکار ہوتی ہے۔ محنت سے جی چرانے والے لوگوں سے زیادہ توقعات وابستہ نہیں کی جا سکتیں

Marfat.com

نالائق افراد ہر میدان میں نالائق ہی ثابت ہوتے ہیں دعوت کے میدان میں ہر قدم پر سازشی اور مخالفانہ قوتوں کی پس پردہ چالوں سے باخبر رہنا پڑتا ہے کیونکہ ان کا توڑ کئے بغیر دعوتی کام موثر طریقے سے آگے نہیں بڑھ سکتا الزام تراشیاں شکوک و شبہات کو جنم دیتی ہیں یقین اور اعتماد کی فضاء کی عدم موجودگی پر خلوص جدوجہد کے اثرات کو بھی زائل کر دیتی ہے۔ مزاحم اور مخالف قوتوں کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ داعی کو مدافعت کی پوزیشن پر لا کھڑا کیا جائے اس طرح کام کی رفتار رک جاتی ہے اور آدمی اپنی توانائیاں صفائی پیش کرنے میں صرف کرتا رہتا ہے عام طور پر اس صورتحال کا صحیح طور پر ادراک نہیں کیا جاتا اور بزعم خویش دعوت کا کام جاری و ساری سمجھا جاتا ہے حالانکہ ترقی معکوس کا عمل جاری ہو چکا ہوتا ہے۔

قرآنی تعلیمات کے پیش نظر داعی کی اولین محنت تو قریبی ماحول کو روشن کرنے پر صرف ہونی چاہئے کیونکہ یہ اہل قرابت کا حق بھی ہے اور اس لئے بھی کہ داعی کی سیرت و کردار اور کارکردگی کا صحیح اندازہ قریبی ماحول سے تعلق رکھنے والے لوگ ہی بہتر انداز سے کر سکتے ہیں۔ دور دراز مقامات پر وقتی طور پر دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے افراد کے کریکٹر اور مزاج کا کما حقہ پتہ نہیں چلتا۔ شخصیت اور مزاج کی پہچان سالہاسال کے طرز عمل سے ہوتی ہے اور اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کے ساتھ روزمرہ کے معاملات میں واسطہ پڑتا ہو۔ قول و فعل کا تضاد ایک بہت بڑی بیماری ہے جس میں اکثر داعی مبتلا ہوتے ہیں خوشنما باتیں سن کر لوگ قریب تو آ جاتے ہیں لیکن جیسے جیسے ان پر احوال واقعی نمایاں ہوتے ہیں اور قول و فعل کا تضاد کھل کر سامنے آنے لگتا ہے تو عقیدت نفرت میں بدل کر انحراف پر منتج ہوتی ہے اس لئے قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

يا ايها الذين امنوا لم تقولون مالا تفعلون ○

"اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔"

(الصف : 2)

لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ سالہاسال قریبی ماحول کی اصلاح کی تگ و دو میں ضائع کر دیئے جائیں خواہ نتائج خاطر خواہ برآمد ہوں نہ ہوں رسول اکرم ﷺ مکہ میں دعوت و تبلیغ کرنے کے بعد طائف کی جانب بھی گئے اور پھر جہاں جہاں ممکن ہوا پیغام پہنچایا۔ لہذا حسب استطاعت دنیا میں پیغام پہنچانے کی بھرپور

Marfat.com

کوشش کرنی چاہئے اللہ کی دنیا بڑی وسیع ہے۔ اپنی صلاحیتوں سے بھرپور کام لینا چاہئے۔ بحیثیت مسلمان ہر شخص کا فرض ہے کہ جتنا کچھ اسے معلوم ہے دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرے کیونکہ خطبہ حجتہ الوداع کے موقعہ پر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ

بلغوا عنی ولو ایة (بخاری) "مجھ سے سن کر آگے پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔"

یہ بڑی عجیب منطق ہے کہ دعوت و تبلیغ کا کام صرف علماء کی ذمہ داری ہے ہاں اس حد تک تو یہ بات درست ہے کہ علماء کی ذمہ داری دوسروں کی نسبت کہیں بڑھ کر ہے لیکن روزمرہ کے معاملات میں ہمارے سامنے ہمارے احباب لاعلمی کے باعث بہت سے خلاف شریعت امور کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں کیا اس بات کا انتظار کیا جائے کہ کسی عالم کی خدمات حاصل کر کے ان کی اصلاح کی جائے گی یا جو کچھ ہمیں معلوم ہے بطریق احسن ان تک پہنچایا جائے تاکہ وہ گمراہی سے بچ سکیں جہاں اختلاف ہو کسی صاحب علم سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ "جس شخص کے سامنے برائی ہو اور وہ منع نہ کرے تو وہ گونگا شیطان ہے" قرآن مجید میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بار بار حکم دیا گیا ہے اور اس حکم کا مخاطب کوئی خاص طبقہ یا گروہ نہیں بلکہ جملہ امت مسلمہ ہے کہیں بھی کوئی استثناء مذکور نہیں البتہ دعوت و تبلیغ کے کام کو جن لوگوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دعوت و تبلیغ جہاں عبادت ہے وہاں ایک فن بھی ہے اس میدان میں اترنے سے قبل اس کی شرائط' آداب اور لوازمات سے مکمل آگاہی مطلوب ہے۔ جس طرح بغیر وضو نماز نہیں ہوتی بس سمجھ لیجئے دعوت کے آداب و شرائط سے عدم واقفیت اور لوازمات پورا کئے بغیر دعوت نہ تو عبادت بن سکتی ہے اور نہ ہی موثر ثابت ہو سکتی ہے لہٰذا کامیابی کے امکانات معدوم ہو جائیں گے اور کچھ عرصہ بعد یہ سعئی لاحاصل مایوسی میں بدل کر ذہنی انتشار کا سبب بن جائے گی۔ عوام کے ساتھ داعی کا طرز عمل بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے بعض اوقات بے احتیاطی کے ساتھ کی گئی گفتگو تمسخر اور استہزاء کا سبب بن جاتی ہے ویسے بھی معاشرے میں مذہب کوئی فیصلہ کن عنصر نہیں رہا نئے نئے ملحدانہ نظریات کے باعث مذہبی تعلق کمزور ہو چکا ہے اور معاشی مسائل نے جملہ صلاحیتوں اور توجہات کو اپنی جانب مبذول کروا لیا ہے لوگ وعظ و

Marfat.com

نصیحت سننے کی بجائے اپنے مسائل کا حل چاہتے ہیں بقول غالب

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

اس لئے موجودہ حالات میں داعی کو معاشرتی اور معاشی حالات کا نبض شناس ہونے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے مخاطبین کے حالات کو سامنے رکھ کر ان سے بات کر سکے خود معاشی لحاظ سے خود کفیل ہو تاکہ لوگ نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں اور وہ جرات کے ساتھ بات کر سکے جو داعی اپنی معاش کے لئے دوسروں کا دست نگر ہو اور اس کی للچائی ہوئی نظریں دوسروں کی جیبوں پر لگی ہوں اسے تو خود اللہ کی ربوبیت پر یقین نہیں ہوتا کوئی اس کی دعوت کا کیا خاک اثر قبول کرے گا لحاظ کے باعث لوگ اگر منہ پر بات نہ کریں پھر بھی پرائیویٹ گفتگو میں اس کی ذات کا اہانت آمیز تذکرہ تو ہوتا ہی رہے گا کسی مذہبی شخصیت کے بارے میں اس طرح کے منفی تبصرے نئی نسل کی دین سے دوری کا سبب بنتے ہیں۔ وہ لوگ جو دن رات نئی نسل کی بے راہ روی کا رونا روتے رہتے ہیں انہوں نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ وہ خود اس جرم میں کس حد تک شریک ہیں۔ دوسری جانب اسلام کے داعیوں کے لئے بھی مقام غور ہے کہ اصلاح احوال کی جدوجہد کے دوران طرز عمل کی خامیوں کے منفی اثرات سے وہ اپنے آپ کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے۔

دعوت کا کام دین کی اساس ہے اسے ذاتی اور دنیوی کاموں پر ترجیح دینے کی ضرورت ہوتی ہے ویسے بھی ایک مومن کا جینا مرنا سب کچھ اللہ کے لئے ہوتا ہے تو ترجیحات کا تعین بھی رضائے الٰہی کو سامنے رکھ کر کیا جائے گا داعی نے اس ضمن میں عملی نمونہ پیش کرنا ہے تاکہ بات صرف قیل و قال تک محدود نہ رہ جائے اس سلسلہ میں مشکلات و مصائب میں صبر اور توکل علی اللہ ہی اس کا سہارا ہوتے ہیں۔ اس میں تحقیق و تجسس کی صفات بھی ہونی چاہئیں تاکہ اسرار و معارف کا دروازہ کھلے اور فکر میں پختگی اور گہرائی پیدا ہو پھر لاپرواہی کا مظاہرہ کرنے والوں کو ڈرایا جائے اور وحشت زدوں کو خوشخبری سنائی جائے تو کارگر ثابت ہو گی۔ داعی کو بین الاقوامی حالات اور عوامی نفسیات سے آگاہی ہونا بہت ضروری ہے اس کے بغیر دعوت کو وسیع تر حلقے میں نہیں پھیلایا جا سکتا۔ دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے عام طور پر اس بات کی پرواہ نہیں

Marfat.com

کرتے اور ان کی یہ بے خبری منفی اثرات مرتب کرتی رہتی ہے جس کا انہیں شعور نہیں ہوتا اپنی کمزوری کو دور کرنے کی بجائے دوسروں کو الزام دے کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم نے فریضہ ادا کر دیا ہے لوگوں کی قسمت میں ہدایت پانا ہی نہیں یہ بہت بڑا مغالطہ ہے۔

آئے دن نت نئے افکارو نظریات پیدا ہوتے رہتے ہیں جن سے لوگ متاثر ہوتے ہیں صرف مذہبی علوم پر ہی اکتفا کر کے نہیں بیٹھ جانا چاہئے بلکہ دیگر علوم و فنون کا مطالعہ بھی ضروری ہے عقلی صلاحیتوں کی نشوونما کے لئے فکری غذا کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا دیگر مفکرین کی آراء سے استفادہ کرنا چاہئے لیکن اس سے قبل داعی کو اپنی دعوت کے فکری' عملی اور انتظامی پہلوؤں سے بخوبی واقف ہونا ضروری ہے ورنہ وہ خود فکری انتشار کا شکار ہو جائے گا۔ دعوت کے نتیجے میں جو قافلہ تیار ہو راہنمائی کے لئے لمحہ بہ لمحہ اس کے ساتھ ہونا ضروری ہے ورنہ قوم موسیٰ کی طرح اس کی عدم موجودگی کے سبب گوسالہ پرستی کا شکار ہو کر راہ راست سے منحرف ہو جانے کا خطرہ موجود رہے گا۔ قدم قدم پر راہنمائی کرنا ہو گی کسی صورت میں انہیں تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا۔

داعی کے لئے کار دعوت سے متعلق نمایاں شخصیات کی کامیابی اور ناکامی کے اسباب و علل پر بھی غور جاری رکھنا چاہیے۔ وہ زیر دعوت افراد کے ساتھ مکمل رابطہ رکھے ان کے غم اور خوشی کے مواقع میں شرکت کرے ان کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے ان کے مسائل سے واقفیت اور حل کی کاوشوں میں لگا رہے۔ ساتھیوں کی مشکلات کا حل وہی تلاش کر سکتا ہے جو زبردست قوت ارادی کا مالک ہو۔ چیلنجوں کا مقابلہ کر سکے اور خطرات پر قابو پا سکے کیونکہ قوت ارادی کے بل بوتے پر انسان ناقابل یقین کام بھی سرانجام دے لیتا ہے۔

مخلوق خدا کی گمراہی پر کڑھنا' ان کی نادانیوں کے غم میں گھلنا' دکھ درد دیکھ کر غم محسوس کرنا' ہدایت کا خواہاں اور بھلائی پر حریص ہونا' اصلاح کی مسلسل تڑپ اور اضطراب و بے چینی ایک داعی کے نمایاں اوصاف ہونے چاہئیں وہ اسلحہ سے لیس ہمہ وقت باوردی سپاہی کی طرح ہوتا ہے اسے جو میسر ہے اسے حقیر نہیں سمجھتا نعمتوں پر شکر ادا کرنا اور عیش و عشرت سے پرہیز اس کا طرز زندگی ہوتا ہے داعی فراست مومنانہ کا کامل نمونہ ہوتا ہے وہ گہرے علم و بصیرت کا حامل اور فہم و فراست کا حامل ہوتا ہے اس کی صحبت صحبت کیمیا ثابت ہوتی ہے جو اس کے قریب آتا ہے اللہ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔

Marfat.com

نواں باب

اسلوب دعوت

Marfat.com

Marfat.com

دعوت کے آداب

ہر کام کے کچھ آداب ہوتے ہیں جن کا لحاظ رکھے بغیر خاطر خواہ نتائج کی توقع نہیں کی جاسکتی دعوت و تبلیغ کے میدان میں اترنے سے قبل کچھ شرائط اور لوازمات کا پورا کیا جانا لازمی ہے اور اگر آداب کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو تو ناکامیوں اور مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

1- طرز عمل

طرز عمل مثبت بھی ہوتا ہے اور منفی بھی' اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی لیکن دعوتی نقطہ نظر سے اس کا فیصلہ مخاطب کی سوچ کے حوالے سے ہو گا۔ تمامتر خلوص اور نیک نیتی کے باوجود غلطی کا امکان باقی رہتا ہے اور غلطی خواہ کتنے ہی خلوص پر مبنی ہو نقصان کا باعث بن کر رہتی ہے۔

ے ممکن ہے تو جسے سمجھتا ہے بہاراں
اوروں کی نگاہ میں وہ موسم ہو خزاں کا

اس لئے اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرتے رہنا چاہئے۔

عسی ان تکرھوا شیئا و ھو خیرلکم وعسی ان تحبوا شیئا و ھو شرلکم۔ (البقرہ : 216)

"ہو سکتا ہے تم جس چیز کو ناپسند کرتے ہو وہ تمہارے لئے خیر کا باعث ہو اور ہو سکتا ہے جو تمہیں پسند ہو وہ تمہارے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔"

طرز عمل کی خرابی مخلصانہ کاوشوں کے نتائج پر بھی پانی پھیر کر رکھ دیتی ہے۔ مختلف جماعتیں اپنے اپنے انداز سے دعوت دین کا کام کر رہی ہیں ان کے بارے میں حسن ظن سے کام لیا جائے انہیں حریف نہیں بلکہ اپنا معاون و مددگار سمجھا جائے جب کام کی نوعیت ایک ہے مقصد ایک ہے تو پھر محاذ آرائی کیوں؟ ایک دوسرے کو نیچا

Marfat.com

دکھانے کی سبیلیں کس لئے؟ فرقہ وارانہ بحثوں کا سلسلہ جاری رکھنے کا آخر کیا جواز ہے؟ آپس کی نااتفاقی کام کو بے اثر بنا دیتی ہے جب تک آپس میں اتحاد و اتفاق کی فضاء قائم نہ ہو دوسروں کو کس منہ سے اسلام کی دعوت دی جائے گی۔ زبان سے جس بات کا دعویٰ کیا جا رہا ہے عمل اس کے خلاف ہو تو آدمی جلد بے وقار (Expose) ہو جاتا ہے۔ قول و فعل کے تضاد سے بڑھ کر دعوت کا کوئی اور دشمن نہیں ہو سکتا عصر حاضر کے مبلغین کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ وعظ و نصیحت کو دوسروں کے لئے اٹھا رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں لوگوں کے سامنے پرہیز گاری کے انداز اپنائے جاتے ہیں اور

ع چوں در خلوت می روند کارے دیگر می کنند

(جب خلوت اور تنہائی میں جاتے ہیں تو کچھ اور ہی کام کرتے ہیں۔)

یہ تضاد جونہی آشکار ہوتا ہے لوگوں میں مذہب سے نفرت کا باعث بنتا ہے یہ مسلمہ اصول ہے کہ جس قول کی دلیل اور تصدیق عمل سے نہ لائی جائے قابل قبول نہیں ہوتا لہٰذا اس بات کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور پھونک پھونک کر قدم اٹھانے چاہئیں کہ کہیں ہمارا طرز عمل اپنی ہی دعوت کے خلاف تو نہیں۔ کبھی کبھی آدمی غیر محسوس طریق سے اپنے ہی نظریات کے خلاف عمل میں مصروف رہتا ہے۔ اور اسے شعور تک نہیں ہوتا یہ بات نہایت اہم اور باریک ہے آسانی سے سمجھ میں نہیں آتی شاید آپ یہ باور کرنے کے لئے تیار نہ ہوں کہ کوئی شخص اپنی ہی دعوت کے خلاف کیسے کام کر سکتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے اور ایسا بے خبری میں ہوتا ہے مثلاً" کوئی شخص صلح و آشتی اور اتحاد امت کی دعوت کا علمبردار ہو لیکن عملی طور پر اشتعال انگیز تقریریں اور فرقہ وارانہ گفتگو کرتا ہو دوسروں پر تنقید کا کوئی موقعہ بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتا ہو تو اندریں حالات اگر وہ جان بوجھ کر ایسا کر رہا ہے تو ساری کاوش منافقانہ چال قرار پائے گی اگر نیتاً" مخلص ہے تب بھی فتنہ و فساد تو پیدا ہو گا اس لحاظ سے مزاجاً" اس کا یہ طرز عمل اپنی ہی دعوت کے خلاف قرار پائے گا جس کا مرتکب وہ لاشعوری طور پر ہو رہا ہے۔ یا پھر کوئی شخص دوسروں کو توحید کی دعوت دیتا ہے لیکن خود شرک جلی یا خفی میں مبتلا ہو کیونکہ شرک خفی کا ادراک کرنا بہت مشکل ہے۔

Marfat.com

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

دعوتی کام کی درجہ بندی کر کے اگر ترجیحات کا تعین کر لیا جائے تو رفتار کو تیز کرنے میں بہت ممدو معاون ثابت ہوتا ہے اس طرح وقت کی بچت بھی ہوتی ہے اور توانائیاں بھی ضائع ہونے سے بچ جاتی ہیں ہر کام سلیقے سے اور وقت پر ہوتا ہے کم وقت اور تھوڑی محنت میں زیادہ کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے مثال کے طور پر ایک شخص بیک وقت تحریر' تقریر اور ذاتی ملاقاتوں اور رابطوں سے دعوت کا کام کرتا ہے۔ تو اسے اپنی صلاحیتوں' اوقات اور مختلف کاموں کے نتائج کو سامنے رکھ کر ترجیحات کا تعین کر لینا چاہئے پہلے کون سا کام کرنا ہے اوقات کار کی تقسیم بھی اسی اعتبار سے ہونی چاہئے۔ جس میدان میں نتائج بہتر نکل رہے ہیں اسے پہلی ترجیح پر رکھنا چاہئے کیونکہ شیطان کے حملوں میں سے ایک حملہ آدمی کو کم اہم کاموں کی طرف لگانے کی کوشش بھی ہوتا ہے :
وہ جب محسوس کرتا ہے کہ کوئی نیک شخص کوئی اہم کارنامہ سرانجام دینے کی کوشش میں مصروف ہے یا ایسا کام کر رہا ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے اور اسے راہ راست سے ہٹایا بھی نہیں جا سکتا تو وہ بھرپور کوشش کرتا ہے کہ اس کی توجہ اس اہم کام سے ہٹا کر کسی دوسرے کم اہم کام کی طرف لگا دی جائے یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر علماء فرائض کو بھول کر فروعی مسائل میں نہ صرف خود الجھے ہوئے ہیں بلکہ پوری امت کو انہی فروعی مسائل کی راہ پر ڈال کر فرقہ واریت کی آگ کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ ابلیس اپنی اس تلبیس میں اتنا کامیاب ہے کہ کسی کو اس کا شعور ہی نہیں کوئی ہمت کر کے اس مسئلہ کی سنگینی کی طرف متوجہ کرتا ہے تو سب لٹھ لے کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں گویا

؎ اتنے مانوس صیاد سے ہو گئے ہم
اب رہائی ملے گی تو مر جائیں گے

ستم ظریفی کا یہ عالم کہ اس فریب سے نکلنا ہی گوارا نہیں۔ اس مخالفانہ فضاء میں انتشار کی بات بھلا کون سنے گا۔ ہر کوئی ایک دوسرے کو جلی کٹی سنانے پر تلا ہوا ہے :
اس صورتحال کو پیدا کرنے میں واعظین' مبلغین اور داعیوں کی بدظنی اور بدگمانی کی

Marfat.com

عادت ہے حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح طور پر بدگمانی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

اجتنبوا کثیر من الظن ان بعض الظن اثم

"بدگمانی سے بہت بچو بہت سی بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔"

(الحجرات : 12)

ظلم تو یہ ہوا کہ دوسروں کا علاج کرنے والے خود اس بیماری میں مبتلا ہو گئے ہمیں تو بزرگان دین سے یہ بات پہنچی ہے کہ اگر کسی شخص کے بارے میں ننانوے وجوہات بدگمانی کی ہوں اور ایک وجہ حسن ظن کی ہو تو ننانوے وجوہات کو نظرانداز کر کے اپنی طبیعت پر حسن ظن کے پہلو کو غالب کیا جائے لیکن ہمارا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ بدگمانی سارے فتنہ و فساد کی جڑ ہے آغاز یہیں سے ہوتا ہے پھر دیگر مراحل بھی طے ہو جاتے ہیں گویا بدظنی بیج بو دیتی ہے جس کے تلخ ثمر کا مزہ پوری قوم کو چکھنا پڑتا ہے لہٰذا دوسروں کے بارے میں نیک گمان رکھا جائے' بدگمانی تعلقات کی خرابی اور گناہوں میں مبتلا ہونے کا راستہ کھولتی ہے اس بیماری کا سبب اپنی بڑائی کا احساس ہوتا ہے حالانکہ دعوت کے میدان میں دوسروں کو اہمیت دینا اور اپنے آپ سے بہتر گردانا ازبس ضروری ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک قول ہے "جو شخص اپنے آپ کو ایک خارش زدہ کتے سے بھی بہتر سمجھے اسے معرفت کی ہوا نہیں لگ سکتی۔"

؎ کم تر از کم شو اگر داری خبر
ایں طریق کاملاں است اے پسر

(ترجمہ : اگر تو کچھ خبر رکھتا ہے تو کسی کمتر سے بھی کم حیثیت والا بن جا اے بیٹے! دنیا میں کامل لوگوں کا یہی طریق کار رہا ہے۔)

اس میدان میں اپنی بڑائی کا سکہ چلانے والا ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھتا ہے۔ یہاں مٹے ہوئے لوگ ہی کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں نفس تو چاہتا ہے میری علمیت اور پارسائی کا سکہ جم جائے ہر محفل میں وہی توجہات کا مرکز بنے ہر طرف اس کی عظمت کے ڈنکے بجیں ہر جگہ غیرمعمولی پروٹوکول دیا جائے لیکن دعوت کے کام کے تقاضے اس سے مختلف ہیں یہاں نمودو نمائش کے تصور کا گزر بھی ممنوع ہے بنیاد کی اینٹ بن کر

Marfat.com

کام کرنا ہے جس پر عمارت کی مضبوطی کا دارو مدار ہوتا ہے کسی ماتھے کا جھومر بن کر سجنا نہیں۔ داعی ایک ایسا خاموش کارکن ہوتا ہے جو اپنی ذات کی نفی کر کے دوسروں کی فلاح کی ضمانت بن جاتا ہے۔

انسان کان کا بہت کچا واقع ہوا ہے کسی کی بُرائی بیان کی جائے تو جلد اثر قبول کرتا ہے جبکہ خوبی تسلیم کرنے میں بہت دیر لگا دیتا ہے۔ افواہوں پر کان دھرنے والے لوگ بہت جلد دوستوں کا اعتماد کھو دیتے ہیں اگر براہ راست حقیقت حال کو معلوم کر لیا جائے تو انسان بہت سی بدگمانیوں سے بچ جاتا ہے۔ غیبت کرنے والے شخص کو بات کرنے سے فوراً" روک دینا چاہئے بات سچی بھی کر رہا ہو تب بھی یقین نہیں کرنا چاہئے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آئندہ آپ کے سامنے کسی کی برائی بیان کرنے کی جرات نہیں کرے گا۔ اگر غیبت کے باعث آپ کے دل میں کسی شخص کے بارے میں میل پیدا ہو گیا ہے تو اولین فرصت میں اس سے رابطہ کر کے اپنی کیفیت کو بیان کریں اس طرح حقیقت حال کھل کر سامنے آ جائے گی اور رنجش کا دروازہ بند ہو جائے گا ویسے بھی دور حاضر میں اچھائی اور برائی یوں گڈ مڈ کر دی گئی ہیں کہ عام آدمی کے لئے تو پہچان ہی مشکل ہے لہٰذا ہر لمحہ اور ہر قدم پر پھسلنے کا امکان رہتا ہے بڑی احتیاط درکار ہے۔ مبلغین کے سست پڑ جانے کے باعث فاسد نظریات پھیلتے جا رہے ہیں۔ یہ دور پراپیگنڈہ کا دور ہے اس میں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ۔ اچھے کو برا اور برے کو اچھا بنا کر پیش کر دینا کوئی مشکل کام نہیں۔ لہٰذا حق کو حق کے طور پر پیش کرنے کے لئے سخت مقابلہ (Competition) کرنا پڑے گا۔

اعتدال کی روش ہی ہر حال میں سلامتی کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ انتہا پسندی اور تعصب پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے رواداری' وسعت قلبی اور ہمدردی درکار ہوتی ہے کھلے دل کا مالک شخص ہی سب کے لئے قابل قبول ہو سکتا ہے۔ تعصب اور تنگ نظری دعوت کے میدان کو محدود کر دیتے ہیں۔ انتہا پسند شخص ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔ کبھی ایک جانب جھک گیا کبھی دوسری جانب لڑھک گیا۔ جوش میں آئے تو گھر بار بھی چھوڑ دیا۔ جذبات سرد ہوئے تو فرائض کے ترک تک نوبت جا پہنچی۔ متعصب شخص راہ اعتدال پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ معتدل

Marfat.com

مزاجی کے باعث کچھوے کی چال چلتے رہنا اس تیز رفتاری سے کہیں بہتر ہے جس کے نتیجے میں کسی حادثہ سے دو چار ہونا پڑے اس بات کی قطعاً" پرواہ نہیں کرنا چاہئے کہ لوگ کیا کہیں گے لوگ تو کچھ نہ کچھ کہتے ہی رہتے ہیں ہمارے پیش نظر صرف ایک بات ہونی چاہئے کہ ہم نے جو طرز عمل اپنا رکھا ہے اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے کہ نہیں۔ اگر اللہ اور اس کا رسول ﷺ راضی ہیں تو پھر کوئی پرواہ نہیں لوگ پسند کریں یا نہ کریں جھوٹی انا' وقار اور پندار کو رضائے الٰہی کے لئے قربان کر دینا ہی سعادتمندی ہے کیونکہ عزت ساری کی ساری اللہ کے لئے ہے۔

ان العزۃ للہ جمیعا ولرسول والمومنین ○
(یونس : - 65)

"عزت ساری کی ساری اللہ کے لئے ہے اور رسولؐ کے لئے اور مومنوں کے لئے۔"

اللہ کے دین کی خاطر دنیا کی نظر میں رسوائی مول لے لینا حقیقت میں عزت افزائی ہے اندریں حالات رسول اکرم ﷺ کے سفر طائف کے واقعات پیش نظر رہنے چاہئیں۔

دعوتی نقطہ نظر سے دور دراز علاقوں کے سفر کے دوران طرح طرح کی تکالیف کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ دلجمعی اور یکسوئی رخصت ہو کر انتشار طبع کا باعث بن جاتی ہے مختلف طبائع کے مالک افراد کے ساتھ اختلاط کے باعث دل پر کچھ گردو غبار آنے لگتا ہے اس صورتحال کا بروقت علاج ہونا چاہئے ورنہ دیگر عبادات میں کوتاہی اور سستی کا ظہور ہو گا ایک اور خطرہ طبیعت کا سیرو تفریح اور دیگر دلچسپ مشغولیات کی جانب مائل ہونا ہے جس سے عمل کی خرابی جنم لیتی ہے مختلف لوگوں کے حالات اور مزاج مختلف ہوتے ہیں ہر ایک سے ایک جیسے کام کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ ایک دوڑ لگا سکتا ہے ممکن ہے دوسرا صرف چند قدم چلنے کے قابل ہو ایسا فرق تو ہمیں صحابہ کرامؓ کی سوانح حیات میں بھی ملتا ہے انفاق کے معاملہ میں سب کچھ لٹا دینے کا کہیں حکم نہیں آیا لیکن ایک موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سارا مال پیش کر کے سب پر بازی لے گئے۔ مقامات اور درجات کے معاملہ میں ہر کوئی اپنی حیثیت کے مطابق آگے بڑھتا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ دوڑ میں حصہ لینے والا ہر فرد اول ہی آئے لہٰذا دل

Marfat.com

آزردہ نہیں کرنا چاہئے ہر ایک سے اس کی استطاعت کے مطابق ہی توقع رکھیں بلکہ عادتاً" لوگ استطاعت سے بھی کم تر درجہ میں کام کرتے ہیں۔ دعوت کے کام میں محویت کے باعث بعض اوقات خود داعی سے دیگر فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی ہونے لگتی ہے خصوصاً" حقوق العباد کے ضمن میں پرواہ نہیں کی جاتی بلکہ زیادہ وقت دعوتی کام میں لگانے کو ہی رضائے الٰہی سمجھ لیا جاتا ہے۔ یہ بہت بڑا مغالطہ ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور جنت ماں کے قدموں میں رکھ دی گئی ہے۔" مال اور اوقات میں رشتہ داروں' پڑوسیوں' محتاجوں اور دیگر احباب کا حق ہوتا ہے حتیٰ کہ انسان کے نفس کا بھی حق ہے کہ اسے مناسب آرام کا وقت دیا جائے۔ ماں باپ' بیوی بچوں' رشتہ داروں کے حقوق پورے کرنا واجب ہے پرجوش مبلغین اس حقیقت کو نظرانداز کر دیتے ہیں جس سے بہت سے مفسدات جنم لیتے ہیں صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کے بعض واقعات جو بظاہر اعتدال سے ہٹے ہوئے نظر آتے ہیں وہ اس لئے قابل گرفت نہیں کہ انہوں نے اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو بھی اس کام کے لئے تیار کر لیا تھا لہٰذا وہ اپنے حقوق کا ایثار کر کے دعوتی کام میں بخوشی ہاتھ بٹاتے لہٰذا کسی کی حق تلفی کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا ایسے غیر معمولی واقعات انتہاپسندی کا مظہر نہ تھے بلکہ عمل کا درجہ کمال اور نکتہ عروج تھے۔

اسلام دین فطرت ہے اور عقل سلیم رکھنے والا کوئی شخص اس کی حقانیت کا انکار نہیں کر سکتا ساری کمی اور کوتاہی مسلمانوں کی جانب سے ہے کہ وہ اسے سائنسی بنیادوں پر دنیا کے سامنے پیش نہ کر سکے الٹا عمل کے میدان میں مزید شرمندگی کا باعث بنے آغاز وحی کے قربت کے زمانے میں رسول اکرم ﷺ پر تفکر کا غلبہ تھا لہٰذا غار حرا میں جا کر آفاق و انفس پر مسلسل غور کرتے رہتے۔ قرآن مجید نے بار بار اپنے گردو پیش اور اپنے اندر جھانک کر غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے ذاتی تقویٰ و پرہیزگاری اور مطالعہ آفاق و انفس کی اس عادت سے دل کے اندر سے علم و حکمت کے سرچشمے پھوٹتے ہیں جو ایک دنیا کی سیرابی کا باعث ہوتے ہیں۔ یاد رکھئے باطل کے پاؤں نہیں ہوتے حق کو صحیح طریقے سے پیش کیا جائے تو باطل زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ جھوٹ اور مکاری کا بھانڈہ ایک نہ ایک دن پھوٹ کر رہتا ہے۔ داعی کی شرافت' اعلیٰ

Marfat.com

ظرفی اور نیک نامی دعوت میں کشش کا باعث بنتی ہے اگر ترجمانی بھی احسن انداز سے ہو جائے تو اثر پذیری کے کیا کہنے! پیغام خواہ کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو جب تک انداز میں دلکشی نہ ہو لوگ متوجہ نہیں ہوتے۔

بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا کا مسئلہ بنا کر بدمزگی پیدا کر دی جاتی ہے جہاں کہیں محسوس ہو کہ ان تلوں میں تیل نہیں تو قرآنی ہدایت "قالوا سلاما" پر عمل کرتے ہوئے سلام کر کے الگ ہو جانا چاہئے تاکہ فضا مزید خراب ہونے سے بچ جائے ایسے جاہلوں کو زیادہ منہ نہیں لگانا چاہئے اگر کہیں تلخی کا سماں پیدا ہو جائے تو حق پر ہونے کے باوجود خاموشی اختیار کر لینے میں ہی عافیت ہوتی ہے ڈٹے رہنے سے حالات پر قابو نہیں رہتا اور لڑائی جھگڑے کی صورت میں بالاخر داعی کو ہی ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ تشدد اور شعلہ بیانی سے دل نہیں بدلا کرتے دل بدلنا اللہ کے اختیار میں ہے دل میں اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا خیال رہنا چاہئے تاکہ شیطانی عمل دخل سے محفوظ رہا جا سکے۔ جب اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

لست علیهم بمصیطر ○ "آپ کو ان پر سخت گیر بنا کر نہیں بھیجا۔"
(الغاشیہ : 22 -)

تو کسی اور کو کیا حق پہنچتا ہے کہ تشدد سے کام لے۔ فرمان الٰہی

لا اکراہ فی الدین "دین میں کوئی جبر نہیں۔"
(البقرہ : 256)

بھی پیش نظر رہنا چاہئے۔ قرآنی تعلیمات سے انحراف ہی طرز عمل کی خرابیوں کو جنم دیتا ہے۔

دعوت وفد کی صورت میں دی جا رہی ہو تو بات سربراہ کرے کوئی دوسرا بولنے کی کوشش نہ کرے باقی سب خاموش اور ہمہ تن گوش رہیں۔ البتہ سربراہ کی اجازت سے بات کی جا سکتی ہے۔ محفل کی صورت میں ترنم کے ساتھ بآواز بلند اللہ کا ذکر' استغفار اور درود شریف پڑھ لینے سے توجہ کے ساتھ سننے کا ایک ماحول پیدا ہوتا ہے اور برکت بھی ہوتی ہے۔

Marfat.com

2- صوفیانہ انداز

دعوت کے دو طرق معروف ہیں ایک طریق صوفیاء اور دوسرا طریق علماء۔ پہلا طریقہ زیادہ دلکشی اور جاذبیت کا حامل ہے اور اس کے اثرات بھی وسیع اور دیرپا ہوتے ہیں پوری اسلامی تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے صوفیاء دلوں پر دستک دیتے ہیں اور اقلیمہائے دل فتح کرتے چلے جاتے ہیں جو ایک بار قریب آتا ہے انہی کا ہو کر رہ جاتا ہے وہ مرض کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتے ہیں پھر فاسد اعمال کے شگوفے نہیں پھوٹتے وہ گناہوں کے محرکات پر توجہ دیتے ہیں۔ مثلاً" رشوت' سود خوری' چوری' ڈاکے مال کی محبت کے باعث سرزد ہوتے ہیں لہٰذا صوفیاء الگ الگ علاج کی بجائے مال کی محبت کے خاتمے کی تدبیر کریں گے۔ دل بدلنے لگتے ہیں اور احوال سنورنے لگتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جب اپنے مواعظ حسنہ کے اختتام پر یہ جملہ ارشاد فرمایا کرتے "اب ہم قال سے حال کی جانب آتے ہیں" تو مجمع پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی رجوع الی اللہ اور وارفتگی کا ایسا حال وارد ہوتا کہ ہزاروں لوگ گناہوں سے تائب ہوتے اور سینکڑوں غیر مسلم اسلام قبول کر لیتے۔ صوفیاء اس فلسفہ کے قائل ہیں کہ دل تشدد سے نہیں محبت سے بدلتے ہیں اس لئے بے جا سختی نہیں کرنی چاہئے۔ دل جیتنے کے لئے مومنانہ سیرت و کردار کی ضرورت ہے سفر جاری رہنا چاہئے مایوسی اور بددلی کو قریب نہ پھٹکنے دیا جائے رسول اکرم ﷺ نے ایک بار فرمایا "اے علی! خدا کی قسم! اگر تیرے ذریعے ایک شخص بھی ہدایت پا جائے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے" گویا ایک آدمی کا راہ راست پر آ جانا بھی بہت بڑی کامیابی ہے حدیث کے ان الفاظ سے دعوتی کام کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ بس اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہئے کہ اس نے خدمت دین کی توفیق عطا فرمائی وہ یہ کام کسی اور سے بھی لے سکتا ہے۔ لہٰذا کبھی اپنی سعی اور بھاگ دوڑ پر نظر نہیں رکھنی چاہئے بلکہ نصرت الٰہی کے لئے سراپا دعا رہنا چاہئے کیونکہ نتیجہ خیزی اس کے ہاتھ میں ہے انسان کے بس میں نہیں من پسند نتائج حاصل کرنیکی کاوشیں بار آور ثابت نہ ہوں' جدوجہد رنگ نہ لائے تو جہاں مایوسی اور بددلی پھیل جانے کے امکانات ہوتے ہیں کامیابی کی صورت میں اس

Marfat.com

سے کہیں بڑھ کر خطرناک صورتحال تکبر کے باعث پیدا ہو سکتی ہے اپنی مقبولیت اور کام کو پھلتا پھولتا دیکھ کر غیر محسوس انداز سے تکبر جنم لیتا ہے اگر شعوری توجہ سے ساتھ ہی ساتھ اس کا علاج نہ کیا جائے تو منفی اثرات مرتب ہوتے رہتے ہیں اندریں حالات داعی بزعم خویش اپنے آپ کو درست ہی سمجھتا رہتا ہے بلکہ

ع ہمچوما دیگرے نیست

کا دعویدار بن جاتا ہے جب ایک بار یہ خناس دماغ میں سما جائے تو آسانی کے ساتھ نہیں نکلتا ویسے بھی صوفیاء کے بقول ناموری کی خواہش کوشش کے باوجود سب سے آخر میں دل سے نکلتی ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ وہ کرنے چلا ہے آج تک کسی کے حاشیہ خیال تک میں نہیں آیا حالانکہ

ع تکبر عزازیل را خوار کرد

یہ تکبر کی بیماری تھی جس کے باعث شیطان راندہ درگاہ ہوا ورنہ عبادت گزاری میں تو کوئی اس کا ثانی نہ تھا۔ اس راہ میں سب کچھ لٹا دینے کے بعد بھی عاجزی انکساری اور درماندگی کا اظہار کرنا چاہیئے کہ کماحقہ فریضہ نہ نبھا سکے۔

؎ جان دی' دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ویسے بھی دعوت کے کام میں کبھی آخری مقام (Saturation) نہیں آیا کرتا لہٰذا کسی بھی سٹیج پر کوئی یہ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا کہ اس نے بہت کچھ کر لیا ہے بلکہ ہر بڑھتا ہوا قدم یہ احساس دلاتا ہے کہ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے ہر بلند سطح کچھ اور بلندیوں کا پتہ دیتی ہے۔ گویا

؎ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

یہ سفر تو اس وقت تک جاری رہے گا جب تک ہر ایک مسلمان صحیح معنوں میں (In True Sense) مسلمان نہیں بن جاتا اور دنیا کا آخری غیر مسلم بھی مسلمان نہیں ہو جاتا۔

Marfat.com

3- تالیف قلب

تالیف قلب کا مطلب مائل کرنا اور دل میں جذبات محبت پیدا کرنا ہے کسی شخص کو دعوت کی جانب مائل کرنے کے لئے اس کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا مظاہرہ کرنا' مالی امداد فراہم کرنا' آڑے وقت میں کام آنا لطف و عنایت کا سلوک کرنا تالیف قلب کے ذیل میں آتا ہے کسی کو اپنا مونس و غمخوار پا کر اور لطف و کرم سے فیضیاب ہو کر دل میں ممنونیت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ مکہ کے بعض رئیس رسول اکرم ﷺ کی فیاضی اور دریا دلی کے مظاہرے دیکھ کر ہی مسلمان ہوئے تھے۔ آپؐ نے غزوہ حنین کا زیادہ مال غنیمت مکہ کے ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جو اس سے پیشتر اسلام کے بدترین دشمن تھے مالداروں کو دوسروں سے بڑھ کر دیا اس طرح ان کے دل بھی جھک گئے جبکہ فتح مکہ کے وقت صرف گردنیں جھکی تھیں۔ اس لئے داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ تالیف قلب کا سامان بھی فراہم کرے۔

4- سہولت و رعایت اور انذار و تبشیر

لوگوں کے سامنے دین کو مشکل بنا کر پیش نہ کیا جائے۔ سارا بوجھ ایک ہی بار گردن پر نہ ڈال دیا جائے بلکہ پہلے عقائد پھر رفتہ رفتہ اعمال کی بات کی جائے۔ دوسروں کی سہولت کا خیال رکھنا چاہئے تاکہ بیزاری اور نفرت کی فضاء پیدا نہ ہو محسن انسانیت ﷺ نے جب معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا۔

یسرا ولا تعسرا بشرا ولا تنفرا (بخاری)

"آسانی پیدا کرنا تنگی نہیں۔ لوگوں کو خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا۔"

گویا دین کو اس طرح آسان بنا کر پیش کیا جائے کہ لوگ خوش دلی کے ساتھ اسے قبول کریں ناروا پابندیاں سمجھ کر انکار نہ کر دیں اس ضمن میں اس بات کا خیال بھی رہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ جہاں آپ خوشخبری سنایا کرتے تھے وہاں لوگوں کو برے اعمال کے انجام بد سے ڈرایا بھی کرتے تھے دعوت میں یقیناً" تبشیر کا پہلو غالب رہنا چاہئے لیکن ساری طبائع ایک جیسی نہیں ہوتیں کچھ لوگ بشارتیں سن سن کر گناہوں پر اور دلیر اور بے باک ہو جاتے ہیں اس

Marfat.com

لئے انذار کے پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بلکہ حسب موقعہ لوگوں کو اللہ کے عذاب سے خبردار کرنا چاہئے۔

5- جبر سے اجتناب

اسلام دین فطرت ہے اس لئے سلیم الفطرت انسان اسے قبول کرنے میں کوئی تامل محسوس نہیں کرتا اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرما دیا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنایا جائے۔

لا اکراہ فی الدین "دین میں جبر نہیں۔"

(بقرہ : 256)

اسلام میں کسی کو جبراً مسلمان کرنے کی کلی ممانعت کر دی گئی ہے اور پوری اسلامی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ مسلمانوں نے آدھی دنیا پر حکومت کی لیکن کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ کسی غیر مسلم کو بزور شمشیر اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ ایسے علاقے جن پر کبھی مسلمان حکمران نہیں رہے کروڑوں مسلمان لیتے ہیں۔ یہ سب اسلام کی آفاقی تعلیمات اور مسلمانوں کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے ہیں اس بات کی وضاحت کر دینا نہایت ضروری ہے کہ فلسفہ "لا اکراہ" کا تعلق قبول اسلام کے ساتھ ہے لیکن مسلمان ہو جانے کے بعد احکامات کی خلاف ورزی پر جو سزا دی جائے گی اس کا اس اصول کے ساتھ کوئی تعلق نہیں والدین اولاد کو اور حکومت رعایا کو سزا دے سکتی ہے۔ اور یہ امر اصول جبر کے تحت نہیں آتا۔ جن اعمال کا گمراہی ہونا عوام پر واضح نہ ہو اس ضمن میں تشدد کی بجائے شکوک و شبہات دور کرنے چاہئیں۔

6- حسن سلوک

دعوت کی قبولیت کے ضمن میں حسن سلوک سے بڑھ کر اور کوئی چیز کارگر نہیں ہوتی۔ نرمی اور ہمدردی دلوں کو قریب کرتی ہے خوئے دلنوازی' انداز دلبری اور اک طرز دلکشی درکار ہے درشتی اور سخت مزاجی لوگوں کو بھگانے کا باعث بنتی ہے تمام بھلائیاں نرم خوئی میں جمع کر دی گئی ہیں۔ سخت گیری اور درشت روئی نفرت اور خندہ

Marfat.com

پیشانی اور شگفتگی محبت کا باعث بنتی ہیں۔ حسن اخلاق میں یہ قوت ہے ۔کہ وہ دشمنی کو دوستی میں بدل سکتا ہے۔ کلام میں رعونت' خشونت اور شدت نہ پائی جائے بلکہ نرمی' شیرینی اور حدت کا مرقع ہو۔

دوسروں کے ساتھ معاملات کے ضمن میں جہاں غلطی محسوس ہو اس کا اعتراف کر لینا ایک مستحسن عادت ہے لیکن یہ عادت ثانیہ بن جائے تو اس کے منفی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں طبیعت میں لاپرواہی اور اعراض عن الفرائض کا عنصر بڑھ جائے گا۔ غفلت اور سستی کا غلبہ ہو گا کیونکہ ہر بار معذرت کو ڈھال بنا لیا جائے گا۔ اعتراف تقصیر کی اس عادت کو عام طور پر عاجزی اور انکساری کا مظہر سمجھ کر پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کا عاجزانہ تکبر ایک نہایت خطرناک پوشیدہ بیماری ہے مریض کو اس کا احساس نہیں ہوتا داعی کے لئے منکسرانہ رویہ قابل فخر کارنامہ بن جاتا ہے جس کے باعث لوگ آہستہ آہستہ اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں انسانی دنیا میں تعلقات کی بڑی اہمیت ہے ہر ایک شخص دوسروں کے ساتھ اچھے تعلقات کا خواہاں ہوتا ہے اگرچہ اغراض و مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ دنیا کا نظام تعاون اور تناصر کی بنیاد پر چلتا ہے لہٰذا کوئی شخص بھی تعلقات کی خرابی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے اپنے ذاتی تعلقات کو بروئے کار لا کر نامور شخصیات کو اسلام کی جانب مائل کیا۔ تعلقات کی خوشگواری میں حسن سلوک کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ لوگوں کے دلوں میں ایک بار مقام پیدا ہو جائے تو بات ماننا آسان ہو جاتا ہے۔ حتی کہ بعض اوقات ناگواری کے باوجود وہ انکار کی ہمت نہیں کرتے آپ نے اپنے دوست احباب سے اکثر یہ جملہ سنا ہو گا "اگرچہ مجھے یہ بات پسند نہیں اور دل نہیں مانتا لیکن تمہاری خاطر مان لیتا ہوں۔" یہ کوئی معمولی بات نہیں حسن سلوک کس کس انداز سے دوسروں کو متاثر کرتا ہے اس کا اندازہ عام لوگ نہیں کر سکتے۔ کہتے ہیں میٹھے بول میں جادو ہے اور ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اپنے مسلمان بھائی کو خندہ پیشانی سے مل لینا بھی صدقہ ہے۔" مسکراہٹوں کے تبادلے پختہ تعلقات اور گہری دوستی میں بدل جایا کرتے ہیں۔

رنگ' نسل' قوم و وطن اور دیگر بنیادوں پر دی گئی دعوتوں میں سے کوئی ایک

Marfat.com

بھی انسانیت کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا نہیں کر سکتی۔ یہ اعزاز صرف اسلامی دعوت کو حاصل ہے کہ اس کے نزدیک سب انسان برابر ہیں اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر منافرت' بدامنی اور جنگ و جدال کو ختم کر کے سلامتی کی راہ پر گامزن ہوا جا سکتا ہے۔ لہٰذا گفت وشنید' معاملہ سازی اور مذاکرات میں آداب دعوت کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو کوئی وجہ نہیں پیغام پوری دنیا میں نہ پھیلایا جا سکے۔ شریفانہ طرز عمل اور عالیٰ ظرفی دلوں میں قدرو منزلت پیدا کرتی ہے۔ سلیم الفطرت لوگ التفات اور توجہ کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔ کسی کی ترش روئی اور بے رخی کے باعث بے نیازی اور لاپرواہی کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔ شفقت' عنایت اور مہربانی کا رویہ دلوں کو کھینچتا ہے اسے بہرصورت جاری رہنا چاہئے۔ کبھی نہ کبھی' کہیں نہ کہیں' کوئی نہ کوئی تو لبیک کہتا ہوا آن ملے گا۔

7- بالواسطہ اصلاح

اگر آپ دوسروں کو حسب خواہش بدلنا چاہتے ہیں تو انہیں اس بات کا احساس نہ ہونے دیں کہ آپ دانستہ ایسا کر رہے ہیں۔ تبدیلی کے لئے بالواسطہ طریقہ کار زیادہ مناسب ہے اس طرح دوسرا شخص ردعمل کا اظہار نہیں کرتا رسول اکرم ﷺ کی عادت مبارک تھی انفرادی اصلاح احوال کے لئے بھی کسی شخص کا نام لے کر متوجہ نہ کرتے خطاب کا صیغہ واحد استعمال نہ فرماتے بلکہ بات مجمع میں کرتے اور گفتگو کا آغاز اس طرح فرماتے۔

مابال اقوام یفعلون کذا — "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے اس طرح کے کام کرتے ہیں۔"

جس کو سنانا مقصود ہوتا وہ بھی سن لیتا اور اپنی اصلاح کر لیتا یہ ایسا پر حکمت طریق کار ہے جس کے باعث مخاطب کو شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ غلطیوں کی نسبت اپنی جانب کر کے خطاب کیا جائے تو سننے والوں کو گراں نہیں گزرتا جیسے

ومالی لااعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون (یسین: 22) — "اور مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب نے اس کی

Marfat.com

طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

مثلاً" کہا جائے کہ ہم لوگ ذرا پرواہ نہیں کرتے ہم میں فلاں فلاں خامیاں پائی جاتی ہیں' آخر ان کی اصلاح کون کرے گا؟ کیا ہمیں سوچ بچار نہیں کرنا چاہئے؟ غورو فکر سے کام نہیں لینا چاہئے؟ ہم نے انسانیت کو فلاں فلاں مصیبت میں ڈال رکھا ہے آخر اس کا حل کیا ہے پھر حل پیش کیا جائے اس کے بعد اسلام اور اس کی تعلیمات کی دعوت دی جائے۔ غیر مسلموں کے حوالے سے مزید احتیاط کی ضرورت ہے کبھی کسی کے عقائد پر حملہ نہ کیجئے۔ کسی کے نظریات کو آغاز ہی سے دوٹوک انداز میں غلط قرار دینے سے تو وہ بات ہی نہ سنے گا۔

کسی کو اپنا مخالف اور مدمقابل بنانے سے گریز کیجئے غلط فہمیاں جنم لینے کے باعث بعض طبائع قبول حق سے رکی رہتی ہیں۔ منافقین' مخالفین اور معاندین کو شکوک و شبہات کی گرد اڑانے کا موقعہ فراہم نہ کریں تاہم وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں تو اولین فرصت میں شبہات کو رفع کریں تاکہ تشکیک کا غبار چھٹ کر حقیقت نکھر کر سامنے آ جائے۔

وعظ و نصیحت کے ذریعے نہ تو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس کیا جائے نہ عذاب سے بے خوف بنایا جائے اور نہ نافرمانی کی رخصتیں اور جوازیت، فراہم کی جائے۔ کسی کا نام لئے بغیر بات کو چند بار دہرایا جائے تاکہ پہلی بار کسی کی توجہ اس جانب نہ ہو تو دوسری بار متوجہ ہو جائے اور پھر غور کرنے پر آمادہ ہوجائے یہ بات قابل توجہ ہے کہ اہل علم کو دعوت دی جائے تو ناگواری محسوس کرتے ہیں شرپسندوں سے ضرر کا خطرہ ہوتا ہے لہٰذا بالواسطہ طریق کار ہی مناسب رہتا ہے۔

8- دعوت عام

اسلام دین دعوت ہے اس لئے دعوت عام ہونی چاہئے رسول اکرم ﷺ نے اسلام میں داخل ہونے کے لئے کبھی کوئی شرط نہیں لگائی ہر کوئی اسلام قبول کر سکتا ہے۔ لیکن افسوس آج مسلمانوں نے مختلف فرقوں میں بٹ کر تعلیمات پر پہرے لگا دیئے ہیں کہ فلاں فلاں شامل نہیں ہو سکتے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے

Marfat.com

مسلمانوں کی ذمہ داری لگائی ہے کہ وہ غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کریں آج کے مسلمان فتوے لگا کر ایک دوسرے کو اسلام سے خارج کر رہے ہیں اللہ تو گنہگاروں کو بھی "یا عبادی" اے میرے بندو کہہ کر پکارتا ہے اس انداز میں کتنی مہربانی اور رحمت سموئی ہوئی ہے۔ بندے تو ہم پہلے بھی ہیں لیکن وہ اپنا کہہ کر پکارے تو احساس ندامت سے دل پسیج جاتا ہے۔

دعوت تو سب کے لئے ہو لیکن اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ہر ایک کے حسب حال ہو پہلے مرض کی تشخیص کی جائے پھر علاج شروع کیا جائے مثلاً" سر درد ایک بیماری ہے کبھی بخار کبھی چوٹ کبھی نزلہ اور کبھی سردی گرمی سے ہوتا ہے ہر موقعہ پر علاج مختلف ہو گا تبلیغ سے تقدیر بدلنی چاہئے ورنہ کیا فائدہ۔ داعی اور دعوت کا آپس میں گہرا تعلق ہوتا ہے گویا صلاح اور اصلاح کا عمل جاری ہو صلاح کا تعلق داعی سے ہے جو ریاضت و مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے جبکہ اصلاح کے لئے دعوت و تبلیغ کا نظام جاری کرنا ہو گا ایک فرد سے لے کر حکومت اور پوری امت اس کار خیر میں شامل ہو جائے تو دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا پیغام پہنچ جائے گا۔

متفرق آداب

1 - بیان صاف' واضح اور پرجوش انداز کا حامل ہو' بے ذوق اور بے کیف نہ ہو۔

2 - کار دعوت کے ضمن میں جملہ ذرائع جائز اور حلال ہونے چاہئیں طریق کار غلط نہیں ہونا چاہئے۔ (Doing the right thing in the v rongway) والا معاملہ نہ ہو۔

3 - ہر حال میں اسلام کے مجموعی مزاج کا خیال رکھا جائے کوئی عمل بھی اسلامی روح کے خلاف سرزد نہ ہو۔

4 - ہر مقام اور ہر حال میں رضائے الٰہی مقدم رہے۔

5 - اسی کام میں مصروف دیگر افراد اور جماعتوں کو حریف نہیں بلکہ رفیق سمجھا جائے۔

6 - ہر کام کی کچھ حدود ہوتی ہیں کسی بھی صورت میں حدود سے تجاوز نہ کیا

Marfat.com

جائے۔

7 - قبولیت کا ماحول پیدا کئے بغیر دعوت دینا بنجر اور ویران زمین میں بیج ضائع کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔

8 - موقف صحیح ہو یا غلط داعی کو نہ تو بے جا حمایت کرنی چاہئے اور نہ ہی کسی کی بیجا مخالفت درست ہے۔

9 - دعوت قبول کرنے کے سلسلہ میں مخاطب کو دنیوی اور اخروی فوائد سے ضرور آگاہ کیا جائے۔

10 - اول اصول پیش کئے جائیں جزئیات کو موخر کر دیا جائے۔

11 - موجودہ دور میں اسلام کی ضرورت اور حقانیت کو واضح کیا جائے مخاطب مائل ہو تو اول عقائد کو مضبوط کرنے پر توجہ دی جائے۔

12 - اعمال کے ظاہری ڈھانچے کی نسبت ان کی روح پر زیادہ توجہ دی جائے۔

13 - منکر کتنا ہی صاحب حیثیت کیوں نہ ہو اس کی بنیاد کمزور ہوتی ہے لہٰذا گھبرانے کی بجائے اعتماد سے بات کی جائے۔

14 - غیر مسلموں کے سامنے مسلمانوں کے مسلکی اختلاف کا ذکر نہ کیا جائے۔

15 - بااثر طبقے پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ان کی وساطت سے ان کے زیر اثر طبقے تک بھی پیغام پہنچ سکے ایسے لوگوں کو سنت نبوی ﷺ کے مطابق کھانے پر دعوت دی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

مخاطب کے حالات کا لحاظ

دعوت اپنی خصوصیات کے اعتبار سے خواہ کتنی ہی اعلیٰ پائے کی کیوں نہ ہو داعی کتنا ہی پرجوش' باہمت اور مخلص کیوں نہ ہو جب تک مخاطبین کے حالات ضروریات' ذہنی سطح اور نفسیات کا لحاظ نہ رکھا جائے دعوت اپنی تمامتر خوبیوں کے باوجود غیر موثر ہو کر رہ جاتی ہے خصوصاً" اس کے اولین مخاطب اس بات کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں کہ ان کی زبان میں بات کی جائے تاکہ تفہیم میں آسانی ہو کیونکہ آگے چل کر انہوں نے ہی پورے نظام کو سنبھالنا ہوتا ہے۔ اس امر کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ

Marfat.com

اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اسلام کے عالمگیر اور آفاقی پیغام ہونے کے باوجود قرآن مجید کو اس کے اولین مخاطب مکہ کے مکینوں کی زبان میں اتارا گیا اسی لئے اکثر آیات مفہوم اور پیغام کے اعتبار سے عام ہونے کے باوجود اپنا خاص مقامی پس منظر بھی رکھتی ہیں جس کا پتہ شان نزول سے چلتا ہے اور یہ ایک علیحدہ شعبہ علم ہے جس سے عدم واقفیت کے باعث قرآن مجید کو ٹھیک طرح سمجھنا بہت مشکل ہے۔ جابجا مقامی ماحول سے مثالیں دے کر احکامات اور تعلیمات کو واضح کیا گیا ہے یہ حقیقت اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ جب اللہ تعالی نے اپنے کلام میں مخصوص حالات اور اس دور کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا تو ایک عام داعی کے لئے اس کا لحاظ رکھنا کس قدر ضروری ہو گا۔

تنقید کسی کو اچھی نہیں لگتی اگرچہ مثبت تنقید ایک پسندیدہ عمل ہے اور وقتاً" فوقتاً" اس کی ضرورت بھی پیش آتی رہتی ہے لہٰذا اس ضمن میں کمال احتیاط کی ضرورت ہے خصوصاً" اجنبی ماحول میں تو اس سے کلیتاً" پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ جس پر تنقید کی جائے گی وہ اپنی توہین سمجھ کر ناراض ہو جائے گا بعض اوقات تو لوگ لڑائی جھگڑے پر اتر آتے ہیں لہٰذا کبھی ایسا انداز اختیار نہیں کرنا چاہئے جو دوسروں کی رسوائی کا سامان بن جائے۔

کسی کی تنقیص، تمسخر، استہزاء، الزام تراشی اور مذاق سے کلیتاً" پرہیز کیا جائے کیونکہ اندریں حالات یہ توقع نہین کی جا سکتی کہ کوئی دعوت کو قبول کرے بلکہ الٹا نفرت کے جذبات پیدا ہوں گے۔ سادہ سی بات ہے کسی محفل میں کسی کی پگڑی اچھل رہی ہو اسے تضحیک کا نشانہ بنایا جا رہا ہو تو وہ ذہنی اعتبار سے کیسے قریب ہو سکتا ہے ایسے ماحول میں یا تو وہ شخص فرار کی راہیں تلاش کرے گا یا پھر فتنہ و فساد کا آغاز ہو جائے گا۔ داعی کو اپنی زبان پر مکمل قابو ہونا چاہئے تاکہ کبھی غیر سنجیدہ گفتگو سرزد نہ ہو۔ بعض اوقات بے تکلفی کے باعث اس بات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا اور کوئی بات مذاق کے موڈ میں کہہ دی جاتی ہے جس سے ساری محنت پر پانی پھر جاتا ہے۔ زبان کی ذرا سی بے احتیاطی سے دلوں کے نازک آبگینے ٹوٹ جاتے ہیں۔ لوگوں کو اپنی عزت نفس کا بڑا خیال ہوتا ہے ممکن ہے ہم جس بات کو معمولی سمجھ رہے ہوں دوسرے سن

Marfat.com

کر برا منا جائیں۔ کوئی شخص بھی اپنی ذات کے بارے میں کوئی ناگوار بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا تنقید کرنے والے شخص کے بارے میں دل میں دشمنی کے جذبات موجزن ہو جاتے ہیں۔ خواہ کوئی کتنے ہی جذبہ نصح اور خیر خواہی سے خامیوں کی نشاندہی کرے لیکن اسے دشمن اور مخالف ہی گردانا جائے گا۔ تنقید اسی صورت میں مفید ہو سکتی ہے جب مخاطب اسے برداشت کرنے کے لئے تیار ہو کبھی کوئی اشتعال انگیز بات نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اکثر لوگ صبرو تحمل جیسی صفات سے عاری ہوتے ہیں غیرت و حمیت کے جذبات بھڑک اٹھیں تو لوگ مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں ان نازک تاروں کو چھیڑنے سے پہلے خوب سوچ سمجھ لینا چاہئے۔

مخاطب کا رویہ خواہ کیسا ہی تلخ کیوں نہ ہو داعی کو چاہئے کہ وہ ناروا باتوں کو نظرانداز کر کے عفو و درگزر سے کام لے تلخ کلامی سن کر بھی خیر خواہی کے جذبات سرد نہ پڑنے پائیں۔ اشتعال انگیز ماحول کے باوجود داعی برداشت سے کام لے اور کبھی خود مشتعل نہ ہو ان حالات میں درگزر کی روش ہی منزل کی طرف لے کر جاتی ہے دشنام طرازوں کے لئے دل میں جذبات اخوت و محبت کا سمندر گامزن رہے محبت ایک عظیم قوت ہے جس کے سامنے پتھر دل بھی پگھل جاتے ہیں نفرتوں کا جواب محبتوں سے دینے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے دوریاں اور فاصلے غلط فہمیوں کو جنم دیتے ہیں رابطوں کا سلسلہ جاری رہنا چاہئے اس طرح سمجھنے سمجھانے اور بدگمانیوں کو دور کرنے میں مدد ملتی ہے ویسے بھی میل جول سے ایک دوسرے کا لحاظ کرنا پڑتا ہے اور آدمی تبصرہ کرنے میں احتیاط سے کام لیتا ہے ورنہ عدم موجودگی میں لوگ منہ پھٹ ہو جاتے ہیں ادھر سے ادھر سے ادھر منفی تبصرے پہنچنے سے فاصلے مزید بڑھتے ہیں اور محاذ آرائیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ شرپسند عناصر ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فتنہ و فساد کی آگ کو اور ہوا دیتے ہیں حالانکہ بات معمولی ہوتی ہے جس کا بتنگڑ بنا دیا جاتا ہے۔ آگے بڑھ کر روٹھے ہوئے کو منا لینا چاہئے لیکن اس طرز عمل میں انا کی قربانی دینا پڑتی ہے جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں اس کے لئے تربیت یافتہ نفس کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ صورتحال اپنی بڑائی اور پرہیز گاری کے تصور سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ بعض اوقات بڑائی اور پارسائی کا اظہار لاشعوری طور پر ہوتا ہے انسان دوسروں کی عظمت اور خوبی

Marfat.com

کے اعتراف میں بڑا بخیل واقع ہوا ہے کسی کی بڑائی بڑی دیر بعد اور مشکل سے تسلیم کرنے پر آمادہ ہوتا ہے لہٰذا کبھی کسی کو بنظر حقارت نہیں دیکھنا چاہئے عزت کا مقام دینے سے لوگ مانوس ہوتے ہیں اجنبیت کی دیواریں گرتی ہیں بعد قرب میں بدلتا ہے احترام کی فضا پیدا ہوتی ہے اور یوں تفہیم کی راہیں وا ہوتی ہیں۔ دلوں پر بار بار دستک دینے کی ضرورت ہے کبھی نہ کبھی تو دروازہ کھلے گا پھر آپ اندر بھی جھانک سکتے ہیں۔

اپنی بات سنانے سے قبل اس بات کا جائزہ لے لینا بہت ضروری ہے کہ فریق ثانی میں سننے کی آمادگی کے کچھ آثار پائے جاتے ہیں کہ نہیں' موقع بے موقع دعوت دینا نقصان کا باعث ہو سکتا ہے ممکن ہے دوسرا شخص تنگ آکر نازیبا کلمات کہہ ڈالے یا ضد میں آکر کلیتاً" انکار کر دے بعض اوقات ضد اور ہٹ دھرمی کا باعث داعی کا طرز عمل بھی ہو سکتا ہے کچھ ناصحین اپنے قریبی ماحول' زیر کفالت اور ماتحت افراد کے ساتھ ہمہ وقت روک ٹوک کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں جو دعوتی نقطہ نظر سے انتہائی نقصان دہ عمل ہے کیونکہ مخاطب کا رد عمل بڑا شدید ہوتا ہے اور مذہب سے بغاوت کے جراثیم پرورش پانے لگتے ہیں ایک اور بات قابل توجہ ہے کہ عاجزی تواضع اور انکساری طبیعت ثانیہ بن جائے تو قابل ستائش ہے یہ عبادت کی جان ہے کہ کبرو انانیت اللہ کو سخت ناپسند ہے لیکن تواضح کا اظہار بعض مواقع پر مضحکہ خیز صورتحال پیدا کر دیتا ہے۔ متکبر لوگوں کے سامنے انکساری کا مظاہرہ ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ جوش دعوت و تبلیغ میں دین کے ساتھ حقارت آمیز رویے کا سبب بننے سے گریز کرنا چاہئے مخاطب کوئی بھی ہو دین کے وقار کا لحاظ رکھا جانا چاہئے۔ انکساری کا مظاہرہ عام لوگوں کے ساتھ مفید ثابت ہوتا ہے جبکہ جاہ و منصب کے حامل لوگوں کے ساتھ برابری کی سطح پر پروقار انداز میں بات مناسب رہتی ہے۔ دعوتی مقاصد کے لئے راہ و رسم بڑھانے میں کوئی حرج نہیں تاہم اس بات کا خیال رکھنا ازبس ضروری ہے کہ راز داری سے کام لیا جائے اگر مخاطب کو یہ احساس ہو جائے کہ آپ کسی خاص مشن کے تحت اس کے ساتھ تعلقات استوار کر رہے ہیں تو وہ چوکنا ہو کر اپنی مدافعت میں لگ جائے گا۔ ساری تگ و دو غیر محسوس اور فطری انداز میں ہونا چاہئے ورنہ مصنوعی پن سے ساری کاوشیں رائیگاں چلی جائیں گی۔ اگر آپ کے تعلق سے دوسرا شخص دلی

Marfat.com

ہمدردی محسوس کرے ذہنی طور پر آپ کو اپنا ہمدرد اور دوست محسوس کرنے لگے تو سمجھ لیں آدھا کام ہو گیا دوران گفتگو کبھی بھی بحث و تکرار کی نوبت نہ آنے دیں گفتگو ہلکے پھلکے' سنجیدہ اور خوشگوار ماحول میں مفید رہتی ہے بحث و مباحثہ شدت اختیار کر جائے تو طبیعتوں پر منفی اور ناخوشگوار اثرات چھوڑتا ہے دلوں کا تکدر ایک دوسرے سے آہستہ آہستہ دوری کا سبب بن جاتا ہے۔ آپ دلائل سے دوسرے کو لاجواب تو کر سکتے ہیں لیکن اپنی بات نہیں منوا سکتے یہی وجہ ہے کہ علماء کے درمیان بڑے بڑے معرکہ الارا مناظروں میں ہار جیت کے فیصلے بھی ہوئے لیکن شکست کے نتیجے میں کبھی کسی نے اپنے نظریات تبدیل نہیں کئے۔ بحث مباحثہ سے نوبت جنگ و جدال تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ دوران گفتگو جونہی گرما گرمی کا ماحول پیدا ہو بات کا رخ موڑ دینا چاہئے اسی میں عافیت ہے کیونکہ بعض شرپسند لوگ جان بوجھ کر کشیدگی کی فضاء پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کا آلہ کار بننے سے بچئے داعی کا اصل کام اپنے مخاطب میں ایک طلب' ایک پیاس پیدا کرنا ہوتا ہے۔ بس آمادگی اور قبولیت کی چنگاری کو بھڑکانا ہے۔ ایک تڑپ ایک لگن پیدا کرنا ہے اسلام کی حقانیت اور قدروقیمت کا اندازہ ہو جائے' آخرت کی مسئولیت اور جوابدہی کا احساس بیدار ہو جائے اللہ کے مغفرت اور رحمت کا یقین آ جائے تو بقیہ کام خود بخود ہو جائے گا یہ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی کہ یہ کام کرو یہ نہ کرو وہ تو خود مارا مارا پھرے گا کہ بتایا جائے مجھے کرنا کیا ہے پیاسے کو تلقین کی ضرورت نہیں ہوتی وہ خود پانی کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔

دوسروں کے جذبات کا لحاظ رکھنا کس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے خود ساختہ خداؤں کو برا کہنے سے منع کر دیا مبادا ضد میں آ کر وہ حقیقی خدا کو برا بھلا کہنا شروع کر دیں۔ کسی کے معتقدات کو ٹھیس پہنچا کر جذباتی ردعمل سے بچا نہیں جا سکتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں اور یہودیوں کو مشرک کہہ کر نہیں پکارا بلکہ ان کے جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے یا اہل الکتاب کہہ کر مخاطب کیا۔ نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ انہیں "کلمة سوا" یعنی مشترک امور کی دعوت دو۔ ان تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ کبھی کسی کے مرکز عقیدت کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہیں بنانا چاہئے اگر آپ تعریف کرنا مناسب نہیں سمجھتے تو اس کا مطلب ہرگز یہ بھی نہیں کہ

Marfat.com

آپ اسے تضحیک کا نشانہ بنائیں اور پھر یہ توقع بھی رکھیں کہ وہ آپ کی دعوت پر لبیک کہے گا کتنی مہمل بات ہے۔ دوسروں کو اچھے انداز سے مخاطب کیا جائے ان کی پسندیدہ شخصیات پر براہ راست تنقید سے پرہیز کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی جانب بھیجا تو فرمایا۔

اذهبا الى فرعون انه طغى فقولا له قولا لينا۔ (طٰہٰ : 43 - 44)

"تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کی ہے اس سے نرم بات کرنا۔"

اس سے نرم بات کرنا کیونکہ نرم بات دل پر اثر کرتی ہے ایک بار انسان کسی سے الجھ جائے تو ماحول کو خوشگوار بنانا آسان نہیں رہتا۔ بات ہمیشہ اچھے پیرائے اور خوشگوار انداز میں ہونی چاہئے کیونکہ تبلیغ کا مقصد دوسروں کی تنقیص نہیں بلکہ اپنے موقف کی تصدیق مطلوب ہوتی ہے جو بغیر سازگار ماحول کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ یاد رکھئے آنکھ' کان اور ذہن پر پہرے بٹھائے جا سکتے ہیں لیکن دل میں اترنے کے لئے کئی چور دروازے ہوتے ہیں ان پر دستک دینے کی کوشش کیجئے۔

دعوت کا آغاز کیسے کیا جائے اور انداز کیا ہو بہت اہم بات ہے لیکن کسی بھی لگے بندھے اصول کی پیروی نہیں کی جا سکتی کیونکہ بعض اوقات ایک جملہ بھی کارگر ثابت ہو سکتا ہے اور کسی وقت قیمتی نصائح بھی اثرانداز نہیں ہوتے مخاطب کے حالات اور مزاج کا اس میں بڑا عمل دخل ہے تاہم عوام الناس کے لئے بہتر یہ ہے کہ اپیل تو جذبات کو کیا جائے لیکن درستی عقائد میں کی جائے۔ عقائد میں اصل اصول تو عقیدہ توحید ہے لیکن اس کی صحت کی ضمانت عقیدہ رسالتؐ کی درستی کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ عملی اعتبار سے اسلامی معاشرہ عقیدہ رسالتؐ پر استوار ہوتا ہے اور یہی وصف اسے دیگر معاشروں سے ممیز کرتا ہے البتہ جوابدہی اور مسئولیت کا احساس عقیدہ آخرت کے بغیر ممکن نہیں انسان طبعی غفلت اور لاپرواہی کا شکار ہو جاتا ہے اسے آمادہ عمل کرنے کے لئے عقیدہ آخرت پر زیادہ زور دینے کی ضرورت ہوتی ہے پھر اللہ کی بندگی' جنت و دوزخ' صبرو شکر' اطاعت و محبت' خشیت و معرفت کے تذکرے کئے جائیں لیکن اس ضمن میں مخاطب کے مرتبہ (Status) اور ذہنی سطح کا ضرور لحاظ رکھا

Marfat.com

جانا چاہئے رٹے رٹائے انداز میں ہر ایک کے ساتھ ایک جیسی گفتگو بوریت کا باعث بنتی ہے ایک عام آدمی اور پڑھے لکھے شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرق ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے قبول حق کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کی حیثیت ہی تو ہوا کرتی ہے لہٰذا ان کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے عزتِ نفس کا خیال تو ہر ایک کو ہوتا ہے لیکن ایسے لوگ اس ضمن میں کچھ زیادہ ہی حساس واقع ہوئے ہیں۔

بعض اوقات مخاطب ایسی صورتحال سے دوچار ہوتا ہے کہ اس کے لئے کسی کی بات توجہ سے سننا ممکن نہیں ہوتا مثلاً" کوئی شخص اپنے کسی کام کے سلسلہ میں جلدی میں ہو سواری پر جا رہا ہو' کسی نے بوجھ اٹھا رکھا ہو' کوئی غم کا موقعہ ہو' کوئی پریشانی میں مبتلا ہو' توجہ کسی کھیل تماشہ کی طرف ہو' کسی کے پاس مہمان بیٹھے ہوں' کوئی عورت کے ساتھ جا رہا ہو اس طرح کی دیگر کئی مصروفیات ہو سکتی ہیں جن میں مداخلت ناگواری اور ناراضگی کا باعث ہو سکتی ہے اندریں حالات دعوت نہیں دینی چاہئے کیونکہ اس کے منفی اثرات مرتب ہوں گے البتہ روزمرہ کی مصروفیات میں حسب موقعہ مداخلت اگر ناراضگی کا باعث نہ بنے تو دعوت دی جا سکتی ہے اس بات کا اندازہ تجربات سے خود بخود ہو جاتا ہے۔ شدت خلوص سے لوگ متوجہ ہو کر معمول کا کام چھوڑ کر بھی بات سننے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دوکاندار صبح سے شام تک بظاہر مصروف ہی ہوتے ہیں لیکن گاہک ہمہ وقت تو دوکان پر موجود نہیں ہوتے جہاں ایسا وقفہ دیکھا موقعہ کی مناسبت سے بات کی جا سکتی ہے البتہ کبھی اس بات کی توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ ہر جگہ جواب مثبت ہی ملے گا تمامتر احتیاطی تدبیر اختیار کرنے کے باوجود ضروری نہیں کہ بات توجہ سے سنی جائے مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے طعن و تشنیع کا نشانہ بھی بنایا جا سکتا ہے لیکن داعی کا کام جوابی کاروائی کرنا نہیں ہوتا کیسی بھی ناموافق صورتحال سے واسطہ پڑے اس نے احتیاط کا دامن نہیں چھوڑنا دوسروں کے آرام' ضروریات اور مصروفیات کا بہرحال خیال رکھنا چاہئے۔ خود تکلیف برداشت کر کے دوسروں کے لئے راحت کا سامان مہیا کرنا ہے ایثار اور قربانی کی یہی روش اور جہد مسلسل بالآخر رنگ لاتی ہے۔

Marfat.com

مخاطب کے حالات اور کوائف پہلے سے معلوم ہونے چاہئیں بات کا آغاز اس کی دلچسپیوں سے کیا جائے تو اپنائیت اور بے تکلفی کا ماحول پیدا کیا جا سکتا ہے۔ چھوٹتے ہی اپنی بات بیان نہ کی جائے اس سے دوسرے کی طبیعت میں تکدر پیدا ہو سکتا ہے باتوں ہی باتوں میں مناسب موقعہ پر پیغام پہنچایا جائے اور فریق ثانی کی دلچسپی دیکھ کر بات آگے بڑھائی جائے دوران گفتگو اپنی بڑائی اور نیکی کا اظہار نہ ہونے دیں ورنہ مخاطب احساس کمتری کا احساس کرتے ہوئے گریز اور فرار کی راہیں اختیار کرنے لگے گا۔ گنہگار سے گنہگار شخص کے ساتھ بھی اس انداز سے بات کی جائے کہ اسے شرمندگی کا احساس نہ ہو بلکہ وہ محسوس کرے کہ اس کا مخاطب ایک ہمدرد شخص ہے اس طرح وہ کھل کی بات کر سکے گا دور حاضر میں عامتہ الناس کو مذہبی شخصیات سے ایک قسم کی وحشت سی ہونے لگی ہے پہلے اس وحشت کو دور کیا جائے تاکہ دوسرا محسوس کرے کہ وہ کسی غیر معمولی طلسماتی شخصیت سے نہیں بلکہ اپنے ہی جیسے ایک انسان سے بات کر رہا ہے یہاں رعب داب نہیں بلکہ دوستانہ ماحول کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ چارہ سازی کا سامان مہیا ہو سکے۔

؎ یہ کہاں کی دوستی کہ دوست بنے ہیں ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

گفتگو بڑے اعتماد، یقین اور مدلل انداز سے کرنی چاہئے کیونکہ تاثیر یقین سے جنم لیتی ہے۔ اختصار بھی پیش نظر رہنا چاہئے باتونی آدمی سے لوگ ناگواری محسوس کرتے ہیں۔ کسی اہم شخصیت سے ملنا مقصود ہو تو وقت پہلے طے کر کے جائیں پیغام پھینکنا نہیں دلوں میں اتارنا مقصود ہوتا ہے افراتفری میں کسی کو قائل نہیں کیا جا سکتا اس مقصد کے لئے مناسب وقت چاہئے جلدبازی اور عجلت کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔ صرف اپنی بات سنانے پر زور نہ دیا جائے بلکہ دوسروں کو بات کرنے کا مناسب موقعہ دینا چاہئے اگر آپ دوسروں کی بات توجہ سے نہیں سن سکتے تو کوئی آپ کی بات بھی سننے کا روادار نہیں ہو سکتا۔ بعض لوگوں کے لئے دلگداز واقعات اور فضائل کا تذکرہ مفید ہوتا ہے کچھ عقلی دلائل سے مطمئن ہوتے ہیں کئی روحانی کشش کے قائل ہوتے ہیں کچھ حسن سلوک سے متاثر ہو جاتے ہیں بہرحال دعوت میں رحمت اور بشارت کا پہلو غالب

Marfat.com

رہنا چاہئے بہت کم ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں ترہیب اور ڈرانے کی ضرورت ہو دوران گفتگو کبھی بھی اختلافی امور کو زیر بحث نہ آنے دیا جائے ورنہ بدمزگی ہو گی اور نتیجہ کچھ بھی نہ نکلے گا جہاں بدمزگی کا اندیشہ پیدا ہو بات چیت کسی اور نشست کے لئے ملتوی کر دینی چاہئے گفتگو ہمیشہ خوشگوار ماحول میں اختتام پذیر ہونی چاہئے اس میں نصف کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ضروری نہیں پہلی ہی ملاقات کامیابی پر منتج ہو اس کی توقع بھی نہیں رکھنی چاہئے رابطہ برقرار رہے تو دعوت کی قبولیت کے امکانات روشن رہتے ہیں۔ بندوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جب چاہتا ہے نیکی کی طرف موڑ دیتا ہے۔ ہمارا کام حسب استطاعت کاوش کرنا ہے دلوں کو خیر کی طرف پھیر دینا اور ہدایت سے سرفراز کر دینا یہ اللہ کا کام ہے وہ بہتر جانتا ہے کون کس لائق ہے اور کس بات کا مستحق ہے اس کی بارگاہ میں نہ کسی کا زور چلتا ہے اور نہ کوئی استحقاق جتلا سکتا ہے۔

مخاطبین کی اصلاح' خیرخواہی اور ہمدردی کا جذبہ کس قدر غالب ہونا چاہئے اس کا اندازہ حدیث شریف میں آپؐ کے متعلق اس بیان سے ہوتا ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ	"رسول اللہ ﷺ جب
علیہ وسلم اذا خطب	خطاب فرماتے تو آنکھیں سرخ ہو
احمرت علیناہ وعلا صوتہ	جاتیں آواز بلند ہو جاتی جذبات میں
واشتد غضبہ حتی کانہ منذر	تیزی آ جاتی یہاں تک کہ معلوم
جیش' یقول صبحکم و	ہوتا کہ کسی فوج کے حملہ آور
مساکم	ہونے سے آگاہ کر رہے ہیں فرماتے
(مسلم)	صبح آئے یا شام آئے۔"

تحریر ہو یا تقریر فکری انتشار توجہ کو ہٹا دیتا ہے فکرو خیال کی وحدت اور ہم آہنگی سے لوگ متوجہ ہوتے ہیں کلام ہمیشہ مقصد سے جڑا ہوا ہونا چاہئے مردہ دلوں کو زندگی بخشنے کے لئے اسلوب کی سادگی اور بے ساختگی کام دیتی ہے مصنوعی طریقوں سے عوام الناس کو بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ مخاطب کے کسی غلط مسلمہ پر استدلال کی عمارت کھڑی کرنے کی حماقت نہیں کرنی چاہئے ورنہ اپنے ہی جال میں خود پھنس جانے

Marfat.com

کا امکان ہوتا ہے۔ بنیادی انسانی قدریں افہام و تفہیم کی بنیاد بن سکتی ہیں اس طرح قریب ہونے کا موقع ملتا ہے موانست اور مجانست دعوت کی قبولت میں آسانی پیدا کرتی ہیں۔ قیمتی دولت کو یونہی نہ لٹایا جائے اعلی درجے کی چیز اس کی قدرو قیمت سمجھنے والوں کے سامنے پیش کی جانی چاہئے تاکہ ذہنی اطمینان کے ساتھ ساتھ دل میں اتر جائے اور روح کی غذا بن جائے۔ انداز فطری ہو تو دعوت قبول کرنے کو جی چاہتا ہے ورنہ لوگ بدکنے لگتے ہیں اس سلسلہ میں مسلسل رابطہ اور بار بار یاد دھانی کرانی چاہئے ورنہ دعوتی بیج ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

دعوت کی نفسیات

علم نفسیات کا مقصود

نفسیات کا بنیادی مقصد انسانی ذہن کو سمجھنے' قابو میں رکھنے اور اس کے بارے میں پیشگوئی کرنے میں آسانی پیدا کرنا ہے ایک داعی کو علم نفسیات جاننا اس لئے ضروری ہے کہ ایک لحاظ سے وہ ایک ڈاکٹر کی طرح کام کرتا ہے جب مریض ڈاکٹر کے پاس آئے گا تو وہ پہلے اس سے بیماری کے بارے میں پوچھے گا بالفرض اسے سر درد ہے تو اس کی وجہ معلوم کرے گا آیا کہ درد کی وجہ قبض' ذہنی پریشانی یا بینائی کی کمزوری ہے پھر حسب ضرورت علاج کرتا ہے درد ایک علامت ہے اصل سبب اسباب کا کرنا ہوتا ہے اسی طرح داعی کسی شخص کے اسلامی تعلیمات سے انحراف کی وجوہات جاننے کے بعد ہی اسے راہ راست کی جانب راغب کر سکے گا کیونکہ اس طرح لاشعور اور تحت الشعور میں چھپے محرکات بھی سامنے آ جاتے ہیں ایک داعی کو افراد کی کرداریت (Behaviourism) کا ضرور جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔

جائزہ لینے کے طریقے

1- مشاہدہ (Observation)

کسی بھی شخص کی شکل و صورت' حرکات و سکنات اور رویئے کو دیکھ کر اس کی

Marfat.com

اندرونی کیفیت اور استعداد کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

2- انٹرویو (Interview)

آمنے سامنے بیٹھ کر تبادلہ خیال کیا جاتا ہے اس ضمن میں گفتگو کے مقاصد کا پہلے تعین ہو جانا چاہئے تاکہ سوالات اسی انداز سے کئے جائیں جس سے مطلوبہ معلومات حاصل ہو سکیں۔

3- سوالنامہ (Questionnaire)

ایک طریقہ یہ ہے کہ سوالات مرتب کر کے متعلقہ فرد کے سپرد کر دیئے جائیں اور وہ فرصت کے اوقات میں ان کا جواب مرتب کرے۔ سوالنامہ احتیاط سے مرتب کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ آپ دعوت کا مکمل تعارف بھی کرا سکیں مخاطب کو اپنی اہمیت کا احساس بھی ہو اور اس میں آمادگی کے آثار بھی پیدا ہو جائیں۔

زندگی کے چند اتفاقیہ واقعات پر مبنی معلومات کے حوالے سے کوئی رائے قائم نہ کی جائے بلکہ پختہ اور راسخ عادات اور طرز عمل کے حوالے سے جائزہ لیا جائے۔ اس ضمن میں موروثی' ماحولیاتی اور تعلیمی اثرات کا بغور مطالعہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

صلاحیتوں کا فرق

روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ انفرادیت نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں تک میں پائی جاتی ہے۔ صلاحیتوں اور قابلیتوں کے فرق کا ظہور حرکت' آموزش کی رفتار' فعالیت اور قوت کار میں ہوتا ہے۔ یوں تو اللہ کی تخلیق میں بڑا تنوع ہے لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہر نوع میں تنوع کا ایک جہاں آباد ہے حتی کہ دنیا میں دو افراد کی انگلیوں کے نشانات (Finger Prints) تک آپس میں نہیں ملتے لہٰذا صلاحیتیں اور مزاج بھی مختلف ہوتے ہیں۔ یہ بات قابل نوٹ ہے کہ مہارت کے مقابلے میں کسی شخص میں قابلیت کہیں زیادہ ہوتی ہے جس کی تین شکلیں ہوتی ہیں۔ یہ پیش نظر رہنی چاہئیں۔

Marfat.com

1 - صلاحیت (Ability) ایسی لیاقت جس کے بروئے کار آنے کے امکانات موجود ہوں۔

2 - استعداد (Aptitude) یہ نیم خوابیدہ قابلیت ہوتی ہے جو صلاحیت سے بہتر ہے کیونکہ کم وقت میں بروئے کار آ سکتی ہے۔

3 - تحصیل (Achievement) ایسی قابلیت جو فی الوقت بروئے کار لائی جا رہی ہو۔

جب ہر شخص دوسروں سے کئی اعتبارات سے مختلف ہو تو دعوتی نکتہ نظر سے ہر ایک کے ساتھ یکساں معاملہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟ لامحالہ مخاطب کی نفسیات سے آگاہی کی ضرورت پیش آئے گی۔ جس طرح انسان ہونے کی حیثیت سے سب لوگ برابر ہیں لیکن مزاج مختلف ہیں بعینہ ایک اعتبار سے دیکھا جائے تو سب کے لئے دعوت کی نوعیت تو ایک ہی ہے لیکن مخاطب کا لحاظ کرتے ہوئے انداز اور طریق کار بدلنا پڑے گا اسی کا نام حکمت ہے اور یہی اس کی نفسیات ہے۔

چند نفسیاتی اصول

1 - نکتہ چینی سے پرہیز

دوسروں کی آراء کا احترام کیا جائے' بات توجہ سے سنی جائے کبھی کسی کے نظریات کی تنقیص نہ کی جائے اپنی بات دلائل کے ساتھ ضرور پہنچائی جائے لیکن مخاطب سے یہ نہ کہا جائے کہ تم غلط کہتے ہو' تمہارا بیان جھوٹ اور فریب پر مبنی ہے اگر اس طرح کے جملوں سے گفتگو کا آغاز ہو تو فریقین ہٹ دھرمی کے باعث ایک دوسرے کو غلط کہتے رہیں گے اور ہو سکتا ہے تھوڑی دیر بعد نوبت سر پھٹول تک پہنچ جائے اس کے برعکس اگر جارحانہ اور مخالفانہ باتیں سننے کے بعد بھی جواب کچھ اس طرح ہو کہ آپ کا کہنا بجا' یا جو کچھ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن..... سوچنے کا ایک انداز یہ بھی اگر آپ اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔ گفتگو کا یہ انداز مخالفانہ جذبات کو سرد کرنے کا باعث بن کر قبولیت حق کے آثار پیدا کر دے گا ویسے بھی داعی

Marfat.com

کے لئے لازمی ہے کہ وہ مختلف چیزوں کو دوسروں کے نکتہ نگاہ سے دیکھنے کا عادی ہو اس طرح کم مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر ہر کوئی اپنے اپنے نکتہ نگاہ پر ہی اڑا رہے تو کوئی بھی دوسرے کی بات قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا ویسے بھی درمیانی راہ تو اسی صورت میں نکلے گی جبکہ جملہ نکتہ ہائے نظر کو سامنے رکھا جائے کیونکہ ایک ہی امر کے بارے میں ایک سے زائد نکتہ ہائے نظر ہو سکتے ہیں نکتہ چینی سن کر کبھی کوئی اپنا موقف تبدیل نہیں کرتا بلکہ اپنے مزعومات کا دفاع کرنے پر تل جاتا ہے ایسی صورتحال میں دوسرے کی بات سننے کی بجائے ذہن مخالفانہ ردعمل اور جوابی کارروائی میں لگا رہتا ہے اگر پہلی ہی ملاقات میں ایسی کیفیات پیدا ہو جائیں تو آپ کا مخاطب آئندہ کسی ملاقات سے پرہیز اور گریز کی راہیں اختیار کرے گا اصل میں تعلقات کو استوار کرنے اور استوار شدہ روابط کو بگاڑنے میں نکتہ چینی کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے کہنے والے کو اس کا احساس نہیں ہوتا لیکن سننے والے پر زبردست منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ممکن ہے لحاظ کے باعث کوئی ناگواری کا اظہار نہ کرے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اس نے برا بھی محسوس نہیں کیا۔

اس سے کہیں یہ اخذ نہ کر لیا جائے کہ دوسروں کی ناراضگی کے خدشہ کے پیش نظر اپنا موقف پیش کرنے میں کمزوری اور ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا جائے یقیناً" آپ کو اپنے مشن کی حقانیت کا یقین ہے اور آپ عظیم ترین دعوت کے داعی ہیں آپ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس دعوت کو زوردار طریقے سے پیش کریں بس اتنی احتیاط درکار ہے کہ آپ کی گفتگو کا انداز طنزیہ نہ ہو دوسروں پر نکتہ چینی کر کے اپنی بڑائی کا اظہار نہ کیا جائے کچھ لوگ لال بجھکڑ بننے کی کوشش کرتے ہیں وہ ہر معاملہ میں اپنی ٹانگ اڑائیں گے کسی فیلڈ میں معلومات نہ ہونے کے باوجود فیصلہ کن تبصرہ کریں گے' اپنی اہمیت اور علمیت جتا کر دوسروں پر بات ٹھونسنے کی کوشش کریں گے دوسروں کی آراء اور نظریات کا سرعام مذاق اڑا کر کسی سے زبردستی اپنی بات نہیں منوا سکتے۔ اگر دعوت اس طرح پیش کی جائے کہ دوسرا شخص محسوس کرے۔ کہ یہ اس کے اپنے دل کی آواز ہے جو کچھ سنا اس کے اپنے ہی نظریات ہیں ان میں غیریت نہیں بلکہ اپنائیت ہے ان میں طنز نہیں سوز ہے استہزاء نہیں ہمدری اور خیر خواہی ہے' تو مخاطب بچ کے کہاں جائے گا

Marfat.com

کسی وجہ سے فوری اقرار نہ بھی کرے اس کا دل ضرور تسلیم کر لے گا۔ اصل میں دوسروں کے نظریات اپنانے سے احساس کمتری کا احساس ہوتا ہے نفس آڑے آ جاتا ہے اور اپنے موقف کے غلط ہونے کے یقین کے باوجود آدمی ڈٹا رہتا ہے جبکہ وہی خیالات اپنے سمجھ کر اپنا لینے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔

آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ بحث مباحثہ اور تکرار کے ذریعے دوسرے شخص کو چیلنج کر کے اسے اپنا موقف تبدیل کرنے پر مجبور کر دیں گے؟ جب آپ کسی کو کھلم کھلا للکارتے ہیں تو وہ اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود بھی شکست تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہو گا۔ آپ دلائل کا انبار لگا دیں اور بزعم خویش فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑتے پھریں اس سے دلوں کے اندر کوئی حقیقی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی دوسروں کے کام میں کیڑے نکالنے کے بعد کسی مثبت رد عمل کی کیا توقع ہو سکتی ہے جس معاملہ میں کوئی شخص اپنی تذلیل (Insult) محسوس کرے اسے ذہنی طور پر کبھی قبول نہیں کر سکتا۔ غصے اور اشتعال کا ماحول پیدا کئے بغیر بات منتقل کی جا سکے تو بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ انسان اپنے نظریات اور مرکز عقیدت کے بارے میں بڑا غیرت مند واقع ہوا جذبات عقیدت اور غیرت کو کبھی چیلنج کرنے کی غلطی مت کیجئے۔ بالفرض کسی کو ٹوکنا ناگزیر ہو جائے تو براہ راست اور سب کے سامنے مت ٹوکئے اس طرح نفرت اور بغاوت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں مناسب یہ ہے کہ خامیوں اور کوتاہیوں کی جانب بالواسطہ طریق سے توجہ دلائی جائے تاکہ احسان مندی کے جذبات پیدا ہوں اور اگر پہلے اپنی غلطیوں کا تذکرہ کر دیا جائے تو اصلاح پذیری کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔ کبھی تحکمانہ لہجہ استعمال نہ کیا جائے خواہ برتر حیثیت حاصل کیوں نہ ہو۔ کسی میدان میں آپ کو اتھارٹی تسلیم کیا جاتا ہو تب بھی احکامات صادر کرنے کی بجائے لوگوں کو سوالات کے ذریعے اپنے نکتہ نظر کی جانب اس طرح لائیے کہ وہ جوابات کے ذریعے آپ کے مطلوبہ نتائج تک پہنچ جائیں اور انہیں شرمندگی کا سامنا بھی نہ کرنا پڑے ورنہ لوگ اہانت اور رسوائی کے ڈر سے سچ بات تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔

2- دوستانہ ماحول

اگر آپ دوسروں کو اپنی سوچ کے مطابق بدلنے کے خواہش مند ہیں تو گفتگو کا

Marfat.com

آغاز انتہائی دوستانہ ماحول میں کیجئے طرز عمل سے اپنائیت کا احساس ہو کیونکہ شیریں کلامی دلوں کو تسخیر کرنے میں اکسیر کا درجہ رکھتی ہے اور اگر آپ اپنے خیالات ڈرامائی انداز سے پیش کر سکیں تو آپ غیر محسوس طریقے سے کئی باتیں دوسروں کے دل میں اتار سکتے ہیں کیونکہ اس دور میں ڈرامہ ابلاغ کا موثر ترین ذریعہ ہے اس طرح خوشگوار ماحول کے باعث باتوں ہی باتوں میں بہت سی باتیں منتقل ہو جاتی ہیں اور لوگ لاشعوری طور پر وہ سب کچھ اختیار کر لیتے ہیں جو سوچ سمجھ کر شاید کبھی قبول نہ کریں۔ دوران گفتگو اس بات کا شدت سے خیال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ مخاطب کا رخ جواب میں انکار کی سمت نہ جانے پائے۔ اگر مخاطب آپ کی باتوں سے زیادہ سے زیادہ موافقت اختیار نہ کرنے پائے تو سمجھ لیں آپ نے کامیابی کی راہوں کو محدود کر لیا۔ گفتگو کا آغاز مشترک امور سے کر کے اپنے مخاطب سے ہاں میں جوابات حاصل کریں اور کوئی ایسی بات نہ کی جائے جس کلوہ فوری انکار کر دے۔ دیر تک موافقت کا ماحول قائم رہنا چاہئے۔ دوسروں کو بات کرنے کا زیادہ موقعہ دیا جائے تاکہ جواباً آپ کی بات بھی توجہ سے سنیں۔ آپ کو ہمہ تن گوش پا کر انہیں اپنی اہمیت کا احساس ہو گا کہیں غلطی ہو جائے تو تسلیم کر کے فوراً معذرت کر لی جائے اس سے تعلقات میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے خوشی کے احساس کے زیر اثر افہام و تفہیم کی نئی راہیں کھلتی ہیں اگر سارا وقت داعی ہی بولتا رہے اور دوسروں کو بات کرنے کا موقعہ نہ ملے تو وہ بوریت اور ناگواری محسوس کرتے ہیں اس طرح دعوت کی قبولیت کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ اعتراف تقصیر کے ضمن میں اس بات کا خیال بھی رہے کہ اول تو اس بات کی نوبت ہی نہیں آنی چاہئے کہ معافی مانگی جائے دوسرے معذرت خواہانہ رویہ کہیں رسوائی کا باعث نہ بن جائے کیونکہ داعی ایک بار احترام و اعتماد کھو دے تو پھر پذیرائی کا امکان نہیں رہتا اس کی بے وقاری دین کی بے توقیری کا سبب بنتی ہے۔

دعوت دیتے ہوئے اپنے مخاطب کے اچھے جذبات کو بار بار اپیل کیا جائے ذہن کی نسبت دل کے راستے تبدیلی جلد آتی ہے دل مرکز جذبات ہے جو جلد حرکت میں آ جاتا ہے جبکہ ذہن مرکز عقل ہے اور عقل عیار ہے سو بہانے تلاش کر لیتی ہے سود و زیاں کے چکر میں ذہن نئی دعوت کو فوراً قبول کرنے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے جبکہ

Marfat.com

دل مائل ہو جائے تو انسان خطرات مول لینے سے بھی نہیں گھبراتا پھر یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

ع ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

(ترجمہ) اب کچھ بھی ہو پرواہ نہیں ہم نے کشتی پانی کی نذر کر دی ہے۔

3۔ تعریف

تعریف جادو کا اثر رکھتی ہے تعریف سننے کے بعد تلخ اور ناخوشگوار بات بھی گوارا کی جا سکتی ہے لہٰذا گفتگو کا آغاز مخاطب کی خوبیوں سے کیا جائے کچھ بہتری کے آثار نظر آ رہے ہوں تو دل کھول کر داد دیجئے۔ تعریف کرنے میں کبھی کنجوسی سے کام نہیں لینا چاہئے قدم قدم پر حوصلہ افزائی کیجئے اس طرح رفتار کار میں اضافہ ہو گا اور حالات تیزی کے ساتھ سنورنے لگیں گے۔ ڈانٹ ڈپٹ اور رعب داب مایوسی اور نفرت کو جنم دیتے ہیں اور اٹھے ہوئے قدم رک جاتے ہیں جو کچھ آپ تجویز کر رہے ہیں مخاطب کو اپنی مرضی سے کرنے دیں جبر کا ماحول پیدا کر کے مخالفانہ ردعمل پیدا نہ ہونے دیں۔ دعوت کو اس طرح فیصلہ کن انداز میں پیش نہ کیا جائے کہ مخاطب آپ کے سامنے بے بسی محسوس کرے اور معاملہ یہ ہو جائے کہ

ع نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

(ترجمہ) نہ کوئی بچنے کی جگہ رہی نہ بھاگ جانے کا کوئی راستہ رہا۔

دوسروں کا گھیراؤ مت کیجئے۔ بات، تجویز کے طور پر پیش کر کے سوچنے سمجھنے کا موقع دیجئے البتہ یہ یقین دلانے کی ضرور کوشش کیجئے کہ آپ ایک ایسے شخص سے مخاطب ہیں جو فطرتاً" نیک اور نیکی و پرہیزگاری کو پسند کرنے والا ہے اس سے خیر کی توقع بجا طور پر کی جا سکتی ہے۔ وہ حق کا ساتھ دینے والا ہے جو سچائی اس کے سامنے پیش کی جا رہی ہے اس کے قبول میں اسے کوئی تامل نہ ہو گا۔

اشیاء کو کبھی ناقابل اصلاح نہ بتلایئے ساتھ ساتھ حوصلہ افزائی ہوتی رہے تو غلطیوں کو درست کر لینا اور کمزوریوں پر قابو پا لینا زیادہ مشکل نہیں دکھائی دیتا انسان ہمت اور قوت ارادی سے کام لے تو بڑی بڑی رکاوٹیں عبور کر لیتا ہے داعی کا کام دوسروں میں داعیہ (Motivation) پیدا کرنا ہوتا ہے اس ضمن میں تعریف اور حوصلہ

Marfat.com

افزائی اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی قسم کے دوسرے لوگوں کی عملی مثالیں دینا بھی حوصلہ افزائی کا سبب بنتا ہے۔

اس میدان میں باہمی تعاون اور دادوستد بڑی اہمیت رکھتے ہیں سب لوگ ایک جیسی صلاحیت اور قابلیت کے مالک نہیں ہوتے لہٰذا کام اجتماعی سطح پر منظم انداز سے کیا جائے تو نتائج بہتر نکلتے ہیں تعاون اور حوصلہ افزائی سے کمزوریاں دور ہوتی ہیں دوسروں کی ثابت قدمی اور مضبوطی دیکھ کر حوصلہ بڑھتا ہے جس سے جدوجہد میں سرگرمی اور تیزی پیدا ہوتی ہے راستے دشوار گزار اور سفر لمبا ہو تو شاید تنہا ادمی کمر ہمت نہ باندھ سکے لیکن قافلہ کی صورت میں کم ہمت اور کمزور افراد بھی سفر کر سکتے ہیں کیونکہ دوسرے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی ہمت افزائی کا سبب بنتی ہے۔ اجتماعی ماحول میں بہت کچھ سیکھنے کا موقعہ ملتا ہے جس سے علم و عمل کی کوتاہی اور کمی دور ہوتی ہے اور کم ہمتی سے نجات حاصل کر کے آدمی جرات مندی سے کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

تعریف کے دو بول بول دینے سے آپ کا کچھ نہیں بگڑتا لیکن سننے والے کے جسم میں برقی لہر دوڑ جاتی ہے کام کا معیار برقرار رکھنے کی تمنا جواں ہو جاتی ہے رفتار کار میں اضافہ ہوتا ہے' جذبہ مسابقت انگڑائیاں لینے لگتا ہے فرحت و انبساط کی کیفیات قوت کار کو بڑھاتی ہیں اس کا ایک نقد فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ داعی مخاطب کی نظروں میں ایک پسندیدہ شخصیت بن جاتا ہے۔ اس کی بات توجہ سے سنی جاتی ہے کوئی شخص ذہنی طور پر آپ کے قریب ہو جائے تو اس کو حسب خواہش بدل لینا مشکل نہیں رہتا آپ یہ نسخہ آزما کر تو دیکھئے۔

4- تدریج

دعوت کے ضمن میں تدریج کا خیال رکھنا بہت اہمیت کا حامل ہے ساری باتیں ایک دم نہ بتا دی جائیں بلکہ موقعہ کی مناسبت سے بات کی جائے اہم امور کی جانب پہلے متوجہ کیا جائے کلیات کے تعارف کے بعد جزیات کو چھیڑا جائے فروعی معاملات کو زیر بحث لانے سے اجتناب کیا جائے۔ آغاز ہی میں تفصیلات نہ بیان کی جائیں بلکہ آسان سے مشکل کی طرف سفر کیا جائے' نزول قرآن کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے بیک وقت ساری آیات نازل نہیں کیں بلکہ حسب ضرورت بتدریج نزول ہوتا رہا اس میں

Marfat.com

بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں اس سنہری اصول کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اس طرح آدمی بوجھ محسوس نہیں کرتا اور آہستہ آہستہ مشکل فرائض کی بجا آوری بھی آسان ہو جاتی ہے۔ اول عقیدہ اور نظریہ کی وضاحت ہونی چاہئے پھر طریق کار اور نمایاں اوصاف کو بیان کیا جائے مقاصد اور اس کے حصول کے ذرائع واضح ہوں ان میں کوئی ابہام نہ پایا جائے تو سلیم الفطرت لوگ دعوت قبول کرنے میں دیر نہیں لگاتے۔ اس دعوت کے ذریعے انسانیت کو پیش آمدہ نوع بنوع مشکلات و مسائل کا حل ملنا چاہئے اس کے ساتھ ساتھ روح کی سیرابی اور اخروی کامیابی کی ضمانت کا احساس بھی پیدا ہو۔ زیادہ زور اس بات پر ہونا چاہئے کہ آپ کا فکر اور نظریہ لوگوں کے دلوں میں گھر کر جائے وہ اسے اپنے دل کی پکار سمجھ کر قبول کریں پھر بتدریج زندگی کا ہر پہلو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ضمن میں آتا چلا جائے گا جو لوگ اپنی انفرادی زندگی میں اسے اتار لیں انہیں ظالمانہ اور استحصالی نظام بدلنے کے لئے جدوجہد کی دعوت دی جائے تاکہ وہ طاغوت کے ساتھ ٹکرانے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جائیں اور وقت آنے پر اپنا تن' من' دھن غرضیکہ سب کچھ لٹا دینے میں بھی دریغ نہ کریں البتہ اس بات کا خیال رہے کہ کسی کو اس کی قوت ہضم سے بڑھ کر خوراک نہ دی جائے ورنہ کسی موقع پر ساری پرہیزگاری اور انقلابیت قے کی طرح اگل دیں گے۔ ہر ایک پر انفرادی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ عام اور مخصوص حالات کے فرق کو پیش نظر رکھا جا سکے۔

کام کا آغاز قریب ترین حلقوں سے شروع کر کے اسے وسیع تر میدان میں پہنچایا جائے۔ سرور دو عالم ﷺ نے سب سے پہلے اپنے اہل قبیلہ کو دعوت دی پھر آہستہ آہستہ اسے دوسرے حلقوں میں پھیلایا۔ اس سلسلہ میں صرف قدیم ذرائع پر ہی تکیہ نہ کیا جائے بلکہ دعوت کو تیزی کے ساتھ پھیلانے کے لئے ساتھ ساتھ جدید ترین ذرائع کو بھی استعمال میں لایا جائے۔ وقتی اور عارضی مصلحتوں کا خیال رکھا جائے تنگ نظری کا مظاہرہ نہ کیا جائے بالغ نظری سے کام لیتے ہوئے اجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جائے اور لوگوں کے مسائل کا حل پیش کر کے جمود کو توڑا جائے تاکہ دینی تعلیمات کی عملیت پر اعتماد بحال ہو ورنہ معاندین پروپیگنڈہ کرتے رہیں گے کہ اسلامی تعلیمات دور حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں لہٰذا اس دور میں ان سے استفادہ

Marfat.com

نہیں کیا جا سکتا اس ضمن میں کبھی رجعت پسند قوتوں سے نہیں ڈرنا چاہئے اور مباحات کے درجے میں نئے نئے انداز اپنانے چاہئیں اصل چیز نیک نیتی' خدا ترسی اور خلوص ہے انسان فرمانبرداری کا رویہ اختیار کرلے تو اللہ اس کی چھوٹی موٹی لغزش معاف کر دیتا ہے بعض علماء کا خیال ہے کہ وقتی مصالح کے تحت بعض مکروہات اگر مباحات کے درجے میں آ جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ جمود اور تعطل کو توڑ کر تحرک پیدا کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

شروع شروع میں کام خاموشی' سادگی اور آہستگی سے کرنا چاہئے جس میں نمودو نمائش' ریا' تکبر اور غرور کا شائبہ تک نہ ہو۔ ذاتی پروپیگنڈہ سے پرہیز کیا جائے' صرف رضائے الٰہی مقصود ہو کیونکہ جیسے جیسے شہرت میں اضافہ ہوتا ہے آفتیں اور مشکلات بھی بڑھتی ہیں شیطان کا شدید ترین حملہ بھی اسی بات سے ہوتا ہے کیونکہ بزرگوں نے شہرت کو آفت قرار دیا ہے نام کی خاطر انسان کیا کچھ نہیں کرتا مشہوری اور ناموری کے لئے لوگ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتے حتی کہ ان کے نزدیک بدنامی مول لے لینا بھی کوئی بڑی بات نہیں۔

ع بدنام ہوں گے اگر تو کیا نام نہ ہو گا

چونکہ داعی اور دعوت لازم و ملزوم ہیں دعوت کو عروج ملے گا تو لازماً" داعی بھی مشہور ہو گا ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا ایک سٹیج پر جا کر شہرت تو ضرور ملے گی لیکن دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ داعی کی نیت کیا ہے اور نیت کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے اگر وہ ذاتی تشہیر کا طالب ہو گا تو قیامت کے دن سوائے رسوائی کے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس کے برعکس مقصود رضائے الٰہی ہو تو ایسی ذاتی شہرت جس سے دعوت کو فروغ ملے مطلوب و مندوب ہو گی لہٰذا اس کے حصول کے جائز ذرائع کا استعمال بھی ممنوع نہیں ہو گا بس نفسانیت کی تسکین کے سامان کا سدباب کر لینا چاہئے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ نفسانیت کا کس حد تک غلبہ ہے اتنا ہی کافی ہے کہ آدمی ذرا ذرا سی بات پر کہیں مشتعل تو نہیں ہو جاتا عجلت اور تیز رفتاری کبھی مفید ثابت نہیں ہوتی ہر کام بتدریج اور منظم طریقے سے کرنا چاہئے۔ ایک ایک قدم پھونک کر رکھا جائے ورنہ بعض اوقات ذرا سی چوک کئے کرائے پر پانی پھیر دیتی ہے ساری منصوبہ بندی بڑے سوچ بچار کے بعد کی جائے اور ہر موڑ پر اپنی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے سطحیت پسندی :

Marfat.com

ایک بہت بڑی کمزوری ہے انسان فوری نتائج کا خواہاں ہوتا ہے اور مختصر راستے (Cut Short) کی تلاش میں رہتا ہے۔ دور رس نتائج پر توجہ مرکوز کرنی چاہئے کیونکہ نگرانی اور حفاظت کی زحمت اٹھائے بغیر صرف بیج پھینک دینے سے مرادوں کی فصل نہیں کاٹی جا سکتی۔ کیونکہ داعی اور دعوت کا رشتہ کھیت اور کھیتی کا ہوتا ہے۔

5- ذاتی روابط

رابطوں کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں لیکن ذاتی رابطہ موثر ترین ثابت ہوا ہے بہت سی غلط فہمیاں دوری کا باعث بنتی ہیں شخصی رابطہ ذہنی بعد کو قرب میں بدل دیتا ہے ذہن میں لگی ہوئی گرہیں کھلتی ہیں بدگمانیاں دور ہوتی ہیں اور افہام و تفہیم کی نئی راہیں کھلتی ہیں حسن اخلاق سے دل پگھلنے لگتے ہیں ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھئے دوسروں میں سچی دلچسپی لیجئے دکھ درد میں شرکت کیجئے جب قریب آ جائیں تو بات سمجھانا آسان ہو جائے گا یاد رکھئے خندہ پیشانی اور مسکراہٹ جادو کا اثر رکھتی ہے ایک خوش مزاج شخص کو کسی محفل میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا شخصیت مقناطیسی ہو تو دوسرے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ لوگ آپ کے خیر خواہ ہوں یا بدخواہ' ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھیئے رابطے کام کر دکھاتے ہیں دھیرے دھیرے نکتہ نظر تبدیل ہونے لگتا ہے اور وہ لوگ جو پہلے غیر محتاط گفتگو کیا کرتے تھے محتاط ہو جاتے ہیں ان کے لئے کھل کر مخالفت کرنا ممکن نہیں رہتا۔

غیر مسلموں کو خصوصی طور پر یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اسلام صرف مسلمانوں کی میراث نہیں بلکہ پوری انسانیت کا دین اور متاع گرانمایہ ہے یہ دین فطرت ہے اور فطرت کے اصول کسی انسان کے بنائے ہوئے نہیں لہٰذا تعصبات سے پاک ہیں کائنات کا نظام اللہ کے بنائے ہوئے انہی آفاقی اصولوں پر چل رہا ہے سائنس دان اور علوم کے ماہرین فطری اصول وضع نہیں کرتے بلکہ انہیں صرف دریافت کرتے ہیں یہ مغالطہ دور ہو جانا چاہئے۔ لاشعوری طور پر کائنات کی ہر چیز اپنے خالق کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے حتی کہ خود ہم زندگی کے بیشتر معاملات میں نظام قدرت کے سامنے بے بس ہیں اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے مثلاً کوئی سدا جوان نہیں رہ سکتا یا موت سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا اس لئے عقلمندی کا تقاضا ہے کہ شعوری

Marfat.com

طور پر انسان اپنے خالق کے سامنے جھک جائے اپنے ارادہ و اختیار سے دستبردار ہونے کا نام ہی اسلام ہے۔

ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں

اللہ نے جو تجویز کر دیا قبول کر لے چوں چرا نہ کرے اس مقصد کے لئے اگرچہ لٹریچر کی تقسیم بھی فائدہ سے خالی نہیں لیکن ذاتی روابط زیادہ مفید اور گہرے اثرات کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ بتایا جائے کہ دنیا میں امن و سلامتی کا واحد ذریعہ اسلامی نظام کا نفاذ ہے دنیا کے بگڑے ہوئے نظام کی اصلاح چاہتے ہو تو طبعی قوانین کی طرح اسلام کے اخلاقی' سماجی' سیاسی اور معاشی ضابطوں پر بھی عملدر آمد کرو اسی میں فلاح اور نجات ہے۔ مسلمانوں کی بے عملی کی طرف نہ دیکھو۔ کسی کی ضد میں آکر حق کو قبول نہ کرنا : کہاں کی دانشمندی ہے حکمت و دانائی کسی کی میراث نہیں جہاں سے میسر آئے لے لینی چاہئے۔ عقلمند لوگ یہ نہیں دیکھا کرتے کون کہہ رہا ہے بلکہ اس بات پر توجہ دیتے ہیں کہ کیا کہہ رہا ہے۔ تعصبات سے بالاتر ہو کر سوچنا چاہئے۔

6- متفرقات

دین کے وقار کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے دعوت کے ضمن میں ایسا انداز نہ اپنایا جائے جس سے دعوت کی توہین اور بے قدری ہو عام طور پر داعی جوش دعوت میں اس بات کا خیال نہیں رکھتے بے جا اور بے موقعہ بات کر کے استہزاء کا باعث بنتے ہیں۔ عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کرنے کے بھی کچھ مواقع ہوتے ہیں ورنہ لوگ کمتر نگاہوں سے دیکھیں گے نفرت اور حقارت کے جذبات پیدا ہوں گے اس طرح دعوت کے راستے بند ہو جائیں گے۔ دعوت کو بے توقیری سے بچائیں مخالفت اور بے رخی کا سامنا کرتے ہوئے ان کی ہدایت کی دعا کر کے الگ ہو جائیں ورنہ مزید رسوائی کا سامان ہو گا۔ صبر کا دامن نہ چھوٹنے پائے' مایوسی کو قریب سے نہ گزرنے دیں' ناراضگی اور غصے کا ماحول پیدا ہو جائے تب بھی منہ سے نازیبا کلمات نہ نکلنے پائیں۔ اور بات موقع کی مناسبت سے کی جائے ورنہ اثر کھو دے گی۔

طے شدہ پروگرام کے بغیر اچانک کہیں دعوت دینے کا ماحول اور موقعہ میسر آ جائے تو جس شخص کو متوجہ کرنا مقصود ہو اسے ظاہری اعتبار سے سابقہ حالت پر نہ

Marfat.com

رہنے دیں بات شروع کرنے سے پیشتر اگر وہ بیٹھا ہو تو پیار سے اٹھا لیا جائے کھڑا ہو تو ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ چلا لیا جائے اس طرح بات سننے اور کچھ سمجھنے پر آمادگی پیدا ہوتی ہے دوسروں کے ساتھ دلسوزی' ہمدردی' خیر خواہی' چاہت اور محبت کا مظاہرہ کیا جائے' کسی کی عزت نفس کو ٹھیس نہ پہنچائی جائے۔

دعوت کی کامیابی کا دارومدار اپنے پیغام کی حقانیت پر غیر متزلزل یقین پر ہوتا ہے لہٰذا اس ضمن میں کسی دنیا دار کی وجاہت اور مرتبہ سے مرعوبیت کا احساس پیدا نہ ہونے دیا جائے بلکہ بڑے دھڑلے اور اعتماد کے ساتھ اپنی دعوت پیش کی جائے۔ اسلامی آداب کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ اپنی وضع قطع اور تشخص کسی صورت میں نہ چھوڑا جائے ایک بار تشخص مجروح ہو جائے تو پھر کہیں پاؤں نہیں لگتے۔ یقین اس قدر پختہ ہو کہ اصولوں پر سمجھوتہ کرنے کا کبھی خیال تک نہ آئے۔ کوئی لالچ' ترغیب اور دباؤ راہ راست سے نہ ہٹا سکے۔ داعی اپنے ہی اصولوں سے انحراف کرنے لگ جائے تو دعوت ایک بے جان ڈھانچہ کے سوا کچھ نہیں رہتی موقعہ کی مناسبت سے انداز میں جدت کشش اور رغبت کا باعث بنتی ہے۔

امت مسلمہ کی خصوصیات میں اس کی داعیانہ حیثیت بہت نمایاں ہے دعوت کے ذریعے بے یقینوں کو یقین دلانا' سوئے ہوؤں کو جگانا' غافلوں کو خبردار کرنا' سستی کے مارے ہوؤں کو متحرک کرنا' بے خوفوں کو ڈرانا اور بگڑے ہوؤں کو سنوارنا ہے یہ کام بڑا صبر آزما ہے۔ اکتاہٹ' تھکاوٹ' بیزاری و پریشانی کو کبھی قریب نہ پھٹکنے دیں کبھی جارحانہ انداز اختیار نہ کیا جائے آپ اقلیت میں ہیں یا کمزور ہیں تو ابتدائی دور میں مظلومیت سے بڑھ کر اور کوئی قوت نہیں ہو سکتی حق کی خاطر ظلم و ستم سہتے ہوئے دیکھ کر انصاف پسند لوگوں کی ہمدردیاں آپ کے شامل حال ہو جاتی ہیں آہستہ آہستہ جبر کا ماحول ختم ہوتا ہے اور وہ لوگ آپ کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ یہاں اس امر کی وضاحت نہایت ضروری ہے کہ ظالموں کے ظلم کو اپنا مقدر سمجھ کر قبول کر لینا بالکل دوسری قسم کی نفسیات ہے جس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہم نے ابتدائی دور میں کمزوری کی حالت کی بات کی ہے اصل میں معاشرے سے ظلم و ستم کے خاتمے اور عدل و انصاف کے قیام کے لئے جدوجہد کرنا ہے طاغوتی' باطل اور استحصالی نظام کو

Marfat.com

جڑوں سے اکھاڑ پھینکنا ہے اسی کا نام تو انقلاب ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تیرہ سالہ مکی دور میں مسلمانوں نے مظلومیت کی زندگی بسر کی انہیں تلوار اٹھانے کی اجازت نہ تھی۔ یہ بہت اہم بات ہے اور بہت کم لوگ اس طرف توجہ دیتے ہیں۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ لگن اور دھن کے بغیر کوئی معرکہ سر نہیں کیا جا سکتا۔ جان و مال اور آرام و وقت کا ایثار درکار ہوتا ہے دعوت دین کا کام توفیق ایزدی کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا قدم قدم پر دعا کا سہارا لینا چاہئے بھروسہ دوڑ دھوپ پر نہیں اللہ کی نصرت پر ہو' دعوت بار بار دی جائے حسب موقعہ تحائف دیئے جائیں دعوت میں درد و سوز' تڑپ اور اخلاص ہو آپ کا مخاطب بھلا کب تک انکار کرتا رہے گا ایک نہ ایک دن دل ضرور مائل ہو ہی جائے گا کیونکہ استقامت سب سے بڑی کرامت ہے۔ تسلسل کے ساتھ پانی کے قطرات کسی سخت ترین جگہ پر بھی گرتے رہیں تو کچھ دنوں بعد وہاں نشان پڑ جائے گا حتی کہ ایک دن آپ وہاں سوراخ بھی دیکھ لیں گے۔ دھن کا پکا شخص اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو کر رہتا ہے بس بے مقصد بحثوں میں الجھے بغیر اپنے کام میں مگن رہنا چاہئے دنیا والے کیا کہتے ہیں اس کی پرواہ نہ کی جائے لیکن لگن کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ دوسروں کو تنگ کریں لٹھ لے کے پیچھے پڑ جائیں۔ تنگ آ کر دوسرے ضد پر اتر آئیں یا چڑنا شروع کر دیں صاف ظاہر ہے لگن اور تڑپ آپ کو ہو گی دوسرے کو اس سے کیا غرض وہ تو اپنی سہولت' کام اور آرام سے دلچسپی رکھتا ہے آپ کی گفتگو کو مداخلت بے جا تصور کرے گا کیونکہ اس کے وقت کا حرج ہوتا ہے داعی کی غیر حکیمانہ حرکات کے باعث ایسی صورتحال میں انکار و طغیان کا وبال بھی پڑ سکتا ہے۔ اگر اپ اپنے مخاطب کو اس کے ماحول سے نکال کر اپنے ماحول میں لے آئیں تو سمجھ لیں آدھا میدان مار لیا کیونکہ پاکیزہ ماحول کے اپنے اثرات ہوتے ہیں فرشتوں کی موجودگی اثر آفرینی میں اضافہ کرتی ہے۔ اس طرح سابقہ منفی اثرات زائل ہونے لگتے ہیں اور نیا رنگ چڑھنے لگتا ہے۔

دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں طریق کار کی کوئی خاص شکل معین نہیں کی گئی لہٰذا افراط و تفریط سے پرہیز کرنا چاہئے مختلف جائز صورتوں میں سے حسب موقعہ کسی بھی صورت کو اپنایا جا سکتا ہے اپنے مخصوص طریق کار پر اصرار کر کے دوسروں کے کام کی

Marfat.com

نفی نہیں کرنی چاہئے۔ اسلام نے چند بنیادی اصول وضع کئے ہیں ہر کوئی اپنے حالات اور تجربات کی روشنی میں استفادہ کرتا ہے۔

دعوت و تبلیغ کی چند عملی مثالیں

عملی اور اخلاقی کشش کے بغیر کلام موثر ثابت نہیں ہوتا۔ خوش بیانی کی نسبت خوش اخلاقی اور خوش عملی زیادہ کارگر ثابت ہوتی ہے داعی کی شیریں بیانی خوش اخلاقی اور تحمل مزاجی شدید ترین مخالف کا دل بھی اپنی طرف کھینچتی ہے سرور کونین ﷺ کا یہی طرز عمل کفار اور مشرکین کو کشاں کشاں دائرہ اسلام میں لے آیا۔ دعوت و تبلیغ کے میدان میں نرم گفتاری کی اہمیت سے کوئی داعی اور مبلغ بے خبر نہیں رہ سکتا قرآن مجید میں آنحضور ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا۔

لو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک (ال عمران : 159)

"اے نبیؐ! اگر آپ درشت مزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے اردگرد سے چھٹ جاتے۔"

اس سلسلہ میں چند عملی مثالوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

داعی اعظمؐ کی زندگی

1 - عکرمہ فتح مکہ کے بعد فرار ہو گیا اس کی بیوی نے آنحضور ﷺ سے اس کے لئے معافی طلب کی وہ واپس مکہ آنے سے ڈر رہا تھا کہ شاید یہ کوئی چال نہ ہو بہرحال بیوی کی یقین دہانی پر آگیا وہ جس وقت مسجد نبویؐ میں داخل ہوا حضور ﷺ اسے دیکھ کر اس قدر تیزی کے ساتھ اٹھے کہ چادر مبارک نیچے گر گئی اور آپؐ نے آگے بڑھ کر عکرمہ کو گلے لگا لیا وہ تو اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا تھا کہ کہیں کسی سازش کا شکار نہ ہو جائے یہ حسن اخلاق دیکھ کر اس کی چیخیں نکل گئیں اور قدموں میں ڈھیر ہو گیا۔

2 - ایک نوجوان حاضر خدمت ہوتا ہے کہ آقا! اور سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں زنا

Marfat.com

ترک نہیں کر سکتا اجازت فرمایئے اس کی اس گستاخانہ جسارت پر مشتعل ہو کر ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی بجائے آپ اسے قریب بلا کر پوچھتے ہیں کیا ماں سے زنا کرو گے۔ اس نے کہا کیا کوئی اپنی ماں سے بھی زنا کر سکتا ہے آپؐ نے فرمایا قوم کی مائیں آپ کی مائیں ہیں پھر آپ نے پوچھا کیا بہن سے بدکاری کا ارادہ ہے اس نے کہا کیا کوئی بہن سے بھی بدکاری کر سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا قوم کی بہنیں آپ کی بھی بہنیں ہیں علی ہذا القیاس تھوڑی دیر بعد بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا۔

3 - ہندہ زوجہ ابوسفیان رسول اکرم ﷺ کی پرانی دشمن تھی اور اتنی سفاک کہ جنگ احد میں سیدالشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ نکال کر چبا گئی اور آپ کی ناک اور کان کاٹ کر گلے کا ہار بنایا۔ فتح مکہ کے دن بھیس بدل کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر گستاخی سے پیش آئی لیکن آپ کے حسن اخلاق نے اس قدر متاثر کیا کہ بے اختیار بول اٹھی کہ اس سے قبل روئے زمین پر آپ کے گھرانے سے زیادہ کوئی ناپسندیدہ گھرانہ نہ تھا لیکن آج آپ کے گھرانے سے بڑھ کر کوئی اور محبوب نہیں۔

4 - فتح مکہ کے بعد کفار کی کمر ہمت ٹوٹ گئی سرداران مکہ میں سے اکثر کا قبول اسلام بخوشی نہ تھا ان میں ایک صفوان بن امیہ بھی تھا سرکار دو عالمؐ نے اسے تین سو اونٹ عنایت فرمائے اس کا بیان ہے کہ آپؐ نے مجھے اتنا عطا کیا کہ شان فیاضی دیکھ کر میرے دل کا بغض ختم ہو گیا اور آپ میرے نزدیک محبوب ترین شخصیت بن گئے۔

5 - آپؐ ایک یہودی عالم کے مقروض تھے ایک دن اس نے قرض کی واپس کا تقاضا کیا آپؐ نے فرمایا اس وقت میرے پاس رقم نہیں وہ بضد ہوا اور آپؐ کو ایک دن تک روکے رکھا صحابہ کرامؓ اس گستاخی پر برہم ہوئے آپؐ نے انہیں ردعمل سے منع کیا اور فرمایا "مجھے اللہ نے کسی شخص پر ظلم کرنے سے منع کیا ہے" دن چڑھنے پر یہودی مسلمان ہو گیا اور نصف مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا کہنے لگا میں نے یہ جسارت صرف آزمانے کے لئے کی تھی کیونکہ تورات میں

Marfat.com

نبی آخرالزمانؐ کے جو اوصاف درج ہیں میں ان کا ذاتی تجربہ کرنا چاہتا تھا۔

6 - ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ بکریاں مانگیں آپؐ نے ایک بہت بڑا ریوڑ عطا کر دیا وہ آپؐ کی فیاضی سے اس قدر متاثر ہوا کہ واپس جا کر قبیلہ والوں کو اکٹھا کر کے کہا "مسلمان ہو جاؤ محمد ﷺ اس قدر عطا کرتے ہیں کہ مفلسی کا خدشہ باقی نہیں رہتا۔

7 - کسی یہودی کا ایک بچہ آپؐ کی خدمت کیا کرتا تھا بیمار ہو کر قریب المرگ تھا آپ خود چل کر اس کے گھر گئے تیمارداری کی اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس نے اجازت کے لئے باپ کی طرف دیکھا یہودی آپؐ کے حسن سلوک سے اس قدر متاثر ہو گیا کہ بیٹے سے کہنے لگا دیکھتے کیا ہو؟ ایسے مہربان شخص پر فوراً" ایمان لے آؤ۔

8 - ایک دفعہ آپؐ نماز پڑھانے کے لئے مصلے پر کھڑے ہوئے ایک اعرابی کی آواز آئی اور اس نے آپؐ کو پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا آپ نے پہلے اس کی حاجت پوری کی پھر نماز پڑھائی۔

9 - ایک بدو آیا اور صحن مسجد میں پیشاب کر دیا صحابہ مارنے کے لئے دوڑے آپؐ نے منع فرما دیا کہ اس نے ایسا لاعلمی کے باعث کیا تمہارا طرز عمل جاہلانہ نہیں ہونا چاہئے۔

10 - ایک کافر آپؐ کا مہمان ہوا بیمار تھا رات بستر پر گندگی پھیلا کر صبح سویرے چلا گیا تلوار وہیں رہ گئی واپس آیا تو کیا دیکھتا ہے آقائے دو جہاں اپنے ہاتھوں سے بستر دھو رہے ہیں سخت شرمندہ ہوا آپؐ نے اسے ایک لفظ تک نہ کہا۔

11 - حضرت معاویہ بن سکمؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی کی چھینک پر یرحمکم اللہ کہہ دیا۔ دیگر صحابہ کرامؓ انہیں گھورنے لگے کہ دوران نماز یہ کیا کر دیا لیکن نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو تو منع کیا لیکن حضرت معاویہؓ کو ڈانٹا تک نہیں بلکہ پیار سے بتلایا کہ نماز اللہ کی بڑائی کے لئے قائم کی جاتی ہے اس میں بات چیت کرنا منع ہے۔

Marfat.com

رسول اکرمؐ کا دلپذیر انداز

رسول اللہ ﷺ اکثر اپنے گردوپیش میں موجود روزمرہ کی معمولی مثالوں کے ذریعے بھی اسلامی تعلیمات ذہن نشین کروایا کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں ایک بار سفر جہاد کے دوران ایک بستی پر ہمارا گزر ہوا : آنحضرت ﷺ نے اہل بستی سے پوچھا تم لوگ کون ہو انہوں نے عرض کیا ہم مسلمان ہیں وہاں ایک عورت کھانا پکا رہی تھی وہ بار بار اپنے بچے کو آگ سے دور ہٹاتی وہ آپ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا کیا آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا کیا خدا سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اس نے کہا کیا اللہ اس سے کہیں بڑھ کر مہربان ہے جتنا ماں اپنے بچے پر ہوتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ اس سے بھی بڑھ کر مہربان ہے عورت نے کہا ماں تو کبھی اپنے بچوں کو آگ میں پھینکنا گوارا نہیں کرتی۔ رحمت دو عالم نے سر جھکا لیا اور پھر یقین بھری آواز میں ارشاد فرمایا اللہ ہرگز کسی کو عذاب میں نہیں ڈالے گا سوائے ان لوگوں کے جو سرکشی اور تکبر میں اللہ کا انکار ہی کر دیں۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا "میری اور اس شخص کی مثال بالکل ایسے ہے جیسے کسی کے پاس ایک اونٹنی تھی جو رسی تڑوا کر بھاگ کھڑی ہوئی لوگوں نے اسے زبردستی پکڑنا چاہا وہ اور بھی سرکش ہو گئی اور قابو میں نہ آئی اس کا مالک آگے بڑھا اور : کہا پیچھے ہٹ جاؤ میں اسے پکڑنے کی ترکیب خوب اچھی طرح جانتا ہوں وہ سامنے کی جانب سے ہاتھ میں کچھ گھاس لئے آگے بڑھا اونٹنی کو پیار سے چمکارا وہ قریب آئی گھاس منہ میں لے کر بیٹھ گئی اس نے اونٹنی پر کجاوہ باندھا اور سوار ہو کر اطمینان سے رخصت ہو گیا۔

محسن انسانیت ﷺ دعوت کے وقت اس بات کا ضرور لحاظ رکھا کرتے تھے کہ مخاطب میں نفرت اور بیزاری کے جذبات پیدا نہ ہوں بلکہ وہ دعوت کو اپنی چیز سمجھ کر قبول کرے ایک بار کسی نے پوچھا قربانی کیا ہے آپ ﷺ نے یہ جواب نہیں :

Marfat.com

دیا کہ یہ اللہ کا حکم ہے کیونکہ بعض طبائع پر احکامات گراں گزرتے ہیں خواہ اللہ کی جانب سے ہی کیوں نہ ہوں حضورﷺ کا جواب نہایت حکیمانہ تھا باپ دادا کے طریق کار پر عمل کرنے میں ایک نفسیاتی رغبت پائی جاتی ہے اس لئے آباؤ اجداد کے حوالے سے جواب ارشاد فرمایا۔ کہ تمہارے آباؤ اجداد کا طریقہ ہے۔

فضالہ کی بد اندیشی

فتح مکہ کے دوسرے دن نبی رحمتﷺ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ آپؐ کی محویت کا عالم کا دیکھ کر فضالہ ابن عمیر کے دل میں آقائے دو جہاںﷺ کا کام تمام کرنے کا خیال پیدا ہوا وہ برے ارادے سے حضورﷺ کی جانب بڑھا جب قریب ہوا تو آنحضرتﷺ اس کی جانب متوجہ ہوئے اور پوچھا "کیا فضالہ آ رہا ہے" اس نے کہا جی ہاں میں فضالہ ہوں حضورﷺ نے پوچھا بتاؤ کس ارادے سے آئے ہو اس نے کہا کوئی خاص ارادہ نہیں بس اللہ اللہ کر رہا ہوں آپﷺ اس کا جواب سن کر مسکرائے اور فرمایا تم تو کسی اور ہی ارادے سے آئے تھے وہ ذرا چونکا آپﷺ نے محبت و شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ فضالہ اپنے رب سے معافی مانگو اور آپﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اس کے سینے کے اوپر رکھ دیا۔

فضالہ کا کہنا ہے کہ حضورﷺ کے ہاتھ نے میرے اندر سکون اور سرور کی ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی۔ میں جس شخص کی جان لینے آیا تھا اب دنیا میں اس سے زیادہ محبوب کوئی اور نہ تھا۔ میں تھوڑی دیر ٹکٹکی باندھے انہیں دیکھتا رہا جس سے میری روح کو مزید تازگی اور فرحت ملی۔

سراقہ کا تعاقب

سفر ہجرت میں سو اونٹوں کے لالچ میں سراقہ بن جشم حضورﷺ کا تعاقب کرتے کرتے قریب پہنچ گیا جب آقاﷺ کی نظر اس پر پڑی تو دعا کی یا اللہ ہمیں اس کے شر سے محفوظ فرما ادھر آپﷺ نے دعا کی ادھر سراقہ کے

Marfat.com

گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور وہ نیچے گر گیا وہ سمجھ گیا کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی خصوصی حفاظت کا بندوبست کیا ہوا ہے اس نے معذرت کرتے ہوئے آپ ﷺ سے جان کی امان طلب کی آپؐ نے معاف فرما دیا۔ اس نے وعدہ کیا کہ تعاقب میں آنے والے ہر شخص کو واپس کر دوں گا جب وہ پلٹنے لگا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا رکو! سراقہ اس وقت تمہاری شان کا عالم کیا ہو گا جب بادشاہ کسری کے کنگن تمہارے ہاتھ میں پہنائے جائیں گے۔ کچھ عرصے بعد سراقہ حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ایران فتح ہوا اور کسری کے زیورات اور نوادرات آپ کو پیش کیے گئے تو آپ نے سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر سونے کی کنگن انہیں پہنا دیئے۔

Marfat.com

حضرت ہندہؓ پر حضور ﷺ کی مہربانی

جب حضور ﷺ کے ہاتھ پر مکہ کے لوگوں نے اسلام کی بیعت کرنی شروع کی' مردوں کے بعد عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں' ان عورتوں میں ابوسفیانؓ کی بیوی ہندہؓ بھی آئیں۔ حضور ﷺ نے دوسری باتوں کے ساتھ جب ان سے اس بات کا عہد لیا کہ آئندہ تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا تو ہندہؓ بولیں۔

حضور ﷺ! ہم نے جس اولاد کو پالا پوسا' آپ نے اسے بدر کے میدان میں قتل کر دیا پس آپ جانیں اور وہ جانیں ہندہؓ عورت تھیں' اپنی فطرت کے مطابق انہوں نے حضور ﷺ کو بدر کے معرکہ کا طعنہ دیا۔ حضرت عمرؓ اس وقت موجود تھے وہ ہنس پڑے پھر آپ ﷺ نے ہندہؓ سے عہد لیا کہ کسی پر بہتان نہ باندھنا' تو ہندہؓ بولیں۔

وما تامرنا الابا الرشد و مکارم الاخلاق۔

خدا کی قسم! آپ ﷺ ہمیں بھلائی اور بلند اخلاق کی تعلیم دے رہے ہیں۔

ہندہؓ نے حاضری کے وقت شرمندگی کے باعث اپنے چہرہ پر نقاب ڈال رکھا تھا کیونکہ ہندہ وہ سفاک خاتون تھی جس نے آپ ﷺ کے پیارے چچا کو قتل کرایا اور پھر سینہ چاک کر کے ان کا کلیجہ چبایا تھا لیکن رحمت عالم ﷺ نے ان کے اس سنگین جرم کو نظرانداز کر کے ان پر عفو و کرم فرمایا اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔

امام بخاریؒ نے بیعت کے بعد حضرت ہندہؓ کی جو گفتگو نقل کی ہے وہ یہ ہے۔

ماکان علی ظھر الارض من اھل خباء احب الی ان یدلوا من اھل خباء ک ثم مااصبح الیوم علی ظھر الارض اھل خباء الی ان یعزوا من اھل خباء کـ قال ایضا والذی نفسی یدہ۔

یعنی روئے زمین کے تمام خیمہ والوں میں (تمام کنبہ والوں میں) آپ کے کنبہ والے تھے جن سے مجھے سب سے زیادہ بغض تھا اور میری یہ تمنا رہا کرتی تھی کہ وہ رسوا ہوں۔ اب یہ جذبہ بدل گیا اب روئے زمین کے تمام خاندانوں میں سب سے زیادہ عزیز خاندان جس کے متعلق میری تمنا یہ

(بخاری شریف ص 539)

Marfat.com

ہے کہ ان کی عزت ہو اور ان کی عظمت بڑھے وہ آپ ﷺ کا خاندان ہے۔

حضرت ہندہؓ کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا۔

وایضا والذی نفسی بیدہ الخ

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہی کیفیت ادھر بھی ہے۔

فتح مکہ کے موقعہ پر مہاجرین کا اپنے مکان واپس نہ لینا

صحابہ کرامؓ ہجرت کے وقت اپنے مکانات' دکانیں' زمین اور دوسری املاک مکہ میں چھوڑ کر گئے تھے اور ان پر مکہ والوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اب بعض صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کے سامنے یہ سوال رکھا کہ ہماری املاک مکہ والوں سے واپس دلائی جائیں۔

رسول رحمت ﷺ نے ایک صحابی ابو احد رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان کے کان میں چپکے سے کچھ کہا انہوں نے اپنے مکان کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا جسے ابوسفیانؓ نے چار سو دینار میں فروخت کر دیا تھا۔ ابو احد رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی بات سن کر خاموش ہو گئے لوگوں نے ابو احد رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ حضور ﷺ نے کیا فرمایا' انہوں نے جواب دیا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا۔

"ابو احد' اگر تم صبر کرو تو اچھا ہو' خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں مکان عطا فرمائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور ﷺ! میں صبر کروں گا۔"

پھر آپ ﷺ نے دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی یہ فرمایا۔ جو مال خدا کی راہ میں جا چکا ہے میں اس کی واپسی کو پسند نہیں کرتا۔ یہ سنتے ہی صحابہ کرامؓ خاموش ہو گئے۔

وہ مکان جس میں حضور اکرم ﷺ کی پیدائش ہوئی تھی اور جس مکان میں حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آپؐ کی شادی ہوئی تھی آپ نے اپنے اس ذاتی مکان کا تذکرہ تک بھی مناسب نہیں سمجھا۔

Marfat.com

صفوان ابن امیہ پر شفقت

اسلام کے بدترین دشمنوں میں صفوان کا نام بھی نمایاں حیثیت رکھتا ہے یہ آخر وقت تک مسلمانوں سے لڑتے رہے اور جب مکہ پر اسلام کی فتح کا جھنڈا نصب ہو گیا تو یہ مکہ سے بھاگ گئے۔

ان کی بیوی "بغوم بنت معدل" نے شوہر کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور وہ مسلمان ہو گئیں۔ صفوان اپنے غلام یسار کے ساتھ مکہ سے نکل کر ایک پہاڑ کی گھاٹی میں چھپ گئے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ امن و امان قائم ہونے کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! ہماری قوم کے سردار صفوان آپ کی کامیابی کو دیکھ کر مکہ سے بھاگ گئے ہیں اور سمندر میں ڈوب کر خودکشی کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں خطرہ ہے کہ آپ انہیں معاف نہیں کریں گے اور قتل کر دیں گے۔

فامنہ فداک ابی و امی۔ پس میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ انہیں امان دے دیجئے۔

سرور عالم ﷺ نے بلا تامل فرمایا۔

قد امنتہ۔ میں نے اسے امن دے دیا۔

حضور ﷺ سے امن حاصل کر کے عمیر رضی اللہ عنہ صفوان کی تلاش میں نکلے اور ایک گھاٹی میں صفوان کو پا لیا۔

صفوان نے دور سے عمیر رضی اللہ عنہ کو آتا دیکھ کر اپنے غلام یسار سے کہا۔

ویحک! انظر من تری؟ تجھ پر افسوس! دیکھ تو یہ کون آ رہا ہے؟

صفوان کی گھبراہٹ کو دیکھ کر غلام بولا' یہ تو عمیر رضی اللہ عنہ ابن وہب آ رہے ہیں جو تمہارے قبیلے کے آدمی ہیں۔ صفوان نے کہا۔

عمیر رضی اللہ عنہ کو تجھ سے کیا واسطہ؟ یہ تو مجھے قتل کرنے آ رہے ہیں' محمد ﷺ مکہ پر

Marfat.com

پورا قبضہ کر چکے ہیں' اور یہ ان کے ساتھ ہیں۔

عمیر رضی اللہ عنہ جب قریب پہنچے تو صفوان نے مایوس ہو کر کہا۔

عمیر رضی اللہ عنہ! تم میرے ساتھ اتنا کچھ تو کر چکے۔ بال بچے چھوٹے' گھر بار چھوٹا' اب تم مجھے قتل کرنے آئے ہو۔

اپنے سردار کی مایوسی اور گھبراہٹ کو دور کرتے ہوئے عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

"میرے سردار! میں تجھ پر قربان۔"

جئتک من ابر الناس و اوصل الناس۔

میں اس کی طرف سے آیا ہوں جو سب سے بڑھ کر نیک اور سب لوگوں سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والی ہستی ہے۔

صفوان کو اطمینان نہ ہوا کیونکہ ان کی ساری زندگی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو تکلیفیں پہنچانے میں گزری تھی۔

صفوان نے اطمینان حاصل کرنے کے لئے کہا۔

عمیر رضی اللہ عنہ! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امن دینے کی کوئی سند لے کر آؤ تاکہ میں مطمئن ہو سکوں۔ مجھے اطمینان حاصل نہیں ہو رہا۔

عمیر رضی اللہ عنہ واپس آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صفوان کا خوف و ہراس اور بے اطمینانی کی کیفیت پیش کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بھی اپنے عفو و کرم کا مظاہرہ فرمایا اور فوراً عمامہ عطا فرما دیا۔

یہ عمامہ دراصل وہ یمنی چادر تھی جو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن اپنے سر سے لپیٹے ہوئے تھے۔ اور یہ چادر صفوان کے سامنے پیش کر کے کہا۔

یا ابا وھب! جئتک من عند خیر الناس و اوصل الناس و ابرالناس واحلم الناس مجدہ مجدک وعزہ عزک وملکہ ملک' ابن امک وابیک واذکرک اللہ فی نفسک۔

اے ابو وہب! میں اس ذات اقدس کی طرف سے آیا ہوں جو سب سے بہتر ہے' سب سے زیادہ بخشش کرنے والا ہے۔ سب سے زیادہ نیک سب سے زیادہ بردبار ہے۔ اس کا عروج

Marfat.com

تمہارا عروج اس کی عزت تمہاری عزت ہے' اس کا اقتدار تمہارا اقتدار ہے۔

وہ دودھیال اور ننھیال سے تمہارا عزیز ہے اور تمہارے دل میں خدا کی یاد پیدا کرنا چاہتا ہے۔

صفوان پر پھر قتل کی دہشت سوار ہوئی۔ اور بولا اخاف ان اقتل۔ مجھے اپنے قتل کا اندیشہ ہے۔

اور پھر ساتھ ہی چادر پاک دیکھ کر کہا۔

نعم ھو' ھو ــــــ یہ وہی چادر ہے' وہی چادر ہے۔

صفوان نے رسول پاک ﷺ کے سراقدس پر اسے دیکھا تھا۔ جب آپ فاتحانہ جلال کے ساتھ مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔

عمیر رضی اللہ عنہ نے پھر اطمینان دلایا اور صفوان ان کے ساتھ مکہ آ گئے۔

صفوان اور عمیر رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ مسلمانوں کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔

صفوان نے نماز کو دیکھ کر پوچھا۔

کم یصلون فی الیوم واللیلة	رات دن میں کتنی نمازیں ہیں؟
قال خمس صلوات قال .	عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پانچ' صفوان بولا' کیا
یصلی بھم محمد؟ قال نعم!	رسول اللہ ﷺ بھی مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں؟ عمیر ﷺ نے کہا' ہاں۔

صفوان کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کا صرف مسلمانوں کو حکم دیتے ہیں یا خود بھی اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ محمد ﷺ جو حکم دوسروں کو دیتے ہیں۔ خود بھی اس کی تعمیل ان پر ضروری ہوتی ہے۔

صفوان اپنے ذہن میں حضور ﷺ کے بارے میں یہ تصور لے کر آئے ہوں گے کہ سرزمین عرب کا فاتح شہنشاہ تخت شاہی پر عظمت و جلال کے ساتھ رونق افروز ہو

Marfat.com

گا۔ لوگ اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوں گے۔ وہ حکم دے رہا ہو گا اور وہ لوگ اس کی تعمیل کر رہے ہوں گے؟

یہاں آ کر صفوان نے بالکل دوسرا نقشہ دیکھا عرب کا وہ فاتح شہنشاہ خدا کے آگے سر بسجود ہے اور لوگ بھی اس کے ساتھ جھکے ہوئے ہیں۔ عرب کا وہ فاتح بطور امام کے عام مسلمانوں سے دو قدم آگے ہے۔ جس سے وہ اشارہ کر رہا ہے کہ لوگو! میں خدا کی عبادت میں تم سے دو قدم آگے رہوں گا۔ ہر بندگی میں تم مجھے سب سے آگے دیکھو گے۔

بس اسلام میں امامت کا یہی مطلب ہے امامت و سرداری کے معنی یہ نہیں کہ لوگ اس کی پوجا اور پرستش کریں۔

صفوان! عرب کے اس سردار کی نرالی سرداری دیکھ کر مسحور ہو گیا اور پوچھا کیا ہر نماز میں محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خود بھی عبادت کرتے ہیں۔؟

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے صفوان کے جواب میں جو بات کہی۔ قرآن کریم نے جملہ پیغمبران علیہم السلام کے متعلق اس بات کو واضح کیا ہے کہ پیغمبر خود بھی احکام الٰہی کی پابندی پر مامور ہوتے ہیں۔

سرور عالم ﷺ کی طرف سے سورہ یونس میں یہ اعلان کیا گیا۔

وامرت ان اکون من المومنین۔	مجھے خدا کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ میں خود بھی ایمان لانے والوں میں سے ہو جاؤں۔

سورہ انعام میں حضور ﷺ کا یہ اعلان نقل کیا گیا۔

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریک له وبذالک امرت وانا اول المسلمین۔	آپ کہہ دیجئے! میری نماز' قربانی اور مرنا جینا' سب خدا کے لئے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں خدا کا سب سے پہلا فرمانبردار ہو جاؤں۔

بہرحال جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو صفوان نے پہل کرتے ہوئے

Marfat.com

حضور ﷺ کو آواز دی اور کہا۔

یا محمد! ان عمیر جاء نی ببردک وزعم انک دعوتنی الی القدوم علیک' فان رضیت امرا والا سیرتنی شهرین۔

اے محمد ﷺ یہ عمیر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی چادر دکھا کر مجھے اپنے ساتھ لائے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر میں اسلام قبول نہ کروں تو پھر بھی مجھے دو ماہ کی مہلت مل سکتی ہے۔

آپ ﷺ نے صفوان کی گھبراہٹ دیکھ کر انہیں اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔ انزل یا ابا وهب' ابو وہب تم سواری سے نیچے تو اترو' صفوان ابھی تک خوف و ہراس میں مبتلا تھے' بولے۔

لا' والله! حتی تبین لی۔ نہیں! خدا کی قسم! میں نیچے نہیں اتروں گا۔ یہاں تک آپ صاف صاف مجھے نہ بتلائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

دو ماہ کی مہلت نہیں۔ صفوان! تمہیں چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے۔

صفوان کو مہلت دے دی گئی۔

مہلت کے دوران صفوان غزوہ حنین اور طائف میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ یہ ابھی تک اپنے آبائی دین پر قائم تھے اور حضور ﷺ ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں فرماتے تھے۔

غزوات سے فارغ ہو کر جعرانہ کے مقام پر حضور ﷺ مال غنیمت کا جائزہ لے رہے تھے۔ صفوان حضور ﷺ کے ساتھ ہی کھڑے تھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بے انداز مال غنیمت کو دیکھ رہے تھے کہ سازو سامان' اونٹوں اور بکریوں سے راستے بھرے پڑے ہیں۔

حضور ﷺ نے بھی دیکھ لیا کہ یہ اس قدر مال و دولت سے حیرت زدہ ہیں۔ پھر صفوان کی حیرت کو توڑتے ہوئے فرمایا۔

ابا وهب! یعجبک هذه الشعب' قال نعم' قال' هولک ومافیه۔

ابو وہب! یہ دولت پسند ہے' بولے' ہاں پسند ہے۔ فرمایا' اس میں سے جتنا

Marfat.com

چاہو لے لو' یہ سب تمہارا ہے۔

صفوان حضور ﷺ کے عفو کرم کا یہ انداز شاہانہ دیکھ کر بول اٹھے۔

فقال صفوان عنده ذلک ماطابت نفس احد بمثل هذا الانفس نبی اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔

اس قدر عفو کرم اور بخشش و عطا پر ایک رسول کا نفس ہی پہنچ سکتا ہے۔ ایک رسول ہی ایسا بے مثل کرم کر سکتا ہے۔

یہ کہہ کر صفوان رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

ابو لہب کے بیٹوں کے لئے دعا

حضور اکرم ﷺ کے چچا ابولہب کا ظلم و جور مشہور ہے۔ اس ظالم چچا کے دونوں لڑکے عتبہ اور معتب فتح مکہ کے بعد اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مکہ سے بھاگ گئے تھے۔ حضور ﷺ نے لوگوں سے پوچھا۔ عتبہ اور معتب کہاں ہیں؟ آپ کو بتایا گیا وہ دونوں بھی قتل کے خوف سے بھاگ گئے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا' انہیں میرے پاس لاؤ' حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے ان بھتیجوں کو عرفہ کے مقام سے واپس لائے اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اسلام پیش کیا۔ دونوں نے کلمہ حق کا اقرار کیا پھر آپ ﷺ انہیں بیت اللہ کے دروازہ کے قریب مقام ملتزم پر لائے' آپ ﷺ نے ان دونوں کے ہاتھ پکڑ رکھے تھے' ملتزم پر آ کر حضور ﷺ نے دیر تک دعا مانگی اور پھر ہنستے ہوئے واپس آئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ "اے رسول محترم ﷺ! خدا تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے' اس وقت آپ کے ہنسنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میرے ان دونوں بھائیوں کو مجھے ہبہ کر دے' خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما لی اور مجھے عتبہ اور معتب عطا کر دیئے گئے۔

(زرقانی ج 2 ص 320)

ابولہب نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اس کے لڑکوں کے ساتھ

Marfat.com

سرور عالم ﷺ کا یہ جذبہ ترحم اور بے پایاں شفقت دیکھنے کے قابل ہے اور پھر ان کے قبول اسلام کو خدا تعالیٰ کا خاص عطیہ قرار دینا ان کے اعزازو اکرام کی انتہا ہے۔

ابولہب کی بیٹی "درہؓ" پر لطف و کرم

ابولہب کی بیٹی "درہؓ" مسلمان ہو کر "مدینہ طیبہ" آ گئی تو کچھ عورتوں نے اس پر ابولہب کی بیٹی ہونے کا طنز کیا۔ حضرت "درہؓ" نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کر دی۔ حضور ﷺ نے مجمع عام میں تقریر فرمائی' سب مسلمانوں کو تنبیہہ کی کہ درہؓ سے طنز کی کوئی بات نہ کی جائے اور فرمایا۔

"درہؓ" میرے خاندان کی خاتون ہے اس کی اذیت میری اذیت ہے اور قیامت کے دن صرف میرا ہی رشتہ ایسا ہو گا جو کام آ سکے گا۔

(در منثور)

حنین کے قیدیوں پر رحم و کرم

مکہ معظمہ فتح ہو جانے کے بعد دشمنان حق نے آخری مورچہ حنین کے میدان میں قائم کیا۔ یہاں آپ ﷺ کا مقابلہ ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں سے ہوا رسول پاک ﷺ اور مسلمانوں نے ظلم کی آخری شوکت کو توڑنے کے لئے زبردست مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اہل حق کو کامیابی عطا فرمائی۔

اس معرکہ میں چھ ہزار جنگی قیدی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے جعرانہ کے مقام پر ان قیدیوں کو تین ہفتہ تک اپنے ساتھ رکھا اور ہوازن کے ذمہ دار لوگوں کا انتظار کیا اور جب کوئی شخص ان قیدیوں کو چھڑانے نہ آیا تو آپ ﷺ نے دستور کے مطابق ان قیدیوں کو صحابہ کرامؓ پر تقسیم کر دیا۔

تقسیم کے بعد ہوازن کے ایک وفد نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے آدمیوں کو چھڑانے کی درخواست کی۔

حضور اکرم ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہؓ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں' اس وفد کے ایک ممبر زہیر ابن صرد نے آپ ﷺ سے رحم و کرم کی اپیل کرتے ہوئے

Marfat.com

عرض کیا۔

"اے محمد ﷺ! ان جنگی مجرموں میں آپ کی رضاعی خالائیں' پھوپھیاں اور آپ ﷺ کو گود میں کھلانے والیاں شامل ہیں۔ اگر عرب کے کسی حکمران سے ہمارا ایسا تعلق ہوتا تو ہم پر بہت رحم و کرم ہوتا اور آپ ﷺ کی شان اقدس تو حکمرانوں سے بہت اعلیٰ اور بلند ہے۔ پس آپ ہم پر رحم کیجئے' ہم بڑی مصیبت میں گرفتار ہیں۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارا بہت انتظار کیا اس کے بعد ان قیدیوں کو تقسیم کر دیا۔ اب میں اپنے اور اپنے خاندان بنی ہاشم کے حصہ کے تمام قیدیوں کو آزاد کر کے تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ رہے وہ قیدی جو دوسرے مسلمانوں کے حصہ میں آئے ہیں تو تم ظہر کی نماز کے بعد مسلمانوں سے ان قیدیوں کے لئے درخواست کرنا میں بھی تمہاری سفارش کروں گا۔

ظہر کی نماز کے بعد وفد کے خطیبوں نے فصیح و بلیغ تقریریں کیں اور مسلمانوں سے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے تقریر فرمائی اور مسلمانوں سے کہا۔

لوگو! میں نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد کر دیا ہے۔ میں تم سے بھی یہ کہتا ہوں کہ تم بھی ان تمام قیدیوں کو چھوڑ دو' اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی خوشی سے رہا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے تو میں اپنی طرف سے معاوضہ دینے کے لئے تیار ہوں۔

صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی سن کر بخوشی اپنے تمام قیدی آزاد کر دیئے۔

ان ہی قیدیوں میں حضور اکرم ﷺ کی رضائی بہن شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھیں' مسلمانوں نے جب شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو میدان جنگ سے اپنی حراست میں لیا تو انہوں نے کہا! لوگو! میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے کہا۔ میں آپ ﷺ کی بہن ہوں۔ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی ہوں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے بچپن میں مجھے کاٹ لیا تھا۔ دیکھئے یہ اس کا نشان موجود ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت شیما

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فوراً پہچان لیا اور جوش مسرت میں اپنی چادر پاک زمین پر ڈال دی اور اس پر بہن کو بٹھایا۔ اس وقت آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

حضور ﷺ نے بہن شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا۔ اگر تم میرے ساتھ چلنا چاہو تو میرے ساتھ چلو' آرام سے زندگی گزار لینا اور اگر اپنی قوم کے ساتھ جانا چاہتی ہو تو تمہیں اختیار ہے۔ شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے واپس جانے کی خواہش کی۔ حضور ﷺ نے دوسرے قیدیوں کے ساتھ انہیں بھی واپس کر دیا اور کچھ اونٹ اور بکریاں تین خادم اور ایک باندی بھی انہیں عطا فرما دی۔

(اصابہ ج 4 ص 344)

حضرت صفیہؓ کی دلجوئی

بعض مستشرقین نے حضرت صفیہؓ کے حرم نبوی میں شامل ہونے کے واقعہ کو نہایت بھدے انداز میں بیان کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خیبر کی جنگ میں جب عہد شکن اور سازشی یہود کو شکست ہو گئی اور اس جنگ میں صفیہ کا باپ حیی ابن اخطب اور شوہر کنانہ مقابلہ میں مارے گئے اور ان کا بھائی بھی ہلاک ہو گیا تو صفیہ دوسرے جنگی قیدیوں کے ساتھ مدینہ لائی گئی۔ یہ جنگی قیدی جب مجاہدین میں تقسیم کئے گئے تو ان میں صفیہ حضرت کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں صفیہ اپنے خاندان کی معزز خاتون تھیں۔ صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ صفیہؓ حضرت دحیہؓ کے پاس رہنے میں اپنی توہین محسوس کریں گی۔ انہیں آپ اپنے پاس رکھیں۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے اس معقول مشورہ کو قبول کر لیا اور صفیہؓ کو دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی رضامندی سے آزاد کر کے اپنے حرم میں داخل کر لیا۔

حضور ﷺ کا یہ فیصلہ حضرت صفیہؓ کی مرضی کے مطابق تھا اور ان کی عزت افزائی کے لئے تھا۔ حضرت صفیہؓ نے بھی اس اعزاز کو قبول کر لیا اور نہایت خوشدلی کے ساتھ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں شامل ہو گئیں۔ اس فیصلہ میں نہ کسی قسم کا کوئی جبر کیا گیا نہ زبردستی کی گئی۔ اس عہد کے عام دستور کے مطابق جس خاتون کا باپ

Marfat.com

اور شوہر مسلمانوں کا سخت ترین دشمن تھا اسے نہایت بیدردی اور بے عزتی کے ساتھ قتل کرا دینا چاہئے تھا لیکن رسول پاک ﷺ نے ان پر احسان عظیم فرمایا اور معاشرہ میں ایک بیوہ عورت کے لئے جو سب سے بڑی عزت ہو سکتی تھی آپ نے حضرت صفیہؓ کو وہ عطا فرما دی۔

حضرت صفیہؓ نے حضور ﷺ کی رفاقت میں بڑا عرصہ گذارا اور اس عرصہ کے حالات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صفیہؓ پر اس تعلق سے ذرہ برابر ذہنی ازیت طاری نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے فخرو مسرت کے ساتھ زندگی گزاری۔ حضرت صفیہ ﷺ تعلیم یافتہ اور دانش مند خاتون تھیں۔ انہوں نے حضور ﷺ سے تعلیم حاصل کی۔ کئی حدیثیں ان سے روایت کی گئی ہیں۔

ایک روز حضور ﷺ نے انہیں گھر میں کچھ رنجیدہ دیکھا' پوچھا کیا بات ہے۔ بولیں۔ عائشہؓ اور حفصہؓ یہ کہتی ہیں کہ ہم دونوں تم سے افضل ہیں۔ ہم پیغمبر کی چچا زاد بہنیں بھی ہیں اور بیویاں بھی ہیں۔

سرور عالم ﷺ نے فرمایا۔ تم نے یہ کیوں نہ جواب دیا کہ میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے۔ میرے چچا حضرت موسیٰؑ نبی تھے اور میرے شوہر محمد ﷺ نبی ہیں۔ پھر مجھ سے افضل کون ہو سکتا ہے؟

اللہ اکبر! حضرت صفیہؓ کو مسلم معاشرہ میں کتنی بڑی عزت ملی۔

حضرت صفیہؓ سمجھتی تھیں کہ اگر میں اپنی قوم میں واپس بھی چلی گئی تو مجھے وہ عزت نصیب نہیں ہو سکتی جو رسول پاک ﷺ کی رفیقہ حیات بننے میں حاصل ہو گی۔

حضرت صفیہؓ کو سرور عالم ﷺ سے سچی محبت تھی۔ محض رسمی محبت نہیں تھی' چنانچہ مرض الوفات میں ایک دن حضرت صفیہؓ نے حضور ﷺ سے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ کاش! آپ کی بیماری مجھ کو لگ جائے۔ بعض ازواج نے حضرت صفیہؓ کی طرف دیکھا۔ گویا انہوں نے صفیہؓ کے اس جملہ کو بناوٹ سمجھا۔ حضور ﷺ نے محسوس کر لیا اور فرمایا' کیا دیکھتی ہو۔

صفیہؓ سچ کہتی ہیں۔

حضرت صفیہؓ یہودی خاتون تھیں۔ انہوں نے پوری سچائی کے ساتھ اسلام قبول

Marfat.com

کیا تھا اور اپنے دل سے یہودیت کی محبت کو بالکل نکال دیا تھا۔ تاریخ میں صرف ایک واقعہ ایسا ملتا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صفیہؓ یوم السبت (ہفتہ کے دن) کا احترام کرتی تھیں چنانچہ ان کی خادمہ نے اس بات کی عمرؓ سے شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا۔ صفیہؓ! کیا تمہارے دل میں اب بھی اپنے آبائی مذہب کی یاد باقی ہے؟

حضرت صفیہؓ نے جواب دیا---- نہیں---- میں صرف اپنی قوم کی دل جوئی کی وجہ سے کرتی ہوں' میرے دل میں اس کے لئے اب کوئی جگہ نہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک عورت اپنے آبائی رسم و رواج اور تصورات کو بڑی مشکل سے فراموش کرتی ہے۔ یہ عورت کی فطرت ہے۔ پیغمبرﷺ کی تعلیم و تربیت اور انتہائی توجہ کا نتیجہ تھا کہ صفیہؓ اپنے آبائی خیالات سے کنارہ کش ہو گئیں اور صرف یوم سبت کی تعظیم کا عمل کسی مصلحت کے تحت ان سے سرزد ہوا۔

Marfat.com

معمولی مثال :

ایک بار آپ ﷺ کا بازار سے گزر ہوا۔ بازار ایک چھوٹی موٹی دنیا ہے۔ کوئی خریداری کرتا ہے اور کوئی بیچتا ہے۔ ایک اپنے سامان کے بھاؤ اور قیمت کا اعلان کرتا ہے تو دوسرا اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ ہوتا ہے غرضیکہ ہر ایک اپنے کام میں مشغول ہوتا ہے۔ ایک شخص نفع کمانے کی دھن میں رہتا ہے تو دوسرا سستا سامان خریدنے کی فکر میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سوچا لوگوں کو اس دنیا کی قدر و قیمت بتائی جائے جس پر یہ ٹوٹے پڑے جا رہے ہیں چنانچہ ایک کان کٹی بکری کے بچہ کی لاش سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔

عن جابر رضی الله عنه ان	تم میں سے کون ہے جو اسے ایک
رسول الله صلی الله علیه	درہم میں خریدے صحابہؓ نے عرض کیا
وسلم مربالسوق والناس	ہم نہیں چاہتے کیونکہ یہ زندہ بھی ہوتا
کتیه' فمر بجدی اسک'	تو عیب کی وجہ سے ہم میں سے کوئی
میت فتناوله باذنه ثم قال ایکم	بھی اسے نہ لیتا یہ تو مرچکا ہے کیسے
یحب ان هذا له بدرهم؟	ممکن ہے اسے خریدا جائے فرمایا اللہ
فقالوا مانحب انه لنا بشئی۔	کی قسم یہ دنیا اللہ کے نزدیک اس
ومانصنع به قال اتحبون انه	مردار سے بھی کم حیثیت ہے۔
لکم قالوا والله لوکان حیا	
لکان عیبا فیه اسک فکیف	
وهو میت؟ فقال فوالله	
الدنیا اهون علی الله من هذا	
علیکم۔	

اس طرح آپ نے حکمت کے ساتھ دنیا کی قدری ظاہر کر کے اللہ کی عظمت کا نقش بٹھا دیا۔ غیر محسوس طریقے سے دعوت قلب و ذہن پر اثرانداز ہوتی ہے اور

Marfat.com

مخاطب فوراً قبول کر لیتا ہے۔

مخاطب کا لحاظ :

حضور اکرم ﷺ کی دعوت کا ایک اسلوب یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ مختلف اوقات میں ایک ہی سوال کے مختلف جوابات دیتے۔ مثلاً ایک شخص آتا ہے وہ سب سے افضل عمل کے بارے میں سوال کرتا ہے آپ ﷺ اس کو جہاد کا عمل بتاتے ہیں۔ دوسرے کو صلہ رحمی کا کہتے ہیں۔ بظاہر ان اقوال میں تضاد ہے مگر حقیقت میں یہ جوابات مخاطب کے ذہن اور حالات کو سامنے رکھ کر دیئے گئے ہیں۔ بخاری میں ہے۔

عن ابی موسی قال قالوا یا رسول الله صلی الله علیک وسلم ای الاسلام افضل؟ قال من سلم المسلمون من نسانه ویده۔

پوچھا گیا کس کا ایمان افضل ہے فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

ایک اور سوال کا جواب یوں ارشاد ہوا۔

عن عبدالله بن عمر رضی الله عنه ان رجلا سال النبی صلی الله علیه وسلم ای الاسلام خیر؟ قال تطعم الطعام وتقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف۔

کسی شخص نے پوچھا کس کا اسلام بہتر ہے فرمایا جو کھانا کھلاتا ہے اور جاننے اور نہ جاننے والوں کو سلام کرتا ہے۔

سوال کا مفہوم ایک ہی ہے الفاظ الگ الگ مختلف ہیں لیکن جواب مختلف ہے۔ یہ سائل کے ذہنی رجحانات و قلبی کیفیات کے مطابق ہے۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی سوال پر دو مختلف افراد کو مختلف جوابات دیئے ہیں۔ مثلاً

امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں۔

عن عبدالله بن عمروبن العاص رضی الله عنه قال کنا

Marfat.com

عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاء شاب' قال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل وانا صائم؟ فقال لا' فجاء شیخ فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل وانا صائم؟ قال نعم' فنظر بعضنا الی بعض' فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدعلمت نظر بعضکم الی بعض ان الشیخ یملک نفسہ۔

آپ ﷺ کی دعوت کی ایک اہم بات اور اصول یہ تھا کہ آپ ﷺ "مخاطب کا معیار" (سننے والے کی استعداد) مدنظر رکھتے تھے۔ آپ ﷺ بدوی اور شہری' پڑھے لکھے اور ان پڑھ' عقل و تجربہ کے مختلف مدارج والے انسانوں کو مختلف طریقوں سے دعوت دیتے۔

تحمل اور بردباری :

عن امامة الباهلی' ان فتی من القریش اتی النبی فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن لی فی الزناء فاقبل القوم علیہ وزجروہ فقالوا' مہ مہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ادن فدنا منہ قریبا فقال صلی اللہ علیہ وسلم اتحبہ لامک؟

قال لا واللہ جعلنی اللہ فداک۔ قال ولا الناس یحبون لا مہاتہم۔ قال افتحبہ لابنتک؟

امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک قریشی نوجوان آنحضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے زنا کی اجازت دیں۔ تمام لوگ اس پر جھپٹے اسے سخت سست کہا اور اسے بات کرنے سے روکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ٹھہر جاؤ اسے میرے نزدیک کرو۔ وہ آپ ﷺ کے قریب ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم اپنی والدہ کے لئے اسے پسند کرو گے؟ کہنے لگا۔ اللہ مجھے آپ ﷺ پر قربان کر دے خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے اسے ناپسند کرتے ہیں۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے پوچھا کیا اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند کرو گے؟ کہنے لگا ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لئے اسے ناپسند کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی بہن' پھوپھی' خالہ کا ذکر کیا مگر ہر مرتبہ وہ مذکورہ جواب دہرا دیتا۔ حضور ﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اے اللہ اس کے گناہ کو بخش دے۔ اس کے دل کو صاف کر دے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ کر دے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس نوجوان نے اس کے بعد کبھی کسی کی طرف التفات نہ کیا۔

قال لا والله یارسول الله صلی الله علیه وسلم جعلنی الله فداک۔ قال ولا الناس یحبونه لبناتهم۔
ثم ذکر رسول الله صلی الله علیه وسلم اخته وعمته وخالته' وفی کل ذلک یقول الفتی مقالته لا والله یا رسول الله صلی الله علیه وسلم فداک' قال فرضع یده علیه وقال اللهم اغفرذنبه وطهر قلبه وحصن فرجه قال الراوی فلم یکن بعد ذلک الفتی یلتفت الی شئی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ مخاطب کی نفسیات اور ذہنی مرتبہ کو

Marfat.com

کتنی اہمیت دیتے تھے۔ بعض اوقات آپ ﷺ بدوی' زبان میں گفتگو فرماتے مخاطب اپنی زبان سن کر خوش ہو جاتا اور بات کو بہتر طریقہ سے سمجھ سکتا۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند سے عاصم الاشعری کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو مخصوص لہجے میں بات کرتے سنا۔

عن عاصم الاشعری' قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لیس من امبر امصیام فی امسفر۔ اراد' لیس من البر الصیام فی السفر۔ (14)

عاصم اشعری کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ الفاظ کہتے سنا کہ آپ ﷺ یہ کہنا چاہتے تھے کہ "سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔"

اصل میں اشعریوں کی لغت میں "لام" کو "میم" سے تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے لہجے کو چھوڑ کر مخاطب کی لغت میں بات کی جس میں زیادہ اپنائیت معلوم ہوتی ہے۔ بلاشبہ اس سے مخاطب پر ایک خوشگوار اثر پڑتا ہے۔

نسب کا مسئلہ :

آپ ﷺ دعوت میں حضری و شہری لوگوں سے ان کے اندازو معیار کے مطابق گفتگو فرماتے اور بدوی سے اس کی ذہنیت کے مطابق بات کرتے۔ اس کی بہترین مثال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ملے گی جس میں "بنی فزارہ" کے ایک شخص کا ذکر کیا گیا ہے جو بدوی تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو سیاہ رنگ کا ہے۔ میں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ ہم میاں بیوی میں کوئی بھی سیاہ رنگ کا نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی سمجھ بوجھ اور پیشہ کے مطابق جواب مرحمت فرمایا۔ اس سے پوچھا۔

هل لک من ابل؟ کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟

اس نے کہا "جی ہاں"

آپ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا وہ کس رنگ کے ہیں؟

Marfat.com

اس نے کہا سرخ رنگ کے۔

آپ ﷺ نے اس پر سوال کیا کہ ان میں کوئی "اورق" یعنی خاکستری رنگ کا یا کم سیاہ رنگ کا کوئی اونٹ بھی ہے؟

اس نے کہا "جی ہاں"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اب تم ہی بتاؤ کہ سرخ رنگ کے اونٹوں میں یہ سیاہی کیسے آ گئی؟ اس نے جواب میں کہا۔ ممکن ہے اس کے نسب میں کوئی اونٹ خاکستری یا سیاہ رنگ کا ہو اور اس کی جھلک ہو۔

جب بات یہاں تک پہنچ چکی تو آپ ﷺ نے یہ کہہ کر اس کے شبہ کو دور کر دیا۔

وھذا عسی ان یکون نزعه عرق۔

کہ یہاں بھی معاملہ ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ نسب کا کرشمہ کارفرما ہو اور اس میں تمہاری بیوی کا کوئی قصور نہ ہو۔

جذبات و احساسات کا لحاظ :

انسان کے جذبات و احساسات کو تعمیری رخ دینے ہی کا دوسرا نام تربیت ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ اپنے مخالفین کے مزاج اور نفسیات کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ان کے جذبات کا بھی پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ اگر جذبات میں اشتعال محسوس کرتے تو کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالتے اور نہ عملاً" کوئی ایسی روش اختیار کرتے جس سے جذبات بے قابو ہو جائیں۔

جذبات و احساسات کی رعایت کر کے انہیں صحیح اور تعمیری رخ کو عطا کر دیتے۔ جذبات اللہ اور رسول ﷺ کی محبت اور دین اسلام کے لئے عظمت و سربلندی کی طرف پھیر دیتے۔ ایسی ایک مثال غزوہ حنین کے موقعہ پر پیش آئی۔ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ حنین سے واپسی میں مقام جعرانہ پر آ کر رکے۔ آپ ﷺ نے قریش مکہ کو جنگی قیدی اور مال غنیمت میں وافر حصہ عطا فرمایا۔ جس کے دعوتی و نفسیاتی مصالح تھے۔ انصار کو کچھ حصہ نہ دیا۔ اسے انصار نے محسوس کیا۔ بعض نوجوان آپس میں اس

Marfat.com

احساس کا اظہار کرنے لگے۔ آپ ﷺ تک بات پہنچی تو آپ ﷺ نے سب کو اکٹھا کیا اور فرمایا۔ اس احاطہ میں آج صرف انصار ہی آئیں۔ جب وہ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ جب میں آپ کے ہاں آیا تھا۔ اس وقت آپ لوگ گمراہی کی حالت میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے آپ کی ہدایت فرمائی۔ آپ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے آپ کے دلوں کو جوڑ دیا اور آپس میں اتحادو الفت پیدا فرمائی۔

لوگوں نے کہا کہ یہ بالکل حقیقت ہے اور ہماری گردنیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احسان عظیم سے جھکی ہوئی ہیں۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے بات کو طول نہیں دیا بلکہ اس موقع پر جو بات کسی سننے والے انصاری کے دل میں "بطور جواب" آ سکتی تھی اپنی زبان مبارک سے اس کا اظہار فرما کر ان کے ساز محبت کو چھیڑ دیا۔ اور دلوں کی مسیحائی کی۔ "انصاریو! آپ جواب میں کچھ نہیں کہتے۔"

لوگوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کو کیا جواب دے سکتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احسان و کرم کے زیر بار اور شکر گزار ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا اگر آپ یہ کہیں تو بالکل صحیح کہیں گے اور میں بھی اس کی تصدیق کروں گا۔ کہ آپ ﷺ بھی تو یاد کیجئے۔

"آپ ﷺ ہمارے یہاں اس حال میں آئے تھے کہ سب نے آپ ﷺ کو جھٹلایا تھا۔ ایک ہم ہی تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو سچا مانا۔ آپ ﷺ اس حال میں آئے تھے کہ سب نے آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ایک ہم ہے تھے جنہوں نے آپ ﷺ کی مدد کی۔ آپ ﷺ اس حال میں آئے تھے کہ لوگوں نے آپ ﷺ کو نکال دیا تھا۔ ہم نے آپ ﷺ کو پناہ دی۔ آپ ﷺ اس حال میں آئے تھے کہ آپ ﷺ خالی ہاتھ تھے۔ ہم نے ہر طرح کی خدمت کی۔"

جب آپ ﷺ نے ان کے اندر جوش محبت و وفاداری کے سوتے کو چھیڑ دیا۔ اور ان کی آنکھوں سے سیلاب اشک رواں ہو گیا۔ آنسوؤں سے دلوں کے بند کھل

Marfat.com

گئے تو فرمایا۔ انصار کے لوگو! آپ کے دلوں میں چند حقیر اشیاء کی وجہ سے شکایت پیدا ہوئی جن کے ذریعے میں نے کچھ لوگوں کی تالیف قلب کی تاکہ وہ اسلام پر پختہ ہو جائیں اور آپ کے معاملہ میں اسلام کو کافی سمجھا۔ اے انصار کیا یہ بات آپ کو پسند نہیں ہے کہ لوگ تو اپنے خیموں میں اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ کو لے کر واپس جائیں۔ بخدا اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں خود انصار کا ایک فرد ہوتا لوگ کسی گھاٹی یا وادی میں چلیں تو میں اس وادی میں چلوں گا جس میں انصار چلیں گے۔ اے اللہ انصار پر' انصار کی اولاد پر اور انصار کی نسل در نسل پر اپنا فضل فرما۔"

یہ سن کر انصار اتنا روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور کہنے لگے۔ "ہم اپنی اس قسمت پر نازاں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے حصہ میں آئے۔ جو نصیب میں آیا اس سے ہم راضی ہیں۔"

لقد کان فی قصصھم عبرۃ لا ولی الباب۔
بے شک ان کے قصوں میں اہل فہم کے لئے بڑی عبرت ہے۔

قصے اور کہانیوں سے مدد :

رسول اللہ ﷺ نے دعوتی کام میں قصوں سے مدد لی۔ صحابہ کرامؓ کی توجہ منعطف کرانے مواعظ اور حکمت سکھانے اور سننے کا شائق بنانے میں قصوں کا بڑا عمل دخل ہے۔ رسول اللہ ﷺ دعوت کو موثر بنانے کے لئے قصوں سے مدد لیتے تھے۔

معاوضہ کی ادائیگی :

جس طرح فرد کو سرگرم عمل کرنے اور اسے مشکلات کے حل تک پہنچنے یا مقصد کو پا لینے یا علم حاصل کرنے کے لئے بہت سے ممکن اعمال کی انجام دہی کی خاطر جدوجہد پر آمادہ کرنے میں محرک (Motivation) بہت اہم چیز ہے اسی طرح انسانی کاموں کو قوت پہنچانے اور ان میں مداومت پیدا کرنے میں معاوضہ ادا کرنے کی بڑی اہمیت ہے جو عمل مشکل حل کرنے یا مقصد کو پانے میں انسانوں کو کامیاب نہ کرے

Marfat.com

اس سے انسان بہت جلد دست کش ہو جاتا ہے اور جو عمل مشکل حل کرنے اور حصول مقصد میں کامیابی کی ضمانت فراہم کرے انسان اس کی پابندی کرنا چاہتا ہے۔ تجرباتی تحقیقات نے صحیح اعمال کو پختہ کرنے اور تعلیم کو استحکام بخشنے میں معاوضہ کی اہمیت ثابت کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک اچھے طرز زندگی کو استحکام بخشنے کے لئے معاوضہ ادا کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ

مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

مزدور کو کام کرنے کے فوراً بعد مزدوری ملنے سے یہ حوصلہ پیدا ہوتا ہے کہ اپنے کام میں زیادہ محنت کرے اور جب دوبارہ اسے کام کے لئے بلایا جائے تو کام میں اپنی پوری توجہ اور توانائی صرف کر دے اور اپنے فریضہ کو اچھی طرح ادا کرے۔ جدید تحقیقات نے یہ بات واضح کی ہے کہ تعلیم و تعلم کو قوت پہنچانے میں معاوضہ ادا کرنا زیادہ موثر ہے جبکہ اس کی ادائیگی بروقت کر دی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ بالا حدیث میں یہ مطالبہ کر کے مزدور کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دی جائے۔ اسی جانب اشارہ کیا ہے کیونکہ اجرت کی فوری ادائیگی انسان کے دل میں زیادہ گہرا اثر کرتی ہے اور اسے یہ حوصلہ ہوتا ہے کہ اپنی ڈیوٹی انجام دینے میں پوری کوشش کرے اور اس میں کوتاہی نہ کرے۔

یہ ضروری نہیں کہ معاوضہ مادی شکل ہی میں ہو بلکہ معاوضہ معنوی بھی ہو سکتا ہے۔ تعریف' اظہار پسندیدگی یا ہمت و حوصلہ افزائی کی شکل میں کسی سربراہ کا اپنے ماتحت لوگوں کی تعریف کرنا یہ اثر پیدا کرتا ہے کہ وہ لوگ زیادہ سرگرم ہو جاتے ہیں۔ پھر اپنا کام زیادہ اچھے انداز میں کرنے لگتے ہیں۔ استاد کا شاگرد کی تعریف کرنا تعلیم میں اس کی جلد ترقی میں معاون ہوتا ہے۔

انسان کو اگر مستقبل میں کسی بڑے معاوضہ کی امید ہو تو وہ مستقبل میں اپنے عظیم مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے طویل زمانہ تک منصوبہ بندی اور صبر کے ساتھ پیہم جدوجہد جاری رکھتا ہے اسی لئے مسلمانوں کے طرز زندگی کو سنوارنے' ایمان باللہ

Marfat.com

کے جذبات پیدا کرنے' اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے تقویٰ اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرنے میں آخرت میں ثواب کی ترغیب اور عذاب سے ترہیب کا بڑا گہرا اثر ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

امریکی ماہر نفسیات سکنر (Skinner) نے جو نئی تحقیقات کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کے ذمہ جو کام لازم ہوتا ہے اسے کرنے کے بعد مختلف غیر معین اوقات میں دیا جانے والا معاوضہ اس کی قوت عمل کو تیز کرتا ہے اور اس کی سرگرمی کا مدہم پڑنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ تجرباتی مثالوں سے اس نتیجہ تک پہنچا ہے کہ کاموں کی انجام دہی پر جو معاوضہ یا انعام دیا جاتا ہے۔ اگر اس کی ادائیگی مختلف غیر متعین اور غیر معلوم اوقات میں ان کاموں کی ادائیگی کے دوران کی جائے تو اپنے فرائض کی ادائیگی اور سرگرمیوں میں اور اہتمام بڑھ جائے گا کیونکہ اس معاوضہ یا انعام کے حصول کا انتظار ہر وقت رہے گا جس کی توقع کی جاتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سکنر (Skinner) کی اس تحقیق سے چودہ سو سال پہلے رسول اللہ ﷺ کی دعوت میں اس حقیقت کی تطبیق ملتی ہے مثلاً آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ "بے شک رات میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں اگر مرد مومن اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کے امور میں سے کسی بھی چیز کی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز دے دیتے ہیں اور ایسی گھڑی ہر رات میں آتی ہے۔"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق کے موقع پر کہ جس وقت کھدائی ہو رہی تھی اور ایک سخت چٹان آ پڑی۔ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور کدال لی بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی اور ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا۔ اور فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئیں ہیں۔ واللہ میں اس وقت وہاں کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسری ضرب لگائی تو ایک دوسرا ٹکڑا کٹ گیا اور فرمایا اللہ اکبر۔ مجھے فارس دیا گیا ہے۔ واللہ! میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور فرمایا۔ بسم اللہ' تو باقی ماندہ چٹان بھی کٹ گئی۔ پھر فرمایا! اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ میں اس وقت اپنی اس جگہ سے صنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔

Marfat.com

یعنی یہ جو دعوت پیش کی جا رہی ہے اور اس سلسلے میں جو مشکلات پیش آ رہی ہیں عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دنیا میں سرخرو فرمائے گا اور عرب و عجم پر اس دعوت و پیغام کے علمبرداروں کو غلبہ نصیب ہو گا۔ یہی نہیں آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا اور خندق کھودتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اپنے کندھوں پر مٹی ڈھو رہے تھے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اللھم لاعیش الا عیش الاخرۃ فاغفر للمھاجرین والانصار۔

اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ بس مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔ آپ ﷺ نے فقط مجرد انعامات اور معاوضہ کا ذکر ہی نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ مادی طور پر انعامات و ہمت افزائی کے لئے معاوضہ عطا بھی فرمایا کرتے تھے۔ مدنی دور میں جب دعوت اسلام خوب پھیل گئی اور تمام عرب سے لوگ مختلف وفود کی شکل میں قبول اسلام اور ہدایت و راہنمائی کے لئے آتے تو آپ ﷺ ان کو ترغیب آخرت کے ساتھ ساتھ انعام و اکرام سے بھی نوازتے تھے۔ ابن سعد رحمہ اللہ نے الطبقات الکبریٰ میں ستر وفود کا ذکر کیا اور ان سب کو آپ نے ہدایا اور انعامات سے نوازا۔ یہاں بھی آپ ﷺ نفسیات انسانی کا خوب لحاظ فرماتے تھے جو وفد کا سردار یا قبیلے کا ذمہ دار ہوتا اس کو زیادہ عطا فرماتے تاکہ اپنے قبیلے میں جا کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے اور اس کو دعوت کی ذمہ داری بھی سونپتے۔

وفد عبدالقیس :

جب عبدالقیس کا وفد جن کی تعداد بیس کے قریب تھی عبداللہ بن عوف الاشیخ کی قیادت میں آیا اور آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یہ عبدالقیس کا وفد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو مرحبا ہے۔ عبدالقیس بھی کیسی اچھی قوم ہے۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم میں عبداللہ کون ہیں؟ عبداللہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں ہوں۔ وہ کریہہ منظر (بدشکل) آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ انسان کی کھال کی مشک نہیں بنائی جاتی۔ البتہ آدمی کو دو سب سے چھوٹی چیزوں کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک اس کی زبان اور دوسرا اس کا دل'

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (اے عبداللہ) تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ پسند کرتا ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ وہ کون سی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حلم اور وقار۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ چیز پیدا ہو گئی ہے یا میری خلقت اسی پر ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری خاقت اسی پر ہوئی ہے۔

آپ ﷺ نے ان لوگوں کو انعامات دینے کا کا حکم دیا۔ سردار کو سب سے زیادہ دلایا۔ انہیں ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی۔

اس وفد سے آپ ﷺ کی ملاقات اور دعوت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے انسانی نفسیات کا کس قدر لحاظ فرمایا۔ مثلاً

1- سب سے پہلے عبدالقیس کے وفد کی آمد پر خوش آمدید کہا۔
2- اس وفد اور اس کے رئیس کی مدح و توصیف فرمائی۔
3- وفد کے رئیس جو بظاہر بدشکل ہیں۔ ان کی ظاہری شکل و صورت کے برعکس ان کی داخلی صفات اور خوبیوں کا ان کے سامنے ذکر کیا کہ حقیقت میں اصل خوبصورتی اور حسن رنگ و نسل کا نہیں بلکہ وہ اخلاق حمیدہ ہیں جن سے انسان متصف ہوتا ہے اور ان میں جو دو خصلتیں اور خوبیاں' حلم اور وقار ہیں یہی ان کی خوبصورتی اور حسن ہے۔ اس طرح آپ ﷺ نے ان کے احساس کمتری (Inferiority complex) کو ختم کر کے ان کی صفات حمیدہ کا ذکر کیا۔
4- انعامات میں وفد کے رئیس کو سب سے زیادہ دلایا۔

حضرت سفانہؓ کا اعزاز و اکرام

قبیلہ طے عیسائیوں کا مشہور جنگجو قبیلہ تھا اس قبیلہ نے اسلام کے خلاف سازشیں کیں۔ حضرات صحابہؓ نے اس کا جواب دیا اور میدان جنگ میں ان کی سیاسی قوت کو توڑ کر رکھ دیا۔

شکست کے بعد قبیلہ کے سردار عدی ابن حاتم طائی میدان جنگ سے فرار ہو کر ملک شام نکل گئے اور کچھ جنگی سپاہی قید ہو گئے۔ ان میں سفانہ بن حاتم بھی تھیں۔ یہ قیدی ایک احاطہ میں محصور تھے' حضور اکرم ﷺ ادھر سے گزرے' سفانہ نے

Marfat.com

حضور ﷺ کو پکارا' آپ تشریف لے گئے' یہ بولیں۔ میں اپنے قبیلہ کے سردار حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ مجھے جنگی سپاہیوں کے ساتھ گرفتار کر کے لایا گیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا تو یہ ننگے سر تھیں' آپ نے فوراً اپنی چادر پاک اتاری اور ان کے سر پر ڈال دی پھر پوچھا۔ کیا چاہتی ہو' یہ بولیں۔ اپنے بھائی کے پاس ملک شام جانا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو شام جانے والے قافلہ کے ساتھ تم کو بھیج دیا جائے گا۔ پھر حکم دیا کہ اس معزز خاتون کو پورے اعزازو اکرام کے ساتھ رکھا جائے۔

سفانہ نے حضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ کو دیکھ کر آپ ﷺ کو ایک دعا دی۔ دعا کا انداز بتا رہا ہے کہ یہ بڑی دانشمند اور سوجھ بوجھ والی عورت تھیں۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں۔

اصاب الله بمعروفک مواضعة ولا جعل لک الی لیئم حاجة ولا سلب نعمة عن کریم الا وجعلک سببا لردها علیه۔

"خدا کرے آپ کا احسان و کرم انہیں پہنچے جو اس کے اہل ہوں خدا کرے کسی کم ظرف آدمی سے آپ کو کوئی ضرورت نہ پڑے۔ خدا تعالیٰ کسی شریف آدمی سے اپنی نعمت واپس نہ لے اور اگر واپس لے تو آپ جیسے شریف آدمی کے ہاتھوں اسے واپس کرا دے۔"

(زرقانی ج 3 ص 53)

ملک شام جا کر انہوں نے اپنے بھائی سے حضور ﷺ کے اخلاق کی تعریف کی اور آپ ﷺ سے ملنے کا مشورہ دیا۔

عدی حضور ﷺ کو ایک سیاسی فرمانروا سمجھتے تھے' بہن کی گفتگو سے انہیں پتہ چلا کہ محمد عربی ﷺ سیاسی فرماں روا نہیں بلکہ ایک اعلیٰ اخلاق والے روحانی پیشوا ہیں۔

چنانچہ دونوں بہن بھائی مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور حضور ﷺ پر ایمان لے آئے۔

سراقہ بن مالک کی معافی اور انعام

قریش کی طرف سے ہجرت کے موقع پر اعلان کیا گیا کہ جو شخص محمد بن عبداللہ

Marfat.com

عبداللہ اور ابوبکرؓ کو پکڑ کر لائے گا اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے سراقہ ابن مالک کا بیان ہے کہ یہ اعلان سن کر میں گھوڑے پر سوار ہوا اور حضور ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

کچھ دور جا کر میں نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا' ابوبکر صدیقؓ کی نگاہ جب مجھ پر پڑی تو انہوں نے حضور ﷺ سے کہا' یارسول اللہ ﷺ یہ شخص ہماری تلاش میں آ رہا ہے۔ اب ہم پکڑ لئے گئے' آپ ﷺ نے ابوبکرؓ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ لاتحزن ان اللہ معنا! "ابوبکرؓ غم نہ کرو' خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

پھر آپ ﷺ نے خدا تعالیٰ سے دعا فرمائی۔۔ اللھم اکفنا بماشئت۔ خداوندا! تو ہمارے لئے کافی ہو جا۔ جس طرح چاہے۔

(فتح الباری ج 7 ص 188)

سرکار ﷺ کی زبان پاک پر بددعا کے الفاظ جاری نہیں ہوئے بلکہ اپنے خدا سے مدد کی درخواست کی اور خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے اس کی یہ صورت اختیار فرمائی کہ سراقا کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔

سراقہ نے گھبرا کر حضور ﷺ سے فریاد کی کہ آپ ﷺ میرے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اس عذاب سے نجات عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور سراقہ کا گھوڑا زمین کے اندر سے باہر آ گیا۔

سراقہ کا بیان ہے کہ میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو غالب کرے گا اور قریش مکہ ناکام رہیں گے۔ میں نے اپنا زاد راہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا مگر آپ ﷺ نے اسے قبول نہیں کیا۔ البتہ آپ ﷺ نے مجھ سے کہا کہ تم ہمارا راز کسی پر ظاہر نہ کرنا' پھر میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے ایک تحریری معافی نامہ لکھ دیں۔ آپ ﷺ نے اپنے خادم عامر ابن فہیرہ سے کہا کہ اسے چمڑے کے ٹکڑے پر معافی نامہ لکھ کر دے دو۔ انہوں نے وہ معافی کی سند مجھے عطا کر دی۔

(بخاری ج 1 ص 510' ص 515' ص 557)

اس کے بعد حضور ﷺ نے سراقہ کو خطاب کر کے فرمایا۔

Marfat.com

کیف اذا لبست سوار کسری۔

اے سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہو گی۔ جب تو فارس کے بادشاہ کسریٰ کے کنگن اپنے ہاتھوں میں پہنے گا۔ ان الفاظ میں ایک تاریخی پیش گوئی بھی تھی اور سراقہ کے لئے ایک بڑی خوشخبری اور تسلی بھی تھی۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا' فارس کی فتح کے بعد شاہ فارس کا شاہی تاج اور کنگن و زیورات مسجد نبوی میں فاروق اعظمؓ کے سامنے لا کر ڈال دیئے گئے۔

حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلایا اور ان کے ہاتھوں میں وہ شاہی کنگن پہنا دیئے اور کہا۔

اللّٰہ اکبر الحمد للہ الذیٰ سلبھما کسری ابن ھرمزو لبسھما سراقة الاعرابی اللہ اکبر۔	اس خدا کی تعریف ہے جس نے کسریٰ سے کنگن چھین لئے اور ایک دیہاتی سراقہ کے ہاتھ میں ڈال دیئے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

اس کے بعد وہ تمام زیورات مسلمانوں کے اندر تقسیم کرا دیئے۔

(زرقانی ج 1 ص 348)

سراقہ حضور ﷺ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ واپس ہوا اور راستہ میں ہر تعاقب کرنے والے کو یہ کہہ کر واپس کرتا گیا کہ میں دیکھ آیا ہوں' تمہارے جانے کی ضرورت نہیں پھر سراقہ مکہ میں ابوجہل سے ملا اور اس سے کہا۔

اباحکم! واللہ لوکنت شاھدا لامر جوادی حسین ساخت قوائمه علمت ولم تشکک بان محمدا نبی ببرھان فمن ذایقاومه۔

اے ابوجہل! واللہ اگر تو اس وقت حاضر ہوتا جب میرے گھوڑے کے قدم زمین میں دھنس رہے تھے تو' تو اس وقت جان لیتا اور تجھے شک نہ رہتا کہ حضرت محمد ﷺ نبی ہیں۔ دلیل کے ساتھ آئے ہیں پھر کون ان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

منافقین کے ساتھ حضور ﷺ کے اخلاق

منافقین وہ لوگ تھے جو زبان سے تو رسول اکرم ﷺ کی سچائی کو مانتے تھے مگر

Marfat.com

ان کے دل ایمان و یقین سے خالی تھے یہ لوگ اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر کو دیکھ کر ظاہر میں مسلمانوں کے ساتھ ہو گئے تھے لیکن جب کوئی نازک موقع آتا تھا یہ رسول پاک ﷺ اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔

اس گروہ کا سب سے بڑا لیڈر عبداللہ ابن ابی تھا۔ یہ شخص مدینہ کا بااثر آدمی تھا اور حضور ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری سے پہلے مدینہ کے لوگ اسے اپنا حکمراں بنانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ سرور عالم ﷺ کے تشریف لانے کے بعد اس کی تمام آرزوئیں خاک میں مل گئیں اور اسی وقت سے رسول پاک ﷺ کا دشمن بن گیا۔ البتہ ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان کہتا رہا۔

ایک سفر میں اس شخص نے مسلمانوں کے اندر پھوٹ ڈلوانے کی زبردست کوشش کی حافظ ابن کثیر نے سورہ منافقون کی تفسیر میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ بنی مصطلق کے غزوہ کے لئے جاتے ہوئے مسلمانوں کا ایک جگہ پڑاؤ تھا۔ یہاں حضرت جہجاہ ابن سعید غفاری رضی اللہ عنہ (مہاجر) اور حضرت سنان ابن یزید انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان پانی لینے پر کچھ ان بن ہو گئی۔ بات طول پکڑ گئی۔ حضرت سنان رضی اللہ عنہ نے انصاریوں کو اپنی مدد کے لئے آواز دی اور حضرت ابن سعید رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کو پکارا۔

یہ رئیس المنافقین انصار کی ایک جماعت کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا اس نے جب یہ جھگڑا دیکھا تو اس جھگڑے کو بڑھانے کی کوشش کرنے لگا اور انصاری مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے بولا۔

دیکھو! ہمارے ہی گھروں میں ان پردیسیوں نے ہم پر حملے شروع کر دیئے۔ خدا کی قسم مدینہ واپس ہو کر ہم حیثیت والے لوگ ان بے حیثیت لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

قرآن کریم نے اس کا قول نقل کرتے ہوئے کہا ہے۔

یقولون لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعزمنها الاذل ولله العزة ولرسوله وللمومنین ولکن المنافقین لایعلمون۔

منافقین کہتے ہیں اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو عزت والے ان ذلت والوں کو نکال دیں گے اور (حقیقت تو یہ ہے) عزت تو اللہ اور اس کے

(سورہ منافقون، ۸)

Marfat.com

رسول ﷺ کے لئے ہے اور اہل
ایمان کے لئے ہے یہ دوغلے لوگ
اس بات کو نہیں جانتے۔

یہ نہایت خطرناک فتنہ انگیزی تھی جو عبداللہ ابن ابی کی طرف سے کی گئی۔ حضرت عمرؓ نے اس شرارت پر حضور ﷺ سے کہا کہ آپ اجازت دیں کہ فسادی منافق کو ختم کر دیا جائے۔

حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو منع کر دیا اور فرمایا تم مسلمانوں کو اس جگہ سے روانہ ہونے کا حکم دے دو' حضور ﷺ کے حکم کے مطابق مسلمانوں کا قافلہ فوراً روانہ ہو گیا اور لوگ اس جھگڑے کو بھول گئے اس منافق کے لڑکے حضرت عبداللہ ایک سچے مسلمان تھے' انہیں جب اپنے باپ کی گستاخی اور شرارت کا علم ہوا تو یہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اجازت چاہی کہ مجھے اپنے باپ کو اس فتنہ انگیزی کی سزا اپنے ہاتھ سے دینے کی اجازت دی جائے۔ حضور ﷺ نے عبداللہ ؓ کو بھی انتقام لینے کی اجازت نہ دی اور ان سے کہا۔

بل نترفق به ونحسن ومحبة مابقی معنا۔

نہیں! ہم اس کے ساتھ نرمی کریں گے اور اچھا سلوک کریں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ ہیں۔

(ابن کثیر ص 272)

مورخین نے لکھا ہے کہ جب یہ لشکر مدینہ واپس ہوا تو رئیس المنافقین کا مخلص لڑکا عبداللہؓ مدینہ کے دروازہ پر تلوار نکال کر کھڑا ہو گیا۔ لوگ گذرتے رہے یہاں تک کہ رئیس المنافقین آ پہنچا اور بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر بولا۔

مالک ویلک؟
یہ کیا کر رہا ہے' افسوس تجھ پر!
عبداللہؓ بولے۔

واللہ' لاتجوز من ههنا حتی باذن لک رسول الله فانه العزیز وانت الذلیل۔

Marfat.com

خدا کی قسم! تو آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جب تک حضور اکرم ﷺ اجازت نہ دیں بے شک رسول پاک ﷺ عزت والے ہیں اور تو بے عزت ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ قافلہ کے آخری حصہ میں رہا کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ کی سواریٔ آئی تو اس نے حضور ﷺ سے شکایت کی کہ یہ میرا لڑکا کیا کر رہا ہے۔

رحمت عالم ﷺ نے عبداللہ کو اس حرکت سے باز رکھا اور اس کے باپ کو بیٹے کے ہاتھ سے رہائی دلوا کر شہر کے اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔

ایک سیاسی لیڈر کے لئے اپنے دشمن کو ختم کرانے کی اس سے بہتر صورت اور کیا ہو سکتی تھی کہ دشمن کا اپنا بیٹا اسے قتل کرنے کے لئے تیار تھا۔ لیکن رسول اکرم ﷺ ایک سیاسی لیڈر نہ تھے۔ بلکہ اخلاق و شرافت کے معلم اور انسانیت کے علم بردار تھے آپ ﷺ نے اس موقع سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور اس فسادی انسان پر رحم و کرم فرما کر اس کی سیاسی اور اخلاقی خطا کو معاف کر دیا۔

عبداللہ ابن ابیؑ کی نماز جنازہ

یہ فسادی لیڈر آخر وقت تک اپنی شرارتوں پر قائم رہا۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں اس پر موت طاری ہو گئی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابن ابی نے مرض الموت میں اپنے لڑکے عبداللہؓ کو حضور ﷺ کے پاس بھیج کر آپ ﷺ کو بلایا۔ سرکار ﷺ اس کے پاس آئے اور اس سے کہا۔ اھلکلت حب یھود ____ "تجھے یہودیوں کی محبت نے ہلاک کر دیا۔"

ابن ابی اس حالت میں بھی تکبر و غرور میں گرفتار تھا کہنے لگا۔

یا رسول اللہ انما ارسلت الیک لتتغفرلی ولم ارسل الیک لتنبھنی۔	اے نبی ﷺ! میں نے آپ کو اس لئے نہیں بلایا کہ آپ مجھے ڈانٹیں بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ آپ میرے لئے دعا مغفرت کریں۔

پھر عبداللہؓ کے باپ کی خواہش کے مطابق اپنا کرتہ اس کے کفن کے لئے عطا

Marfat.com

فرمایا اور اس منافق کے غرور و تکبر کو نظرانداز فرما کر اس کے حق میں دعا مغفرت فرمائی۔
رسول پاک ﷺ نے اس سب سے بڑے فسادی منافق کے ساتھ رحم و کرم کا برتاؤ کیا۔ حضرت عمر ﷺ کی زبانی حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اسے نقل کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
رسول اکرم ﷺ جب اس منافق کی نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہو گئے تو میں صف کے اندر سے نکل کر آپ ﷺ کے سینہ اقدس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا آپ ﷺ اس دشمن حق کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ یہ شخص تو ایسا ہے۔ اس نے فلاں موقع پر یہ کہا۔ فلاں موقع پر یہ کیا۔ سرکار دو عالم ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باتیں سنتے رہے اور تبسم فرماتے رہے۔

ورسول الله يتبسم حتى اذا اكثرت عليه قال اخرعنى يا عمر خيرت' فخيرت۔

حضور ﷺ ہنستے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے بار بار دہرایا تو آپ ﷺ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ! ہٹ جاؤ۔ خدا نے مجھے دعا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ میں نے دعا کرنے کو ترجیح دے دی ہے۔

ولوا علم انى ان زدت على السبعين غفرله لذدت عليها۔
اگر اس بات کا علم ہو جاتا کہ ستر دفعہ سے زیادہ دعا کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ستر دفعہ سے زیادہ بار دعا مغفرت کرتا۔

یہ روایت امام احمدؒ کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے۔ امام بخاریؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے حضور ﷺ کا دامن پکڑ کر آپ کو نماز پڑھانے سے روکا۔

فقام عمر فضض فاخذ ثبوب رسول الله صص
اس کے بعد بھی جب حضور ﷺ کا اصرار جاری رہا تو یہ صف سے نکل کر آگے آ گئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر میں نے جس جرات سے کام لیا' اس پر مجھے سخت تعجب ہوا۔

Marfat.com

(ابن کثیر ج 2 ص 379)

ایک جلیل القدر ساتھی کے اصرار کے باوجود حضور اکرم ﷺ نے اتنے بڑے مخالف کے ساتھ شرافت و مہربانی کا یہ سلوک فرمایا' کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا حقیقی مقام' اخلاق کریمانہ کا بے مثال نمونہ پیش کر کے دنیا کو اس کی دعوت دینی تھی۔

نماز کی ممانعت :

اس مسئلہ کا ایک پہلو یہ تھا کہ ایک مفسد کے ساتھ رسول پاک ﷺ کا یہ رحم و کرم دوسرے مفسدین کی حوصلہ افزائی کا سبب بن سکتا تھا اور اس سے مدینہ کے اجتماعی امن و امان کی صورت حال خراب ہو سکتی تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے آئندہ کے لئے یہ حکم نازل کر دیا کہ جو شخص کفرو انکار پر مرے اسلامی طریقہ پر اس کے جنازہ کی نماز کے لئے ہادی اسلام اور دوسرے مسلمان شرکت نہ کریں۔

منافقین کی سازش اور حضور ﷺ کی معافی

رحمت عالم ﷺ غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت ایک پہاڑی درہ سے گزر رہے تھے' اس موقع پر بارہ منافق مُنہ چھُپا کر ایک آڑ میں کھڑے ہو گئے تاکہ جب حضورؐ ادھر سے گذریں تو آپؐ پر حملہ کر کے آپؐ کو ختم کر دیں' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ اس وقت حضور ﷺ کے ہمراہ تھے' حضور ﷺ کی للکار سن کر یہ دشمن بھاگ گئے۔

خدا تعالیٰ نے آسمانی وحی کے ذریعہ حضور ﷺ کو ان منافقین کے نام بتا دیئے اور حضور ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور عمار رضی اللہ عنہ کو ان کے ناموں سے آگاہ فرمایا مگر ساتھ ہی منع فرما دیا کہ عام مسلمانوں کو ان کے ناموں کی خبر نہ دی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان غصہ میں ان لوگوں کو ان کی مجرمانہ حرکت پر سزا دینے لگیں اور یہ لوگ ہلاک ہو جائیں۔

یہ حضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ کی انتہا تھی کہ ایسے مجرموں کی مفسدانہ کارروائیوں کی پردہ پوشی فرمائی اور ان کا راز فاش نہ ہونے دیا۔

Marfat.com

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبلیغ

حضرت مصعب بن عمیر ﷺ کو نبی کریم ﷺ نے مدینہ شریف بغرض تبلیغ بھیجا تھا لوگ آہستہ آہستہ اسلام قبول کرنے لگے لیکن ابھی سرداران قوم نے توجہ نہ کی تھی اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ دو چوٹی کے سردار ایک جگہ بیٹھے ہیں سعد بن معاذ کے خالہ زاد بھائی حضرت اسعد بن زرارہؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ساتھ لے کر اس طرف جاتے ہیں انہیں دیکھ کر سعد بن معاذ نے اسید سے کہا کہ یہ دونوں ہمارے کمزور آدمیوں کو بہکا رہے ہیں انہیں جا کر ذرا ڈانٹ ڈپٹ پلاؤ اسعد چونکہ میرا خالہ زاد ہے اس لئے میرا کچھ کہنا مناسب نہیں۔ اسید اپنا نیزہ اٹھا کر ان دونوں کی طرف بڑھا حضرت اسعدؓ نے حضرت مصعبؓ سے کہا ہ قوم کا سردار ہماری طرف آ رہا ہے ذرا احتیاط سے بات کرنا۔ اس نے آتے ہی گالیاں دینا شروع کر دیں کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو مدینہ سے نکل جاؤ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ شریف آدمی ہیں ایک بار ہماری بات تو سن لو پسندہ نہ آئے تو آئندہ ہم نہیں کہیں گے۔ اس نے کہا بات تو تمہاری درست ہے وہ نیزہ زمین پر گاڑ کر بیٹھ گیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اسلام کا پیغام پہنچایا جب قرآن پڑھ کر سنایا گیا تو اس کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ اس نے کہا کیا اچھا دین ہے اس میں شامل ہونے کے لئے کیا

Marfat.com

کرنا پڑتا ہے آپ نے فرمایا غسل کرو اور کلمہ پڑھ لو چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے انہوں نے کہا میرے ساتھ ایک اور آدمی بھی ہے وہ بھی مسلمان ہو گیا تو قبیلے سے کوئی پیچھے نہ رہے گا۔ وہ واپس لوٹے سعد بن معاذ نے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ میں اسید کو بدلا ہوا پا رہا ہوں۔ وہ آئے تو سعد نے پوچھا کیا کر آئے ہو انہوں نے کہا میں ان دونوں سے ملا ہوں خطرے کی کوئی بات نہیں البتہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی حارث کے لوگ تمہاری توہین کی خاطر اسعد کو قتل کرنے نکلے ہیں سعد غصے مین اٹھ کھڑے ہوئے اور اسعد کی طرف چل پڑے وہاں پہنچے تو وہ اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے سعد سمجھ گئے اسید نے یہ چال مجھے ان کی باتیں سنانے کے لئے چلی ہے سعد نے صحابہ کو گالیاں دینا شروع کر دیں حضرت اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تم میرے خالہ زاد نہ ہوتے تو ہرگز تبلیغ کی اجازت نہ دیتا کیا تم ہمارے گھروں میں وہ چیز لانا چاہتے ہو جسے ہم ناپسند کرتے ہیں حضرت مصعبؓ نے سعد سے بھی کہا کہ آپ تشریف رکھیں ہماری بات سن لو اگر پسند آ گئی تو مان لینا ورنہ ہم چلے جائیں گے سعد نے کہا بات تو تم نے سلیقہ کی کی اس لئے سن لینے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ بھی نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعبؓ نے اسلام کی خوبیاں بیان کیں اور سورہ زخرف کی آیات پڑھ کر سنائیں جو دل پر اثر کر گئیں اور وہ بھی مسلمان ہو گئے جب یہ دونوں سردار اپنی قوم کی جانب پلٹے تو انہوں نے دیکھ کر اندازہ کر لیا کہ یہ اسلام قبول کر چکے ہیں حضرت سعدؓ نے خطاب فرماتے ہوئے کہا اے قوم تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے انہوں نے کہا آپ ہمارے سردار ہیں اور سب سے زیادہ صائب الرائے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر میں تمہارے ساتھ اس وقت تک کلام نہیں کروں گا جب تک کہ تم اسلام قبول نہ کر لو اور اس طرح شام سے پہلے پہلے ان کے قبیلہ کے سب لوگ مسلمان ہو گئے۔

امام ابو حنیفہؒ کا صبر

ایک بار کسی بات پر ایک شخص نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کو تھپڑ مار دیا آپ نے اس سے فرمایا میں اگر چاہوں تو تجھے عدالت میں گھسیٹ سکتا ہوں مجھے بدلہ لینے کا پورا حق ہے لیکن میں ایسا نہیں کروں گا چونکہ تم نے مجھ پر زیادتی کر کے مجھے صبر و تحمل

Marfat.com

کرنے کا ایک موقعہ فراہم کیا ہے اس احسان کے بدلے تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ، قیامت کے دن اگر مجھے اذن شفاعت ملا تو تیرے بغیر جنت میں نہیں جاؤں گا آپ کی یہ گفتگو سن کر وہ شخص عرق ندامت میں ڈوب گیا۔

بایزید بسطامیؒ اور آتش پرست

حضرت بایزید بسطامیؒ کے پڑوس میں ایک غریب آتش پرست رہتا تھا ایک رات اس کے گھر سے بار بار بچے کے رونے کی آواز آتی رہی آپ نے معلوم کیا تو وہاں چراغ تک نہ تھا آپ نے اپنا چراغ ان کو دیا روشنی دیکھ کر بچہ چپ ہو گیا صبح اس نے چراغ واپس کر دیا رات بچہ پھر رونے لگا تو آپ نے چراغ دوبارہ بھیج دیا اسی طرح تیسری رات بھی ایسے ہی کیا آپ کے اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر آتش پرست اپنی بیوی کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔

خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور قاتل

ایک دفعہ کوئی شخص حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کو قتل کرنے کی غرض سے آیا اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس کا ارادہ منکشف کر دیا۔ موقعہ پا کر آپ نے اسے تنہائی میں بلایا اور فرمایا بھائی اچھا موقعہ ہے جس ارادے سے آئے ہو پورا کر لو میں حاضر ہوں یہ سن کر اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا عرض کیا مجھے لالچ دے کر آپ کے قتل پر مامور کیا گیا تھا۔ اس نے چھری نکال کر عرض کیا اب اس کے ساتھ میرا کام تمام کر دیجئے میں اسی قابل ہوں آپؒ نے فرمایا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ برائی کرنے والوں کے ساتھ بھلائی کی جائے اور آپ نے اسے اٹھا کر گلے سے لگا لیا آپ کے حسن اخلاق کا اس قدر گہرا اثر ہوا کہ اس نے سچی توبہ کر کے آپ کی بیعت کر لی پھر بقیہ زندگی آپ کی خدمت میں گزار دی۔

ابو عثمان حیریؒ اور ایک دعوت

ایک بار کسی شخص نے حضرت ابو عثمان حیریؒ کو ایک دعوت میں بلایا جب آپ

Marfat.com

وہاں پہنچے تو میزبان نے یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ کھانا ختم ہو چکا ہے۔ آپ واپس لوٹ آئے ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ میزبان نے واپس بلا لیا لیکن بہانہ کر کے پھر لوٹا دیا اس نے دو تین بار ایسے کیا اصل میں وہ آپ کے صبرو تحمل کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ جب آپ نے اس غیر مناسب طرز عمل پر کسی برہمی کا اظہار نہ کیا تو وہ پکار اٹھا بے شک آپ عظیم اخلاق کے مالک اور صبرو تحمل کا پہاڑ ہیں آپ نے سن کر انکسار کے باعث فرمایا تم نے جو کچھ دیکھا یہ کوئی قابل تعریف بات نہیں بلکہ کتے کی عادت ہے جب بلایا جاتا ہے آجاتا ہے اور جب دھتکار دیا جائے لوٹ جاتا ہے۔

ابراھیم بن ادھمؒ اور سپاہی

حضرت ابراھیم بن ادھمؒ ایک بار جنگل میں تھے کہ وہاں سے ایک سپاہی گزرا اس نے آپ کو دیکھ کر پوچھا کیا تم غلام ہو آپ نے فرمایا ہاں غلام ہوں اس نے کہا مجھے آبادی کا پتہ بتاؤ آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیا تو اسے غصہ آگیا اور آپ کے سر پر ایک ڈنڈا رسید کیا اور پھر پکڑ کو آپ کو شہر لے آیا لوگوں نے دیکھ کر اسے ملامت کی وہ شرمندہ ہوا اور عرض کرنے لگا غلطی ہو گئی اصل میں میں آپ کا غلام ہوں یہ ارشاد فرمائیں آپ نے یہ کیوں کہا کہ آپ غلام ہیں آپ نے فرمایا اس لئے کہ میں اللہ کا غلام ہوں اس نے پوچھا میرے دوسرے سوال پر آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیوں کیا تھا آپ نے فرمایا اصل آبادی قبرستان ہے جہاں سب لوگ آتے ہیں شہر تو ویران ہو جانے والے ہیں اس نے مزید عرض کیا اب یہ بھی ارشاد فرمایئے کہ ڈنڈا کھا کر آپ نے میرے لئے دعا کیوں کی انہوں نے فرمایا میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارے اس طرز عمل کے باعث مجھے تو ثواب کا موقعہ ملے اور میں بدلے میں تمہیں بددعا دوں۔

مالک بن دینارؒ اور یہودی

امام مالک بن دینارؒ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا وہ آپ کو تنگ کرنے کی غرض سے اپنے چھت کے پرنالہ سے گندگی گراتا رہتا حتی کہ آپ کے نماز پڑھنے کی جگہ بھی نجس ہو جاتی آپ روزانہ گندگی صاف کر لیتے لیکن شکایت نہ کی ایک روز تنگ

Marfat.com

آ کر وہ حاضر خدمت ہوا اور پوچھنے لگا اتنے عرصہ سے میں آپ کو تنگ کر رہا ہوں آپ کو غصہ نہیں آتا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ غصہ پی جانے والوں کو دوست رکھتا ہے یہ سن کر وہ اتنا متاثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔

ابو الحسن نوریؒ اور خلیفہ معتصم

ایک دفعہ حضرت ابوالحسن نوریؒ دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں ایک کشتی سے شراب اتاری جا رہی ہے آپ جلال میں آ گئے اور کشتی بان سے پوچھا یہ کیا ہے اس نے عرض کیا خلیفہ وقت کے لئے شراب منگوائی گئی ہے آپ نے غصے میں شراب کے مٹکے توڑنے شروع کر دیئے سب توڑ ڈالے مگر ایک چھوڑ دیا اگلے دن صبح آپ کو خلیفہ کی عدالت میں پیش کیا گیا اس نے بڑے رعب سے پوچھا یہ تم نے کیا کیا آپ نے فرمایا میں نے جو کچھ کیا تمہیں معلوم ہے پوچھنے کی حاجت نہیں جواب سن کر وہ مزید برہم ہوا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی کیا تم محتسب ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں میں محتسب ہوں اس نے پوچھا تمہیں کس نے محتسب بنایا ہے آپ نے فرمایا جس نے تمہیں خلیفہ بنایا ہے اس نے کہا کوئی دلیل پیش کرو آپ نے فرمایا۔

یا بنیی اقم الصلواۃ وامر بالمعروف وانه عن المنکر واصبر علی ما اصابک	"اے بیٹے نماز قائم کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر اور جو مصیبت پہنچے اس پر صبر اختیار کر۔"

(لقمان : - 17)

یہ قرآنی الفاظ سن کر وہ متاثر ہوا اور کہا آج سے آپ کو محتسب مقرر کیا جاتا ہے لیکن آپ یہ تو فرمائیں کہ ایک مٹکا آپ نے کس لئے چھوڑ دیا تھا آپ نے فرمایا کہ آخری مٹکا توڑنے سے قبل خیال آیا کہ اے ابوالحسن تم کتنے جرات مند ہو کہ بادشاہ وقت سے بھی نہیں ڈرتے بس میں رک گیا کہ اگر اب مٹکا توڑا تو وہ صرف رضائے الٰہی کے لئے نہیں ہو گا بلکہ اس میں نفس کی لذت بھی شامل ہو جائے گی۔

Marfat.com

امام ابو حنیفہؒ اور ایک دہریہ

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے دور میں ایک دہریہ لوگوں کے ایمان متزلزل کر رہا تھا شہر میں اس کا کافی چرچا ہوا بالآخر اس کے ساتھ مباحثے کے وقت اور مقام کا تعین ہو گیا اس کا موقف یہ تھا کہ کائنات کا نظام خود بخود چل رہا ہے اسے کسی خدا کی ضرورت نہیں۔ وقت مقررہ پر لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہو گیا امام صاحب جان بوجھ کر ذرا دیر سے آئے اس سے قبل دہریے اور اس کے حواریوں نے آپ کی تاخیر کو خوب اچھالا کہ دیکھ لو تمہارے امام ڈر گئے اب سامنے آنے سے کترا رہے ہیں وغیرہ وغیرہ جو منہ میں آیا کہتے چلے گئے اتنے میں امام صاحب تشریف لے آئے انہوں نے دہریے کو مخاطب کر کے کہا کہ سب سے پہلے میں اس بات کی وضاحت کردوں کہ آنے میں دیر کیوں ہوئی۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے میں دریا کی دوسری جانب رہتا ہوں جب کنارے پر پہنچا تو اس وقت اس طرف آنے کے لئے کوئی کشتی دستیاب نہ تھی میں کشتی کا انتظار کرنے لگا اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ دریا کے کنارے ایک درخت نیچے گر پڑا پھر خود بخود کٹنے اور چرنے لگا میری آنکھوں کے سامنے لکڑی کے تختے بن کر آپس میں جڑے اور ایک کشتی تیار ہو گئی میں اس پر بیٹھ کر یہاں پہنچ گیا ہوں دہریہ یہ قصہ سن کر اندر ہی اندر سے خوش ہو رہا تھا جونہی آپ نے بات مکمل کی وہ کھڑا ہو گیا اور مجمع کو مخاطب کر کے کہنے لگا سن لیا آپ نے کہ یہ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں یہ بھلا میرے ساتھ کیا مباحثہ کریں گے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک درخت گر کر تختوں میں تبدیل ہو اور پھر خود بخود ہی کشتی بھی بن جائے اب حضرت امام ابو حنیفہؒ کھڑے ہوئے آپؒ نے سوال

حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ایک دہریہ

ایک بار حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ایک دہریے سے قیامت کے موضوع کے بارے میں مکالمہ ہوا آپ نے اس سے کہا کہ دلائل سے بات بنتی نظر نہیں آتی آؤ اس مسئلے پر سادہ انداز سے غور کریں بالفرض قیامت قائم نہ ہوئی تو ہم دونوں کا کیا انجام ہو گا اس نے کہا دونوں بچ جائیں گے آپ نے فرمایا اگر قیامت آ گئی تو کون نجات پائے گا

Marfat.com

اس نے کہا اس صورت میں تو آپ کامیاب ہو جائیں گے آپ نے فرمایا کوئی عقلمند شخص خطرہ مول نہیں لیتا وہ موقف کیوں اختیار نہیں کرتے جس کے باعث دونوں صورتوں میں کامیابی حاصل ہو یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور مسلمان ہو گیا۔

بادشاہ اور قاضی

ایک بادشاہ نے اپنا محل تیار کروانے کے لئے ایک بڑھیا کی زمین پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ بڑھیا نے قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ مقدمہ کی سماعت کے بعد قاضی نے فیصلہ محفوظ کر لیا اس دوران محل تعمیر ہو گیا ایک دن بادشاہ کو باغ میں ٹہلتا دیکھ کر قاضی وہاں پہنچ گیا اور کہا بادشاہ سلامت آپ اجازت دیں تو یہاں سے کچھ مٹی لے لوں بادشاہ نے کہا لے لو قاضی نے ایک بوری میں مٹی بھری اور کہنے لگا گستاخی معاف بوجھ زیادہ ہے اکیلا اٹھا نہیں سکتا اور قریب کوئی دوسرا آدمی بھی نہیں تھوڑا سا سہارا دیں تاکہ بوری اٹھا لوں بادشاہ کو قاضی کی اس بے تکی حرکت پر حیرت تو ہوئی بہرحال دونوں مل کر بھی بوری نہ اٹھا سکے اس پر قاضی نے بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا ہم دونوں مل کر بھی یہ تھوڑا سا بوجھ نہ اٹھا سکے تو قیامت کے دن بڑھیا کی غصب شدہ زمین کا بوجھ کیسے اٹھائیں گے۔ بات بادشاہ کی سمجھ میں آ گئی اس نے محل سمیت زمین بڑھیا کو واپس کر دی اسے کہتے ہیں حکمت اور دانائی۔ تاکہ لاٹھی بھی نہ ٹوٹے اور سانپ بھی مر جائے ورنہ قاضی بادشاہ کے خلاف فیصلہ سناتا تو قاضی کو معزول کر دیا جاتا اور بڑھیا کو زمین بھی واپس نہ ملتی۔

Marfat.com

فہرست کتب

سوانح حیات	پروفیسر محمد رفیق
پگھل جائیں گی زنجریں	انوار فریدی
ہر شہر میں جنگل پھیل گیا	انوار فریدی
جدید مسائل کا اسلامی حل	پروفیسر محمد رفیق
نصاب جمال	محمد اکرام شاہ
جہان نعت	پروفیسر محمد رفیق
شیشہ آنکھیں پتھر ہاتھ	انوار فریدی
نوائے انقلاب	انوار فریدی
دعوت کا انقلابی طریق کار	پروفیسر محمد رفیق
پرچم بلند رکھنا	انوار فریدی
جنسی سیلاب اور مسلم شباب	پروفیسر محمد رفیق

Marfat.com